اصلاحی خطبات

- یہ دنیا آخری منزل نہیں
- اللہ کا حکم سب سے مقدم ہے
- صرف اللہ سے مانگو
- اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ
- شفاء دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں
- سجدہ کسی اور کے لئے جائز نہیں
- صراط مستقیم حاصل کرنیکا طریقہ
- حاسد سے پناہ مانگو
- حسد کا علاج
- خیالات اور وہم کا علاج
- جادو اور آسیب کا علاج
- افضل صدقہ کونسا؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

اصلاحی خطبات

جلد 18

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مفتی محمد عبداللہ میمن

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی۔

میمن اسلامک پبلشرز

لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

خطاب	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط و ترتیب	:	مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی
تاریخ اشاعت	:	2015ء
باہتمام	:	محمد مشہود الحق کلیانوی : 0313-9205497
کمپوزنگ	:	خلیل اللہ
ناشر	:	میمن اسلامک پبلشرز
جلد	:	**18**
قیمت	:	=/ روپے

حکومت پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر

ملنے کے پتے

- میمن اسلامک پبلشرز، کراچی۔ 0313-920 54 97
- مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
- مکتبہ دارالعلوم، کراچی ۱۴۔
- مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور۔
- دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی۔
- ادارۃ المعارف، دارالعلوم، کراچی ۱۴۔
- مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم، کراچی ۱۴۔
- کتب خانہ اشرفیہ، قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی۔
- مکتبۃ العلوم، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی۔
- مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، نزد جامعہ فاروقیہ، کراچی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی

الحمد للّٰہ و کفٰی، و سلامٌ علی عبادہ الذین اصطفٰی، امّا بعد!

اپنے بعض بزرگوں کے ارشاد کی تعمیل میں احقر کئی سال سے جمعہ کے روز عصر کے بعد جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی میں اپنے اور سننے والوں کے فائدے کے لئے کچھ دین کی باتیں کیا کرتا ہے، اس مجلس میں ہر طبقہ خیال کے حضرات اور خواتین شریک ہوتے ہیں، الحمدللہ احقر کو ذاتی طور پر بھی اس کا فائدہ ہوتا ہے اور بفضلہ تعالیٰ سامعین بھی فائدہ محسوس کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں، آمین

احقر کے معاون خصوصی مولانا عبداللہ میمن صاحب سلمہٗ نے کچھ عرصے سے احقر کے ان بیانات کو ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے محفوظ کر کے ان کے کیسٹ تیار کرنے اور ان کی نشرواشاعت کا اہتمام کیا، جس کے بارے میں دوستوں سے معلوم ہوا کہ بفضلہ تعالیٰ ان سے بھی مسلمانوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔

ان کیسٹوں کی تعداد اب پانچ سو تک ہوگئی ہے، انہی میں سے کچھ کیسٹوں کی تقاریر مولانا عبداللہ میمن صاحب سلمہٗ نے قلمبند بھی فرمالیں، اور ان کو چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی شکل میں شائع کیا، اب وہ ان تقاریر کا ایک مجموعہ ''اصلاحی خطبات'' کے نام سے شائع

کررہے ہیں۔

ان میں سے بعض تقاریر پر احقر نے نظر ثانی بھی کی ہے، اور مولانا موصوف نے ان پر ایک مفید کام یہ بھی کیا ہے کہ تقاریر میں جو احادیث آئی ہیں، انکی تخریج کر کے ان کے حوالے بھی درج کر دیے ہیں، اس طرح ان کی افادیت اور بھی بڑھ گئی۔

ان کتاب کے مطالعہ کے وقت یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے، بلکہ تقریروں کی تلخیص ہے، جو کیسٹوں کی مدد سے تیار کی گئی ہے، لہٰذا اس کا اسلوب تحریری نہیں، بلکہ خطابی ہے۔ اگر کسی مسلمان کو ان باتوں سے فائدہ پہنچے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، اور اگر کوئی بات غیر محتاط یا غیر مفید ہے، تو وہ یقیناً احقر کی کسی غلطی یا کوتاہی کی وجہ سے ہے، لیکن الحمدللہ ان بیانات کا مقصد تقریر برائے تقریر نہیں، بلکہ سب سے پہلے اپنے آپ کو پھر سامعین کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

نہ بہ حرف ساختہ سر خوشم، نہ بہ نقش بستہ مشوشم

نفسے بیاد تو می زنم، چہ عبارت و چہ معانیم

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان خطبات کو خود احقر کی اور تمام قارئین کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں، اور یہ ہم سب کے لئے ذریعہ آخرت ثابت ہوں، اللہ تعالیٰ سے مزید دعا ہے کہ وہ ان خطابت کے مرتب اور ناشر کو بھی اس خدمت کا بہترین صلہ عطا فرمائیں، آمین

محمد تقی عثمانی

دارالعلوم کراچی ۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

الحمدللہ ''اصلاحی خطبات'' کی اٹھارویں جلد آپ تک پہنچانے کی ہم سعادت حاصل کررہے ہیں، سترہویں کی مقبولیت اور افادیت کے بعد مختلف حضرات کی طرف سے اٹھارویں جلد کو جلد از جلد شائع کرنے کا شدید تقاضا ہوا، اور اب الحمدللہ دن رات کی محنت اور کوشش کے نتیجے میں صرف ایک سال کے عرصے میں یہ جلد تیار ہوکر سامنے آگئی، اس جلد کی تیاری میں برادر مکرم جناب مولانا عبداللہ میمن صاحب نے اپنی دوسری مصروفیات کے ساتھ ساتھ اس کام کے لئے اپنا قیمتی وقت نکالا، اور دن رات انتھک محنت اور کوشش کرکے سترہویں جلد کے لئے مواد تیار کیا، اللہ تعالیٰ ان کی صحت اور عمر میں برکت عطا فرمائے، اور مزید آگے کام جاری رکھنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے، آمین

تمام قارئین سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو مزید آگے جاری رکھنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے، اور اس کے لئے وسائل اور اسباب میں آسانی پیدا فرمائے، اور اس کام کو اخلاص کے ساتھ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

طالب دعا

محمد مشہود الحق کلیانوی

اجمالی فہرست

اصلاحی خطبات جلد نمبر : ۱۸

عنوان	صفحہ نمبر
﴿۱۵﴾ سورۃ الناس کی اہمیت	۲۲۱
﴿۱۶﴾ خیالات اور وہم کا علاج	۲۳۷
﴿۱۷﴾ جادو اور آسیب کا علاج	۲۵۳
﴿۱۸﴾ جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے	۲۶۹
﴿۱۹﴾ سادہ زندگی اپنائیے	۲۸۵
﴿۲۰﴾ افضل صدقہ کونسا؟	۳۰۹

فہرستِ مضامین (تفصیلی فہرست)

عنوان	صفحہ نمبر
﴿یہ دنیا چند روزہ ہے﴾	
تفسیر سورۃ الفاتحہ (۴)	
انبیاء کی بعثت رحمت کا تقاضہ ہے	۳۰
پوری کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے	۳۱
ہمیں عارضی مالک بنادیا گیا ہے	۳۲
ایک دن ظاہری ملکیتیں ختم ہوجائیں گی	۳۲
آج کس کی بادشاہت ہے؟	۳۳
دنیا کی زندگی بے حقیقت ہونے والی ہے	۳۴
کیا یہ دنیا ہی سب کچھ ہے؟	۳۶
یہ دنیا چند روزہ ہے	۳۷
دنیا کے لئے بس اتنا کام کرو	۳۸
﴿یہ دنیا آخری منزل نہیں﴾	
تفسیر سورۃ الفاتحہ (۵)	
پہلی آیت میں توحید کی طرف اشارہ	۴۲
دوسری آیت میں رسالت کی طرف اشارہ	۴۲
تیسری آیت میں آخرت کا بیان	۴۲
ساری حکمرانیاں اور ملکیتیں ختم ہونے والی ہیں	۴۳

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

﴿شفا دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں﴾

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۹)

﴿سجدہ کسی اور کے لئے جائز نہیں﴾

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۰)

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر
پہلی ہدایت عام، دوسری خاص	۱۳۱
ایک اور جامع دعا	۱۳۲
تین کام کرو	۱۳۳
حضرت یوسف علیہ السلام کا طرز عمل	۱۳۴
تم بھی یہ دو کام کرو	۱۳۵
اس آیت کے ذریعہ یہ سبق دیا جارہا ہے	۱۳۶
اس سے پہلے دو چیزیں	۱۳۷
یہ اللہ تعالیٰ سے مذاق ہے	۱۳۸

﴿اللہ کی طرف رجوع کرو﴾

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۲)

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

﴿سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی اہمیت﴾

﴿حاسد سے پناہ مانگو﴾

تفسیر سورۃ الفلق (۱)

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

﴿سورۃ الناس کی اہمیت﴾

عنوان	صفحہ نمبر

﴿خیالات اور وہم کا علاج﴾

عنوان	صفحہ نمبر

﴿جادو اور آسیب کا علاج﴾

﴿جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے﴾

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

﴿افضل صدقہ کونسا؟﴾

عنوان	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم
"ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة"
(سورۃ النحل:۱۲۵)
یعنی لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور
موعظ حسنہ سے بلاؤ۔

یہ دنیا چند روزہ ہے

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۴)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ دنیا چند روزہ ہے

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۴)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ، وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَ اَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ لَہٗ، وَاَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ سَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا کَثِیۡرًا۔ اَمَّا بَعۡدُ! فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝۱ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝۲ مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۝۳ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ۝۴ اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ مَوۡلَانَا الۡعَظِیۡمُ، وَصَدَقَ رَسُوۡلُہُ النَّبِیُّ الۡکَرِیۡمُ، وَنَحۡنُ عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰھِدِیۡنَ وَالشّٰکِرِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ۔

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! یہ سورۃ الفاتحہ کی پہلی تین آیات ہیں، جو میں نے اس وقت آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں، اور انہی کی تشریح کا سلسلہ کچھ عرصہ

سے چل رہا ہے، پچھلے جمعہ میں نے عرض کیا تھا کہ ان تین آیتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کے تین بنیادی عقائد کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے، اسلام کے تین بنیادی عقیدے یہ ہیں (۱) ایک توحید کا عقیدہ، جس کو لا الہ الا اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی اس کائنات میں اللہ کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ ہی کوئی عبادت کے لائق ہے (۲) اور دوسرا عقیدہ رسالت کا ہے، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے مختلف پیغمبر دنیا میں بھیجے ہیں، جن کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی تکمیل ہوئی (۳) اور تیسرا عقیدہ آخرت کا ہے، یعنی مرنے کے بعد ایک دوسری زندگی آنے والی ہے، اور اس زندگی میں اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کو اس کے کئے ہوئے کاموں کے مطابق یا ثواب عطا فرمائیں گے یا سزا دیں گے، تو الحمد للہ رب العالمین میں اشارہ ہے توحید کی طرف کہ جو ذات رب العالمین ہے تو یقیناً وہی تنہا عبادت کے لائق ہے، اس کے سوا کوئی اور نہیں۔

انبیاء کی بعثت رحمت کا تقاضہ ہے

اور جیسا کہ میں نے پچھلے جمعہ کو عرض کیا تھا کہ الرحمٰن الرحیم میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کا بیان ہے، اور اس صفتِ رحمت سے خود بخود یہ بات نکلتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات پیدا فرمائی اور اس میں انسان کو بھیجا تو اس کی رحمت سے یہ ممکن نہیں تھا کہ انسان کو اندھیرے میں چھوڑ دے کہ وہ جو چاہے کرتا پھرے، اور اس کو کوئی ہدایت نہ دے کہ کون سے کام کرنے کے ہیں اور کون سے کام بچنے کے

ہیں، یہی باری تعالیٰ کی صفتِ رحمت کا تقاضہ تھا کہ اس دنیا میں انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمائیں اور ان کے ذریعہ انسان کو ہدایت دیں، اور یہ بتائیں کہ کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے، کون سے کام سے انسان کو فائدہ پہنچے گا، اور کون سے کام سے انسان کو نقصان پہنچے گا، اس کے لئے رسالت کا سلسلہ جاری کیا گیا تیسری آیت ہے مالك يوم الدين ''وہ اللہ جزاء کے دن کا مالک ہے'' اللہ تبارک وتعالیٰ کی تیسری صفت بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ روز جزاء کا مالک ہے، یوم الدین کے معنی ہیں وہ دن جس میں حساب وکتاب کے بعد ہر انسان کو اس کے عمل کے مطابق صلہ دیا جائے گا، بدلہ دیا جائے گا، اس کو روز جزاء کہتے ہیں، جزاء کے معنی ہیں بدلہ، اچھا ہو یا برا، تو جس دن انسانوں کو ان کے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا اردو میں ہم اس کو ''روزِ جزاء'' کہتے ہیں، اور عربی میں اس کا نام ہے ''یوم الدین'' تو باری تعالیٰ کی صفت بیان فرمائی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مالک ہیں روز جزاء کے۔

پوری کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے

یہاں پہلی بات تو یہ سمجھ لیجئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پوری کائنات کے مالک ہیں، آج بھی مالک ہیں، اور کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی پیدا کی ہوئی نہ ہو اور باری تعالیٰ کی ملکیت میں نہ ہو، ساری بادشاہی اسی کی ہے، قرآن کریم میں ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

''اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں کی بھی زمینوں کی بھی'' تو مالک تو

آج بھی وہی ہیں۔

ہمیں عارضی مالک بنادیا گیا ہے

لیکن اس آیت میں اشارہ اس طرف کرنا مقصود ہے کہ اگرچہ حقیقی معنی میں تو آج بھی ہر چیز کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، لیکن ظاہری اعتبار سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انسانوں کو بعض چیزوں کا مالک بنا رکھا ہے، روپے پیسے کا مالک بنادیا، مکان کا مالک بنادیا، گاڑی کا مالک بنادیا، دکان کا مالک بنادیا، تو اللہ تعالیٰ نے مالک بنا رکھا ہے، سورۂ یسین میں باری تعالیٰ نے فرمایا:

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَا اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ (یٰس:۷۱)

”کیا لوگوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیزیں اپنے ہاتھ سے ہم نے پیدا کی تھیں، لیکن وہ مالک بنے بیٹھے ہیں ان کے“.....تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ظاہری ملکیت اور ظاہری تصرف اور قبضہ انسانوں کو دیا ہوا ہے، مختلف چیزوں پر، بادشاہتیں بھی دے رکھی ہیں، کوئی شخص کسی ملک کا سربراہ ہے، کوئی شخص کسی ملک کا صدر ہے، کوئی شخص کسی ملک کا بادشاہ ہے، ظاہری طور پر یہ سب ملکیتیں اور بادشاہتیں آج موجود ہیں، لیکن حقیقی ملکیت اور حقیقی بادشاہت اللہ ہی کی ہے، عارضی طور پر اور ظاہری طور کسی نہ کسی کو کسی چیز کا مالک بنا رکھا ہے۔

ایک دن ظاہری ملکیتیں ختم ہوجائیں گی

لیکن اشارہ اس طرف ہے کہ ایک دن وہ آئے گا، جس دن یہ ظاہری ملکیتیں بھی ختم ہوجائیں گی، یہ ظاہری بادشاہتیں بھی ختم ہوجائیں گی، اس دن کوئی بادشاہ

نہیں ہوگا، اس دن کوئی کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا، اس وقت مالک تو ایک ہی ہوگا، مالک یوم الدین ''وہ روز جزاء کا مالک ہے'' قرآن کریم میں آتا ہے کہ جب ساری ملکیتیں ختم ہو جائیں گی، یہاں تک کہ جب انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، تو احادیث میں آتا ہے کہ اس وقت انسان کے جسم پر کپڑے بھی نہیں ہوگے، قرآن کریم کہتا ہے:

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ (الانبیآء:۱۰۴)

جس طرح انسان کو شروع میں پیدا کیا تھا کہ جب وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا، تو اس کے جسم پر کپڑے بھی نہیں تھے، اسی طرح جب دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اس کے جسم پر کپڑے بھی نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بعد میں دے دیے جائیں گے، لیکن اس وقت کپڑے نہیں ہوں گے تو انسانوں کو یہ دکھایا جائے گا کہ جن کپڑوں کو تم اپنی ملکیت سمجھتے تھے آج وہ کپڑے بھی تمہارے پاس نہیں ہیں، فرض کرو اگر کوئی آدمی کتنا ہی غریب ہو، فقیر ہو، فاقہ کش ہو، لیکن کچھ کچھ نہ جسم کے اوپر کپڑا تو پہنا ہوتا ہے، چاہے فاقے ہی کر رہا ہو، اس کپڑے کا تو مالک ہوتا ہے، لیکن وہاں وہ اس کپڑے کا بھی مالک نہیں ہوگا، ساری ملکیتیں ختم ہو جائیں گی۔

آج کس کی بادشاہت ہے؟

اس وقت باری تعالیٰ کی طرف سے یہ کہا جائے گا:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ......؟ (المومن:۱۶)

......آج کس کی بادشاہت ہے؟......

یہ لوگ دنیا میں بادشاہ بنے پھرتے تھے، انا ولا غیری کے نعرے لگایا کرتے تھے، تکبر اور غرور میں ان کی گردنیں اکڑی ہوئی تھیں، سینے تنے ہوئے تھے، کہاں ہے آج وہ بادشاہ؟ کہاں ہیں آج وہ ملکوں کے سربراہ؟ جو اپنے آپ کو فرعون بنائے ہوئے تھے، بعد میں اللہ تعالیٰ خود ہی جواب ارشاد فرمائیں گے:

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (المومن:١٦)

''اللہ ہی کی بادشاہت ہے، جو ایک ہے اور سب پر غالب ہے''

اس پر کسی کا غلبہ نہیں، وہ سب پر غالب ہے، تو یہ ظاہری ملکیتیں بھی ختم ہو جائیں گی، اس دن مالک تو ایک ہی ہوگا، ظاہری بھی، باطنی بھی، حقیقی بھی، مجازی بھی، ہر طرح کی ملکیت صرف اللہ کی ہوگی۔ یہ ہے مالک یوم الدین کے معنی، مالک تو آج بھی وہی ہے، لیکن اس دن ایسا مالک ہوگا کہ یہ ظاہری ملکیتیں بھی ختم ہو جائیں گی اور ملکیت صرف اللہ کی ہوگی، بادشاہت صرف اللہ کی ہوگی۔

دنیا کی زندگی بے حقیقت ہونے والی ہے

اس تیسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ تیسری صفت بیان فرما کر ہمیں اور آپ کو توجہ دلائی ہے کہ اے انسان! تو اس دنیا میں زندگی گزار تو رہا ہے اور اسی زندگی کو تو سب کچھ سمجھ بیٹھا ہے، اسی کی خاطر تیری دوڑ دھوپ ہے، اسی کی خاطر تو سارے جھمیلے جھیل رہا ہے، لیکن تجھے پتہ نہیں، اور پتہ ہونا چاہئے ہم تجھے سورۃ الفاتحہ میں یہ بتا رہے ہیں کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ اس کے بعد پھر یہ ساری زندگی بے حقیقت معلوم ہوگی، وہ دن ہے روز جزاء کا، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ دن

اس لئے رکھا ہے تاکہ ہر ایک کو اس کا بدلہ دیدیا جائے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ (المومن:۱۷)

''تاکہ ہر انسان کو بدلہ دیا جائے، ان کاموں کا جو انہوں نے دنیا میں کئے ہیں'' اس لئے ہم نے یہ دن رکھا ہے، کئی جگہ قرآن کریم نے اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ آخرت جو مرنے کے بعد کی زندگی ہے، یہ انسان کی بڑی اہم ضرورت ہے، اس لئے کہ اگر بدلہ کا دن نہ ہو کہ جو ظالم ہے اسے ظلم کا بدلہ نہ دیا جائے، جو نیک ہے اور متقی ہے اسے تقوی کا صلہ نہ دیا جائے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سب کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ہی لاٹھی سے ہانک دیا، ظالم بھی اور مظلوم بھی، فرمانبردار بھی اور نافرمان بھی، نیک بھی اور بد بھی، سب ایک لاٹھی سے ہانک دیے گئے، دنیا میں ایک آدمی ظلم کرتا رہا اور بدیاں کرتا رہا، گناہ کرتا رہا، معصیتیں کرتا رہا، نافرمانیاں کرتا رہا، وہ بھی کھا پی کے مر گیا، اور دوسرا آدمی جس بیچارے نے محنت کی اور اپنے آپ کو برائیوں سے روکا، نیکی کے کام کئے، لوگوں کی بھلائی کے کام کئے، وہ بھی کھا پی کے مر گیا، دونوں میں کوئی فرق ہی نہیں کیا گیا، ایسا نہیں ہوگا، قرآن کہتا ہے:

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ (القلم:۳۵)

''کیا ہم مجرم لوگوں کو فرمانبرداروں کی طرح بنادیں؟'' کہ ان کا بھی وہی حشر ہو جو مسلمانوں کا اور فرمانبرداروں کا ہے، کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ اللہ کی رحمت سے، اللہ کے انصاف سے یہ بات ممکن نہیں کہ وہ سب کو برابر قرار دیدے، ایک جگہ

قرآن کریم نے یہ بات بیان فرمائی:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (المومنون:۱۱۵)

''کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے ویسے ہی بیکار تمہیں پیدا کر دیا ہے، اور تم ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آؤ گے؟'' سارا کارخانہ دنیا کا اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ اس میں انسانوں کا امتحان مقصود ہے، کون ہے جو ہمارے حکم کے مطابق چلتا ہے؟ اور کون ہے جو ہمارے حکم کے خلاف چلتا ہے؟ جو حکم کے مطابق چلے گا اس کے لئے کوئی صلہ ہونا چاہئے، اس کے لئے کوئی انعام ہونا چاہئے، اور جو ہمارے حکم کے خلاف چلتا ہے، اس کے لئے کوئی سزا ہونی چاہئے، تو اگر آخرت نہ ہو، یہ حساب و کتاب نہ ہو، تو سب بھیڑ بکری برابر ہو جائیں، ایسا نہیں ہو سکتا، بلکہ ایک دن ایسا ہونا چاہئے جس میں اچھے کام کرنے والوں کو ان کے کام کا صلہ ملے، اور برا کام کرنے والوں کو ان کی برائی کی سزا ملے، اس لئے ہم نے یہ آخرت کا دن رکھا ہے۔

کیا یہ دنیا ہی سب کچھ ہے؟

یہ بھی قرآن کریم نے جا بجا بتایا کہ تم نے تو اسی دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے، جیسا کہ کافر کہا کرتے تھے:

مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ (الجاثیة:۲۴)

''بس یہ ہماری دنیاوی زندگی ہے، اسی میں ہم مرتے ہیں، اسی میں جیتے ہیں، اور ہم کو صرف زمانے کی گردش سے موت آجاتی ہے'' نتیجہ یہ ہے کہ ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ میں بس اپنی دنیا بہتر بنالوں، چنانچہ وہ اپنی دنیا بہتر بنانے کے لئے جائز

ناجائز، حلال حرام کی تمیز مٹا دیتا ہے۔ بقول شخصے:

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

''اے بابر! خوب عیاشی کر لو اس واسطے کہ دوبارہ کوئی زندگی آنے والی نہیں''، جن لوگوں کے دل سے آخرت کی فکر مٹ جاتی ہے، جو آخرت پر معاذ اللہ ایمان نہیں رکھتے، وہ بس دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، دنیا کے اندر جو کچھ کر رہے ہیں، اسی کے لئے دوڑ دھوپ کرتے رہتے ہیں۔

یہ دنیا چند روزہ ہے

لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے بتایا ہے کہ جب آخرت میں پہنچو گے تو وہاں جب دنیا کا تصور آئے گا تو ایسا محسوس ہوگا کہ:

لَمْ يَلْبَثُوٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ (الاحقاف:۳۵)

وہاں جاکر ایسا معلوم ہوگا کہ دنیا کی ساری زندگی دن کا ایک گھنٹہ تھی، بس جب اس دنیا کا تصور آئے گا کہ دنیا میں کیا کرتے رہے؟ تو ایسا لگے گا کہ بس دنیا میں ایک گھنٹہ گزارا ہے، یہ دنیا کی زندگی اتنی مختصر معلوم ہوگی، اس آخرت کی ابدی زندگی کے مقابلے میں، تو اس دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ چند روزہ ہے، چالیس سال جی لئے، بہت جی لئے ساٹھ سال، ستر سال، اسی سال نوے سال، سو سال زیادہ سے زیادہ، لیکن وہ آخرت کی زندگی لامحدود ہے، جس کی کوئی حد ونہایت نہیں، وہاں جاکر جب دنیا کا تصور آئے گا تو ایسا لگے گا کہ دن کا ایک تھوڑا سا حصہ گزارا ہے ہم نے، اور بس ختم ہوگئی، گویا کہ تم اس دنیا کے لئے تو سب دوڑ دھوپ کر رہے ہو جو ایک گھنٹہ سے زیادہ کی حقیقت نہیں رکھتی، لیکن وہ آخرت ابدی زندگی ہے، اور قرآن کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان کو اس ابدی زندگی کی بہبود کی طرف متوجہ کر، لہٰذا اس آخرت کو بنانے کی فکر کرو۔

دنیا کے لئے بس اتنا کام کرو

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آپ نے فرمایا:
اِعْمَلْ لِدُنْیَاکَ بِقَدْرِ بَقَائِکَ فِیْھَا، وَاعْمَلْ لِلْآخِرَۃِ بِقَدْرِ بَقَائِکَ فِیْھَا
''دنیا کے لئے اتنا کام کرو جتنا دنیا میں رہنا ہے، اور آخرت کے لئے اتنا کام کرو جتنا آخرت میں رہنا ہے'' یہ نہیں کہ سارا کام تم نے تھوڑے دنوں کی زندگی کے لئے تو کرلیا اور آخرت کے لئے کچھ نہیں کیا، تو یہ حقیقت ہے جو قرآن کریم کی سورۃ الفاتحہ کی تیسری آیت میں اس کو واضح فرمایا گیا ہے کہ باری تعالیٰ مالک ہے یوم جزاء کا، یہاں تو کوئی کسی چیز کا مالک بنا بیٹھا ہے، کوئی کسی چیز کا مالک بنا بیٹھا ہے، لیکن وہاں یہ ساری ملکیتیں ختم ہو جائیں گی، اور تمہارے اعمال ہی ساتھ جائیں گے، اعمال ہی دیکھے جائیں گے کہ کیا اعمال کر کے آئے ہو دنیا میں، اس کے مطابق فیصلہ ہوگا، لہٰذا آج ہی اس دنیا میں رہتے ہوئے اس روز جزاء کا تصور کرلو، اور اس کی کچھ تیاری کرلو، اس کے مطابق زندگی گزار لو، یہ ہے پیغام اس تیسری آیت کا، اس میں تھوڑی اور بھی تفصیل ہے، لیکن اب وقت ختم ہو چکا ہے، انشاء اللہ اگر اللہ نے زندگی دی تو آئندہ بیان میں اس کی تفصیل عرض کردوں گا، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ہمیں آخرت کی فکر عطا فرمائے، اور دنیا میں رہتے ہوئے اس دنیا کو آخرت کا ذریعہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ہمیں جب وہاں پر لے جائے تو سرخروئی کے ساتھ لے جائے اور اپنی رضامندی کے ساتھ لے جائے، اور ان لوگوں میں ہمیں شامل فرمائے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کے مقامات رکھے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

یہ دنیا آخری منزل نہیں

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ دنیا آخری منزل نہیں

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۵)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَ اَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ، وَاَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ سَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا کَثِیۡرًا۔ اَمَّا بَعۡدُ! فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾ اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ مَوۡلَانَا الۡعَظِیۡمُ، وَصَدَقَ رَسُوۡلُہُ النَّبِیُّ الۡکَرِیۡمُ، وَنَحۡنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیۡنَ وَالشّٰکِرِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ۔

بزرگانِ محترم و برادران عزیز! کچھ عرصہ سے سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا بیان چل رہا ہے، اس سے پہلے تین آیتوں کا بیان ہوا، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ، پہلی آیت، الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، دوسری آیت، مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ، تیسری آیت۔

پہلی آیت میں توحید کی طرف اشارہ

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور توحید کی طرف اشارہ ہے کہ جو ذات تمام جہانوں کی پرورش کر رہی ہے اور تمام جہانوں کا انتظام اس نے کیا ہے، وہی اس کی خالق ہے، وہی اس کی مالک ہے، وہی اس کی منتظم ہے، تو ظاہر ہے کہ عبادت کے لائق بھی تنہا وہی ذات ہوگی، کوئی اور نہیں، تو الحمد للہ رب العالمین میں توحید کی طرف اشارہ ہے۔

دوسری آیت میں رسالت کی طرف اشارہ

دوسری آیت ہے، الرحمٰن الرحیم، اس میں اسلام کے دوسرے عقیدے یعنی رسالت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انسانوں کی ہدایت کے لئے پیغمبر بھیجتے ہیں، جن کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا، اور حضور نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اس کی تکمیل ہوئی، کیونکہ باری تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہیں، لہٰذا اس کی رحمت کا یہی تقاضہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو دنیا میں اندھیرے میں نہ چھوڑے، بلکہ ان کی ہدایت اور ان کی راہنمائی کا ضرور انتظام کرے، اور ہدایت اور راہنمائی کا انتظام یہی ہے کہ اس نے پیغمبروں کا سلسلہ جاری فرمایا، جن کے ذریعہ ہدایت کی باتیں اپنے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔

تیسری آیت میں آخرت کا بیان

تیسری آیت ہے" مالک یوم الدین" جس کا بیان چل رہا تھا، اس میں اسلام کے تیسرے بنیادی عقیدے یعنی آخرت کا بیان ہے کہ باری تعالیٰ مالک ہے

اس یوم الدین کا یعنی حساب کے دن کا، جیسا میں نے پچھلے بیان میں عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ مالک تو آج بھی ہے ہر چیز کا، لیکن یہاں اس کائنات میں، اس دنیا میں ظاہری ملکیتیں کچھ انسانوں کو بھی عطا کر رکھی ہیں، کوئی کہتا ہے کہ میں اس لباس کا مالک ہوں، میں اس مکان کا مالک ہوں، میں اس گاڑی کا مالک ہوں، تو ظاہری ملکیتیں یہاں بھی موجود ہیں، اور حکمرانی ظاہری طور پر دنیا میں موجود ہے کہ انسان حکمران ہوتے ہیں، کوئی صدر مملکت ہے، کوئی بادشاہ ہے، کوئی وزیر اعظم ہے۔

ساری حکمرانیاں اور ملکیتیں ختم ہونے والی ہیں

لیکن مالک یوم الدین فرما کر یہ ارشاد فرمایا گیا کہ قیامت کے دن جو یوم حساب آنے والا ہے، اس دن یہ ساری ملکیتیں ختم ہو جائیں گی، اس دن کوئی کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا، یہاں تک کہ قرآن کریم میں آتا ہے:

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ (سورة الانبياء: ١٠٤)

جیسے ہم نے تمہیں ابتداء میں پیدا کیا تھا، جب تم دنیا میں آئے تھے، کوئی چیز تمہاری ملکیت میں نہیں تھی، یہاں تک کہ لباس بھی نہیں تھا، ننگے تڑنگے آگئے تھے، کوئی چیز تمہارے پاس نہیں تھی، کسی چیز کے تم مالک نہیں تھے، جس طرح ہم نے تم کو اس وقت اس طرح پیدا کیا تھا کہ کوئی چیز تمہاری ملکیت میں نہیں تھی، اسی طرح جب آخرت میں اٹھایا جائے گا تو اس وقت بھی کوئی ملکیت تمہاری نہیں ہوگی، نہ روپیہ، نہ پیسہ، نہ کپڑا، نہ مکان، نہ سواری اور نہ کوئی اور چیز، تن تنہا چلے آؤ گے، اور یہ جتنی بادشاہتیں نظر آتی ہیں، جتنی حکمرانیاں نظر آتی ہیں کہ کوئی اپنے آپ کو صدر بنائے

بیٹھا ہے، کوئی اپنے آپ کو بادشاہ کہتا ہے، کوئی اپنے آپ کو وزیر اعظم کہتا ہے، یہ ساری بادشاہتیں اور حکمرانیاں بھی ختم ہو جائیں گی، اس دن کوئی بادشاہ نہیں ہوگا، کوئی صدر نہیں ہوگا، کوئی وزیر اعظم نہیں ہوگا۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (سورة الزمر:١٦)

قرآن کریم فرماتا ہے کہ باری تعالیٰ اس وقت آواز لگائیں گے ''بتاؤ آج بادشاہت کس کی ہے؟'' پھر خود ہی اللہ تعالیٰ جواب دیں گے:

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (سورة الزمر:١٦)

''ایک اللہ کی بادشاہت ہے جو سب پر غالب ہے'' تو مالک یوم الدین کے معنی یہ ہیں کہ اس دن ملکیت تن تنہا اللہ ہی کی ہوگی، ظاہری ملکیتیں بھی جو دنیا میں نظر آتی ہیں ختم ہو جائیں گی۔

تمہارے قول وفعل کا حساب ہوگا

قرآن کریم کی سب سے پہلی سورۃ میں لوگوں کو یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ ذرا اس دنیا میں دھیان سے رہو، ایک دن ایسا آنے والا ہے جب تمہارے ہر قول وفعل کا حساب لیا جائے گا، یہ مت سمجھو کہ منہ سے جو بات نکال دی، ہوا میں اُڑ گئی، نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (سورہ ق:١٨)

انسان جو لفظ بھی منہ سے نکالتا ہے اس کو لکھنے والا موجود ہے، آج تو ٹیپ ریکارڈر آگیا، لوگوں کی سمجھ میں آسانی سے آسکتا ہے کہ ایک ایک لفظ ریکارڈ ہو رہا

ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے چودہ سو سال پہلے فرمایا تھا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ سب ہمارے یہاں محفوظ ہے۔ اگر جھوٹ بولا، یا غیبت کی، یا برا بھلا کہا کسی کو، یا کسی کا دل دکھایا تو یہ سب باتیں ہمارے ہاں محفوظ ہیں، اور کوئی اچھی بات کہی ہے، اللہ کا ذکر کیا ہے، کسی کو آرام پہنچایا ہے، کسی کی مدد کی ہے، وہ بھی ہمارے ہاں محفوظ ہے، اور ان سب کا حساب ہونے والا ہے، قیامت کے دن سب سامنے آجائے گا۔

وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِراً (سورۃ الکھف:۴۹)

''جو کچھ عمل کیا تھا دنیا میں وہ سب تمہارے سامنے آکر موجود ہو جائے گا''

ساری فلم چل جائے گی کہ دنیا میں کیا ہوا تھا، اور کس وقت پر کیا عمل کیا تھا، اس سب کا حساب دینا ہوگا، جواب دینا ہوگا، یہ ہے عقیدۂ آخرت۔

دنیا سے ایک دن جانا ہے

یہ نہ سمجھو کہ بس دنیا میں جی لئے، جس طرح بھی جی لئے، جیسے کافروں کا یہ کہنا ہے کہ:

مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيٰ (سورۃ الجاثیۃ:۲۴)

''یعنی بس یہ دنیا ہی کی زندگی ہے، ہم یہیں جیتے اور ہم یہیں مرتے ہیں'' یہ دنیا کی زندگی تو مختصر سی زندگی ہے، زیادہ سے زیادہ ساٹھ سال، ستر سال، اسی سال، نوے سال، بہت ہوگئی تو سو سال، اور زیادہ ہوگئی ایک سو دس سال یا ایک سو بیس سال، لیکن ایک زندگی ایسی آنے والی ہے، جو ہمیشہ کی ہے اور وہاں جا کر پتہ

لگے گا کہ قرآن کریم فرماتا ہے:

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْآ اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا (سورۃ النازعات: ۴۶)

جب قیامت کے دن کو دیکھ لیں گے، اس کی وسعتیں نظر آئیں گی، تو دنیا میں جتنے دن رہے تھے اس کے بارے میں یہ کہیں گے کہ بھئی جتنے دن دنیا کے تھے وہ ایک شام تھی، یا ایک صبح تھی، ساری دنیا کی زندگی چند گھنٹے کی نظر آئے گی کہ بس چند گھنٹے دنیا میں رہ کر آگئے، اصل زندگی تو اب ہے، وہ زندگی آنے والی ہے، تو مالک یوم الدین میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو اس دن کی طرف توجہ دلائی ہے۔

سورۃ الفاتحہ میں رحمت والی صفات

جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ میں اپنی جو صفتیں بیان کی ہیں، سب رحمت والی صفتیں ہیں، رب العالمین، باری تعالیٰ پالنے والا ہے تمام جہانوں کا، رحمٰن ہے، اس کی رحمت سب پر چھائی ہوئی ہے، رحیم ہے، اس کی رحمت بڑی زبردست ہے، یہ صفتیں بیان کی ہیں، لیکن غصے والی صفتیں، عذاب والی صفتیں بیان نہیں فرمائیں، کیونکہ باری تعالیٰ ہی کا ارشاد ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت فرمایا کہ:

سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ عَلٰى غَضَبِيْ

''میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہے'' تو یہاں رحمت کی صفات بیان فرمائی ہیں، لیکن مالک یوم الدین فرما کر توجہ دلا دی کہ رحمت تو بے شک ہے میری بندوں پر، لیکن ذرا خیال رکھنا کہ اگر تم نے دنیا کے اندر کوئی غلط کام کئے تو میں

حساب بھی لینے والا ہوں، اور حساب دینے کے نتیجے میں تم بچ کے نہیں جا سکتے، باری تعالیٰ کے قہر سے، یہاں تو سفارش بھی کام آجاتی ہے، رشوت بھی کام آجاتی ہے، یہاں تو تعلقات بھی کام آجاتے ہیں، لیکن وہاں:

لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ (سورۃ الانعام:۵۱)

''اللہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے وہاں پر بچانے والا، اور نہ سفارش کرنے والا'' یہ عقیدۂ آخرت ہے، جو درحقیقت قرآن کریم ہمارے دلوں میں پیوست کرنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیج تو دیا اور ایسی دنیا میں بھیج دیا جس میں رنگینیاں پھیلی ہوئی ہیں۔

یہ دنیا تمہاری آخری منزل نہیں

لیکن قرآن کریم کے ذریعہ، پیغمبروں کے ذریعہ وہ بار بار یاد دلاتا ہے کہ یاد رکھو کہ یہ دنیا تمہاری آخری منزل نہیں ہے، یہ دنیا تمہارا مقصد زندگی نہیں ہونا چاہئے، یہ دنیا تو تمہارے سفر کا ایک مرحلہ ہے، ایک آزمائش کی جگہ ہے، لہٰذا ہر قدم پر یاد رکھو کہ ایک دن وہ بھی آنے والا ہے، آخرت کا دن، اور میرے بھائیو! درحقیقت یہی عقیدۂ آخرت ہے، جو انسانوں کو گناہوں سے، جرائم سے، ناانصافیوں سے، ظلم و ستم سے بچاتا ہے، اگر دل میں آخرت کی فکر ہو، اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس ہو، جس کو قرآن تقویٰ کہتا ہے، تو اس صورت میں انسان گناہ کے پاس بھی نہیں جائے گا، کسی پر ظلم نہیں ڈھائے گا، کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرے گا، کیونکہ اس کو پتہ ہے کہ اگر ناانصافی کروں گا تو آخرت میں مجھے بہت

سنگین عذاب کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، نبی کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی عقیدہ صحابہ کے دلوں میں پیوست فرمایا، صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آخرت کی باتیں اس طرح تفصیل سے بتائیں کہ ہمیں ہر وقت یہ لگتا تھا کہ ہم آخرت کو ہر وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، جنت کو، جہنم کو، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیشی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اول تو گناہ سرزد نہیں ہوتا تھا، اور اگر سرزد ہوتا بھی تو فوراً توبہ کی، استغفار کی، اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت وشرمندگی کی توفیق ہو جاتی ہے، صحابہ کرام کا یہ معاملہ تھا۔

آج کی دنیا جرائم اور ظلم کی دنیا کیوں؟

آج دنیا میں جرائم کا بازار گرم ہے، ناانصافیوں کا بازار گرم ہے، ظلم وستم کی چکی میں لوگ پس رہے ہیں، وجہ کیا ہے؟ کہ آخرت کی فکر نہیں، آخرت کا دھیان نہیں، اگر کوئی چور چوری کرتا ہے تو کیوں کرتا ہے؟ اس لئے کرتا ہے کہ اگر اس کو پتہ ہوتا کہ چوری کے نتیجے میں مجھے کتنے زبردست عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ چوری نہ کرتا، کوئی شخص رشوت لیتا ہے تو کیوں لیتا ہے؟ اس واسطے کہ اس کو یہ فکر ہی نہیں کہ مرنے کے بعد میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے، اگر اس کو یہ پتہ ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ کِلَاھُمَا فِی النَّارِ

”رشوت لینے والا بھی اور رشوت دینے والا بھی دونوں جہنم میں ہیں“ اگر

اس بات کا پورا ایمان اس کے دل میں ہوتا، اگر اس بات کا اس کے دل میں دھیان ہوتا تو کبھی رشوت لینے کا اقدام نہیں کرتا، دوسرے کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والے، دوسروں کے ساتھ ناانصافیاں کرنے والے، دوسروں کا مال ہڑپ کر جانے والے، دھوکہ دینے والے، ملاوٹ کرنے والے، یہ سب کام نہ کریں اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے جوابدہی کا احساس پیدا ہو جائے، چونکہ صحابہ کرام کے دل میں یہ احساس پیدا ہو گیا تھا تو نتیجہ اس کا یہ تھا کہ اول تو گناہ ہوتا ہی نہیں تھا، اگر بھی غلطی سے ہو گیا تو خود اپنے اوپر سزا جاری کروانے کے لئے حاضر ہو جاتے تھے۔

ایک خاتون کا سبق آموز واقعہ

دیکھئے! ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آکر عرض کیا کہ ’’طَهِّرْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ‘‘ یارسول اللہ! مجھ سے گناہ ہو گیا ہے، مجھے پاک کر دیجئے، گناہ کیا ہو گیا ہے، بدکاری کا ارتکاب ہو گیا ہے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کر رہی ہیں کہ مجھ کو پاک کر دیجئے، مجھ پر سزا جاری کر دیجئے، جو شریعت میں اس عمل کی مقرر ہے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم منہ پھیر لیتے ہیں، وہ دوبارہ دوسری طرف سے آتی ہیں، پھر آکر اقرار کرتی ہیں، دوسری مرتبہ بھی رُخ پھیر لیتے ہیں، پھر آتی ہیں، یہاں تک کہ چار مرتبہ اقرار کر لیا کہ یارسول اللہ! جو سزا مقرر ہے مجھ پر جاری کر دیں، وہ سزا کیا تھی؟ یہ بھی معلوم تھا ان کو کہ پتھر مار مار کر سنگسار کر کے ہلاک کر دیا جائے گا، مگر اپنے آپ کو پیش کر رہی ہیں کہ یارسول اللہ! آخرت کے عذاب سے بچنے کے لئے دنیا کا یہ عذاب

جھیلنے کو تیار ہوں، لیکن آپ مجھے اس عمل سے پاک کر دیجئے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اب تم نے اقرار کرلیا تو سزا تو تمہارے اوپر جاری ہو سکتی ہے، لیکن ابھی تمہارے پیٹ میں بچہ ہے، اور قصور جو کچھ ہوا تم سے ہوا، بچہ سے نہیں ہوا، لہٰذا میں ابھی تمہارے اوپر سزا جاری نہیں کر سکتا، واپس جاؤ یہاں تک کہ تمہارے یہاں بچہ ہو جائے، بچہ بھی پھر تمہارے دودھ کا محتاج ہوگا، اس بچہ کو دودھ پلاؤ، اور پھر جب بچہ چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے اور دودھ کی ضرورت اسے باقی نہ رہے تو اس وقت دوبارہ میرے پاس آنا۔

بچے کے پیدائش کا انتظار

وہ خاتون چلی جاتی ہیں، نہ کوئی F.I.R درج ہوئی، نہ کوئی رجسٹر میں نام پتہ درج کیا گیا، نہ کوئی ضمانت طلب کی گئی، چلی جاتی ہیں اور بچہ کی پیدائش کا انتظار کرتی ہیں، بچہ پیدا ہوتا ہے، پیدا ہونے کے بعد اس کو دودھ پلاتی ہیں، دو سال تک دودھ پلاتی ہیں۔ آپ ذرا تصور کیجئے کہ اس واقعہ کو ڈھائی سال گزر گئے، اتنے دن گزرنے کے بعد تو آدمی کے جوش وخروش میں بھی کمی آجاتی ہے، وقتی طور پر ندامت کی وجہ سے آدمی کے دل میں جوش ہوتا ہے کہ اپنے اوپر کسی طرح سزا جاری کرالوں، لیکن ڈھائی سال گزرنے کے بعد یہ ندامت بھی ڈھیلی پڑ جاتی ہے، اور بچہ پیدا ہو چکا ہے، اور وہ بچہ ماں کے لئے ایک عجیب کشش کا باعث ہے کہ بچہ اس کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے، اور دل لبھا رہا ہے، اور کسی رجسٹر میں نام درج نہیں ہے، کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں کہ تم آؤ اور اپنے اوپر سزا جاری کرواؤ۔

اس خاتون کی استقامت

لیکن اس خاتون کی استقامت دیکھئے، ڈھائی سال کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں، میں نے وعدہ کیا تھا اور یہ بچہ میں لے آئی ہوں، اس میں کے منہ میں روٹی کا ٹکڑا ہے، جو اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اب اس کو میرے دودھ کی حاجت نہیں، اور اب میرے اوپر سزا جاری کر دیجئے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سزا جاری کی، یہاں تک کہ انہوں نے جان دیدی۔

نماز جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی

جب نمازہ جنازہ پڑھنے کا وقت آیا، تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ جو خاتون ہیں ان سے تو ایک بدکاری کا گناہ ہوا تھا، تو آپ اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھاتے ہیں؟ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر بے شک اس سے غلطی ہوگئی تھی، لیکن اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اس توبہ کا دسواں حصہ بھی پورے اہل مدینہ میں بانٹ دیا جائے تو سارے اہل مدینہ کی مغفرت ہو جائے۔

یہ آخرت کے عذاب کے خوف کا نتیجہ تھا

آپ اندازہ لگایئے! نہ رپورٹ ہے، نہ ضمانت ہے، نہ کچھ ہے، لیکن اپنے آپ کو خود پیش کر رہی ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ دل میں یہ فکر لگی ہوئی ہے کہ دنیا میں جو کچھ سزا مل جائے، تکلیف پہنچ جائے، مجھے گوارا ہے، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے

سامنے جب حاضر ہوں تو میرا دامن تمام گناہوں سے پاک ہو، اور مجھے انصاف دینے کا وقت آئے تو میرے پلڑے میں کوئی گناہ باقی نہ ہو، یہ فکر لگی ہوئی ہے، اس فکر آخرت نے جرائم اور ناانصافیوں کا اس طرح سد باب کیا، صحابہ کرام کی سیرتیں اٹھا کر دیکھئے، ایک ایک صحابی روشن ستارہ نظر آئے گا، عدل وانصاف کا، نیکی وتقوی کا، اس لئے کہ آخرت کی فکر دل میں سمائی ہوئی تھی، اسی آخرت کی فکر کی طرف سورۃ الفاتحہ کی تیسری آیت "مالک یوم الدین" توجہ دلا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے روز حساب کا، بے شک رب العالمین ہے، بیشک رحمٰن ہے، بیشک رحیم ہے، لیکن ساتھ ساتھ انصاف کرنے والا بھی ہے، لہٰذا آخرت میں تمہارے سارے اقوال و افعال کا حساب ہوگا، اس وقت کا مالک وہی ہوگا، کوئی وہاں اپنی ملکیت نہیں جتا سکتا، اس کے لئے ابھی سے تیاری کرو، تیاری کیسے کرو؟ اس کا طریقہ اگلی آیتوں میں بتایا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے توفیق دی تو انشاء اللہ اگلے جمعہ میں عرض کروں گا۔

﴿ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ﴾

اللہ کا حکم سب سے مقدم ہے

تفسیر سورۃ الفاتحہ (٦)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبد اللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کا حکم سب سے مقدم ہے

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۶)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ سَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا ۔ اَمَّا بَعۡدُ! فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾ اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ مَوۡلَانَا الۡعَظِیۡمُ، وَصَدَقَ رَسُوۡلُہُ النَّبِیُّ الۡکَرِیۡمُ، وَنَحۡنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیۡنَ وَالشّٰکِرِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ ۔

تین آیات تین عقیدے

بزرگانِ محترم و برادران عزیز! سورۃ الفاتحہ کی تفسیر کا بیان کچھ عرصے سے

چل رہا ہے، اوراب تک سورۂ فاتحہ کی تین آیتوں کا بیان ہوا ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ '' جیسا کہ میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ ان تین آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام کے تین بنیادی عقیدوں کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے، الحمد للہ رب العالمین کے معنیٰ یہ ہیں کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اس سے خود بخود یہ بات نکلتی ہے کہ جب وہ سارے جہانوں کا پروردگار ہے تو تنہا وہی ہے جو خدا ہے، تنہا وہی ہے جو معبود ہے، اس کے ساتھ کوئی اور معبود شریک نہیں، تو اس سے توحید کا عقیدہ نکلتا ہے۔

دوسری آیت میں فرمایا کہ '' اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ '' اللہ تبارک وتعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے، سب پر رحم کرنے والا ہے، بہت رحم کرنے والا ہے، اس کی رحمت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ انسان کو دنیا میں بھیج کر اندھیرے میں نہ چھوڑے، بلکہ اس کو یہ بتائے کہ اس کو اس دنیا میں کس طرح زندگی گزارنی ہے، اور اسی کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کا سلسلہ جاری فرمایا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھیجے، ان پر کتابیں اتاریں تاکہ ان کے ذریعہ انسان کو بتایا جائے کہ دنیا میں اسے کس طرح زندہ رہنا ہے، لہٰذا اس دوسری آیت سے رسالت کا عقیدہ نکلتا ہے۔

تیسری آیت ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ '' میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یوم حساب کا مالک ہے، اس دن کا مالک ہے جس دن تمام انسانوں کے اعمال کا حساب ہوگا، محاسبہ ہوگا اس میں آخرت کا عقیدہ بیان فرمایا گیا کہ یہ زندگی جس میں تم وقت گزار رہے ہو یہ

ایسا نہیں ہے کہ یہیں جی کر، سو کر، کھا کر اور پی کر معاملہ ختم ہو جائے، بلکہ ایک وقت آنے والا ہے کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی آنے والی ہے، دائمی زندگی ہے، ختم ہونے والی نہیں ہے، اور اس زندگی میں اللہ تعالیٰ تم سے اس دنیا کی زندگی میں کئے ہوئے کاموں کا حساب لیں گے، یہ نہ سمجھو کہ جو تم کھا رہے ہو، جو کچھ کر رہے ہو، زبان سے جو بات نکال رہے ہو، وہ ہوا میں اُڑ کر فنا ہو جاتی ہے، ایسا نہیں ہے، بلکہ قرآن کریم نے فرمایا:

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ، مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (سورۃ ق: ۱۷)

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو فرشتے مقرر ہیں، ایک دائیں جانب اور ایک بائیں جانب بیٹھا ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو، سب اللہ تعالیٰ کے ہاں ریکارڈ ہو رہا ہے، اور انسان اپنی زبان سے کوئی بھی بات نکالے مگر اس کے سامنے ایک نگہبان مقرر ہے جو ہر وقت اس کی بات کو ریکارڈ کرنے کے لئے تیار ہے، جو لفظ اس نے زبان سے نکالا ہے، جو بات کہی ہے، اس کو وہ ریکارڈ کر رہا ہے، اور آخرت میں جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچو گے، اس کے بارے میں قرآن کریم کہتا ہے کہ:

وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا (بنی اسرائیل: ۴۹)

یعنی جو کچھ عمل کیا تھا سب اپنے سامنے موجود پاؤ گے، جو کچھ عمل کیا تھا بالغ ہونے سے لے کر مرتے دم تک وہ سارے کے سارے تمہارے سامنے آموجود ہوں گے، اس کی فلم دکھا دی جائے گی کہ کیا کیا کرتے رہے ہو؟ جو عمل مجمع میں کیا تھا

وہ بھی، اور جو عمل تنہائی میں کیا تھا وہ بھی، سب دکھا دیا جائے گا:

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (بنی اسرائیل: ۴۹)

اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا، جیسے اعمال ہوں گے، ویسا ہی انجام بھی ہوگا، جو کچھ یہاں پر بوگے وہی وہاں پر کاٹو گے، تو یہ آخرت کا عقیدہ ہے، جس کی طرف مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا لفظ استعمال کر کے اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے، ایک وقت آئے گا جب تمہیں اپنے قول و فعل کا حساب دینا ہوگا، لہٰذا اپنا ہر کام کرتے وقت دھیان رکھو کہ کسی وقت اس کا جواب دینا ہے، لہٰذا اللہ ہی کے احکام کے مطابق اس کی دی ہوئی تعلیمات کے مطابق، اس کے بیان کئے ہوئے آداب کے مطابق اس دنیا میں زندہ رہنا ہے۔

ان سب پر عمل کیسے ہوگا؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اتنا بڑا فریضہ ہمارے اوپر ڈال دیا گیا کہ دنیا میں زندہ رہو تو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق رہو، حلال طریقے سے رہو، حرام سے پرہیز کرو، فرائض و واجبات بجالاؤ، پانچ وقت نماز پڑھو، رمضان کا مہینہ آئے تو روزہ رکھو، اگر مالدار ہو تو زکوٰۃ ادا کرو، حج کرو، اور جھوٹ نہ بولو، غیبت نہ کرو، حرام طریقے سے مال نہ کھاؤ، رشوت نہ لو، رشوت نہ دو، سود نہ کھاؤ، اتنی ساری پابندیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں رہنے والوں کے لئے عائد کی ہیں، یا اللہ! یہ کیسے ہوگا؟ کیسے ہم اس کی پابندی کر پائیں گے، اس کا جواب اگلی آیتوں میں ہے:

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ

یعنی اے پروردگار! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، یعنی ہم ایمان تو لے آئے آپ کی توحید پر بھی، اس بات پر بھی کہ ایک دن مرنے کے بعد آپ کے پاس پیش ہونا ہے، اور اب عبادت بھی آپ ہی کی کرتے ہیں، بات کسی اور کی نہیں مانیں گے سوائے آپ کے، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ جو ہم کہہ رہے ہیں کہ عبادت آپ ہی کی کریں گے، کسی اور کی نہیں کریں گے، یہ ہمارے بس میں نہیں ہے جب تک کہ آپ کی مدد شامل حال نہ ہو، جب تک آپ کی توفیق شامل حال نہ ہو ہم یہ نہیں کر سکتے، لہٰذا عبادت تو آپ ہی کی کریں گے، لیکن جب ہم کارزارِ حیات میں داخل ہوں گے تو ہمیں قدم قدم پر مشکلات محسوس ہوں گی، یا اللہ اس حکم پر کیسے عمل کریں؟ فلاں حکم پر کیسے عمل کریں؟ تو اس کا نسخہ بھی یہی ہے کہ جب کبھی مشکل ہو تو ہمارے پاس آجاؤ، ہم سے مدد مانگو، اور یہ کہو إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

عبادت کا مفہوم

إِيَّاكَ نَعْبُدُ کے معنی کیا ہیں؟ یا اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، عبادت کے کیا معنی ہیں؟ عبادت کے معنی ہیں بندگی، بندگی کو یوں سمجھ لو جیسے غلامی، یعنی یا اللہ ہم تیری ہی غلامی کریں گے، تیرے سوا کسی اور کی غلامی نہیں کریں گے، کیا معنی؟ کہ جب تجھے ہم نے اپنا خالق مانا، اپنا مالک مانا، اپنا پروردگار مانا، اپنا معبود مانا تو

بس تیری ہی ذات ہے جو تنہا واجب الاطاعت ہے، جس کی اطاعت، جس کی فرمانبرداری ہم نے اپنے اوپر لازم کرلی ہے، جس دن یہ کہا تھا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو یہ اقرار کرلیا تھا کہ اے اللہ اطاعت اور فرمانبرداری تنہا تیرا حق ہے، تیرے سوا کسی کی فرمانبرداری نہیں، تو اِیَّاكَ نَعْبُدُ کہنا درحقیقت اس بات کا اعلان ہے کہ ہم آپ ہی کی بات مانیں گے، اور اگر کسی اور نے ہمیں کوئی ایسا کام کرنے کو کہا جو آپ کے حکم کے خلاف ہو، اس کو چھوڑ دیں گے، آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے، چاہے وہ کہنے والا بادشاہ ہو، یا سربراہ حکومت ہو، صاحب اقتدار ہو، اپنا کوئی قریبی عزیز ہو، بیوی ہو، بچہ ہو، باپ ہو، ماں ہو۔

اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہوسکتی

اور اسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس طرح تعبیر فرمایا کہ

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ

ترجمہ: اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جو شخص تم پر امیر بنا دیا جائے اس کی اطاعت کرو، اس کی فرمانبرداری کرو، جو حکم وہ دے اس کے مطابق عمل کرو، لیکن ساتھ ساتھ یہ فرمایا کہ اطاعت معروف یعنی نیکی میں ہے، اگر وہ کسی ایسی بات کا حکم دیتا ہے جو اللہ کے حکم کے خلاف ہو، تو پھر اس کی اطاعت نہیں، پھر اس کی فرمانبرداری نہیں ہے، صرف ان کاموں میں اطاعت ہے جو اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیے ہیں، یا وہ اللہ کے حکم کے مطابق ہیں، اسی طرح بیوی کو حکم دیا کہ شوہر کی اطاعت کرے، لیکن اگر شوہر کسی

ایسی بات کا حکم دے جو گناہ ہے تو بیوی کے ذمہ اطاعت نہیں ہے، وہ کہہ سکتی ہے کہ میں اللہ کی اطاعت کروں گی، تمہاری نہیں کروں گی، اولاد کو حکم دیا گیا کہ والدین کی اطاعت کرو، لیکن اگر والدین ناجائز بات کا حکم دینے لگیں تو اس میں والدین کی اطاعت نہیں ہے۔

والدین اور شوہر کی اطاعت میں دھوکہ

یہاں بہت سے لوگوں کو دھوکہ لگ جاتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کی اطاعت کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے شوہر کی اطاعت کا حکم دیا ہے، تو اگر وہ کوئی بات کہیں، چاہے وہ جائز ہو یا ناجائز ہو، ہمیں ماننی چاہئے، یہ بالکل غلط بات ہے، اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے دعوی کے خلاف ہے، کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی اطاعت کرنے لگیں، اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بالا دست قرار دیا جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک والدین کی اطاعت کرو، قرآن کریم میں آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مکہ مکرمہ میں ایسی بہت سی صورتیں پیدا ہوئی تھیں کہ اولاد مسلمان ہوگئی، اور ماں باپ کافر تھے، اور یہاں تک نوبت آگئی کہ بعض جگہوں پر ماؤں نے یہ کہہ دیا بیٹے سے کہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو چھوڑ دے، اور ہمارے دین میں واپس آجا، اور جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا انکار نہیں کرے گا، اس وقت تک میں کھانا نہیں کھاؤں گی، بھوک ہڑتال کردی، کہ اگر تو واپس نہیں آتا تو بھوک ہڑتال ہے، کھانا نہیں کھاؤں گی، وہ اولاد حاضر ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یا رسول

اللہ اس مشکل میں پھنس گئے ہیں، ماں باپ یوں کہہ رہے ہیں، ایک طرف اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، ہم کیا کریں؟ تو قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسٰنًا، حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَّ حَمْلُهُ وَ فِصٰلُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (سورة الاحقاف: ۱۵)

ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، اس کی ماں نے اس کو مشقت سے اٹھایا تھا، اور مشقت سے جنم دیا تھا، اور اس کو حمل میں رکھنا، اور اس کو دودھ پلانا تیس مہینے اس مشقت میں ماں نے گزارے ہیں، تو یہ ماں کا حق ہے، کہ اس کا احترام کیا جائے، اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

والدین کی اطاعت کی حد

اس کے بعد دوسری جگہ میں فرمایا:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورة العنکبوت: ۸)

بے شک ہم نے حکم دیا ہے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا، لیکن اگر وہ تمہیں زبردستی کریں، اور تمہیں یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراؤ اس بات میں ان کی فرمانبرداری مت کرنا، لیکن دنیا میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے رہو، ان کی خوش آمد درآمد بھی کرتے رہو، ان کی خدمت بھی کرتے رہو، ان کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آؤ، ان کو برا بھلا مت کہو، ان کو حتی الامکان تکلیف پہنچانے سے بھی بچو، لیکن کفر و شرک کے کاموں میں اطاعت ان کی نہیں

کرنی، اطاعت اللہ کی ہے، تو اِیَّاكَ نَعْبُدُ کے معنی یہ ہیں کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تیری غلامی کرتے ہیں، کسی اور کی غلامی نہیں کرتے، اگر کوئی شخص اللہ کی غلامی چھوڑ دے، اللہ بچائے العیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے (آمین) اللہ کی غلامی سے اپنے آپ کو نکالنا چاہے تو ہزاروں انسانوں اور مخلوقات کی اس کو غلامی کرنا پڑتی ہے۔

اللہ کی غلامی اختیار کرلو

اور جب اللہ کی غلامی اختیار کرلی، پھر سوائے اللہ کے کسی اور کی غلامی نہیں ہے، اقبال نے بڑی اچھی بات کہی ہے:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

ایک سجدہ جو اللہ تعالیٰ کے سامنے کرلیا، اس کے بعد پھر ہزار سجدوں سے نجات مل جاتی ہے، پھر پیشانی سوائے اس کی بارگاہ کے نہ کہیں جھکتی ہے اور نہ کہیں ٹکتی ہے، یہ معنی ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ کے، تو جب اللہ کا حکم آجائے تو پھر کسی کی اطاعت نہیں، پھر صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی اطاعت ہے، اسی کی فرمانبرداری ہے، تو اِیَّاكَ نَعْبُدُ جو ہم ہر نماز میں بلکہ ہر رکعت میں پڑھتے ہیں، اس کے اندر ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی غلامی کا اقرار کرتے ہیں۔

یہ جھوٹا اقرار تو نہیں کررہے ہیں!

ذرا دیکھو یہ ہمارا اقرار کس حد تک سچا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ جب اللہ

تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں نماز کے اندر کھڑے ہوتے ہوتو جھوٹ بولتے ہوں، کہ یا اللہ! ہم تیری ہی عبادت کر رہے ہیں، جبکہ حقیقت میں عبادت کر رہے ہیں شیطان کی، عبادت کر رہے ہیں خواہشات نفس کی، عبادت کر رہے ہیں مخلوق کی، عبادت کر رہے ہیں ناجائز باتوں کا حکم دینے والوں کی عبادت کر رہے ہیں، اور اللہ کے سامنے آکر کہہ رہے ہیں کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ یعنی یا اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، یہ جھوٹا اقرار نہ ہو، ہم میں سے ہر شخص کو گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا چاہئے کہ کہیں ہماری عبادت غیر اللہ کے لئے تو نہیں ہو رہی ہے۔

عبادت کے کیا معنیٰ؟

دیکھو عبادت صرف یہی نہیں ہے کہ اس کے آگے سجدہ کیا جائے، عبادت کے معنی یہ ہیں کہ اس کے سوا کسی کو بھی انسان واجب الاطاعت نہ سمجھے، اور جب کہیں ٹکراؤ ہو جائے تو اللہ کی بات کو ترجیح دے، اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترجیح دے اور کسی کو نہیں، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا عجیب مخلوق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے پیدا فرمائی تھی، کہ بری بری عادتیں دل میں گھر کی ہوئی تھیں، طبیعت میں جم گئی تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا تو فوراً ان کو خیر آباد کہہ دیا۔

شراب کی عادت

دیکھو شراب کی جب عادت کسی کو پڑ جاتی ہے، لت لگ جاتی ہے، تو اس کو چھوڑنا مشکل ہوتا، آج کل تو ہم لوگ کوئی سگریٹ کا عادی بن جاتا ہے، کوئی پان

تمباکو کا عادی بن جاتا ہے، کوئی نسوار کا عادی بن جاتا ہے، اس کو چھوڑنا کتنا مشکل لگتا ہے، لیکن شراب کی لت تو ایسی ہے العیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو محفوظ رکھے کہ اگر وہ لگ جائے تو چھوڑنا بہت مشکل ہوتا ہے، شراب کی فطرت میں ہے کہ یہ انسان کو اپنا ایسا محتاج بنا دیتی ہے کہ جب تک اللہ بچائے وہ پی نہ لے اس کو چین نہیں آتا، غالب کہتا ہے:

چھوٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

یورپ میں شراب پر پابندی کا نتیجہ

یہ سن ۱۹۲۲ء کی بات ہے، کہ یورپ میں لوگوں کو احساس ہوا کہ یہ بڑی مضر ہے، بڑی خطرناک چیز ہے، لوگوں کی صحت کو خراب کر دیتی ہے، اس کی وجہ سے حادثات ہوتے ہیں، اور پتہ نہیں کیا کچھ ہوتا ہے، انہوں نے کیا کیا کہ ایک قانون بنا دیا کہ شراب بند ۱۹۲۲ء میں باقاعدہ قانون نافذ کیا گیا کہ شراب بند، کوئی شراب نہیں پیئے گا، اب قانون تو ہو گیا، اب قانون بننے کا مطلب کیا ہے؟ کہ پولیس اس کی نگرانی کرے، اور قانون نافذ کرنے والی ایجنسیاں اس کی دیکھ بھال کریں، لوگوں نے پولیس کے سامنے تو شراب پینی چھوڑ دی، قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کے سامنے چھوڑ دی، لیکن اپنے گھروں میں بھٹیاں بنالیں، گھروں میں بھٹیاں بن رہی ہے، اور شراب کشی ہو رہی ہے، اور لوگ پی رہے ہیں، پہلے تو کارخانوں میں شراب بنتی تھی، اور کارخانوں میں بننے کی صورت میں صفائی ستھرائی کا اہتمام ہو جاتا تھا، لیکن اب گھر کے اندر بننے لگی، تو اس میں گندگی پیدا ہو گئی، اور

اس میں اور زیادہ مضرتیں پیدا ہونے لگیں، لیکن چھوڑی ایک فرد نے بھی نہیں، کیونکہ قانون کا ڈنڈا انسان کو مجمع کے اندر تو گناہ کرنے سے روک سکتا ہے، لیکن جنگل کی تنہائی میں اور رات کی تاریکی میں اس کے اوپر کون پہرہ دے گا؟ وہ پہرہ بٹھانے والی چیز تو ایک ہی ہے، اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس، جو انسان کو جنگل کی تنہائی میں بھی اور رات کی تاریکی میں بھی اس کے دل پر پہرے بٹھاتا ہے، اور وہ موجود نہیں تھا تو نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ ہی عرصہ کے بعد یہ کہہ کر قانون واپس لینا پڑا کہ ہم فیل ہو گئے، ہم شراب بند نہیں کروا سکتے۔

اہل عرب اور شراب

آیئے! اب عرب کی طرف، جس معاشرے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے، وہاں شراب کا یہ عالم تھا کہ شراب ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، وہ اس کے اوپر ناز کرتے تھے کہ ہم بڑے شراب پینے والے لوگ ہیں، اور اس طرح گھٹی پڑی ہوئی تھی کہ شراب کے لئے عربی زبان میں دوسو لفظ ہیں، جو شراب صبح کو پی جاتی ہے اس کا الگ نام، جو شام میں پی جاتی ہے اس کا الگ نام، جو کھجور سے بنائی جاتی ہے اس کا الگ نام، جو انگور سے بنائی جاتی ہے اس کا الگ نام، جو پانی ملا کر پی جائے اس کا الگ نام، اگر اس میں شہد ملا لیا جائے تو اس کا الگ نام، اس میں سرکہ ملا لیا جائے تو اس کا الگ نام، تو دوسو نام ہیں شراب کے، اتنی محبت تھی شراب سے اور شاعر لوگ فخر کے ساتھ کہتے ہیں:

إِذَا مَا اصْطَبَحْتُ اَرْبَعًا شَدَّ مِيزَرِيْ

''جب میں صبح کو چار شراب کے جام چڑھا کر نکلتا ہوں تو زمین پر میرا ازار گھسٹتا ہوا جاتا ہے'' اور یہ عالم تھا کہ جو شخص جتنا زیادہ شرابی ہو، وہ اتنا ہی شریف اور معزز تصور کیا جاتا تھا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو گھر گھر شراب پی جارہی تھی، لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی شراب کو ہاتھ تک نہیں لگایا، لیکن سارے لوگ شراب پینے میں مبتلاء تھے، اور یہاں تک کہ غزوۂ احد کے زمانے تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی، چنانچہ غزوۂ احد کے موقع پر بعض صحابہ کرام جنہوں نے صبح کے وقت شراب استعمال کی تھی، اس کے بعد غزوۂ احد میں شریک ہوئے، اور وہیں شہید ہو گئے، البتہ اس وقت تک کچھ تھوڑی سی خرابیاں بیان کردی تھیں قرآن کریم نے، فرمایا تھا کہ:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ، قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ، وَ اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (سورۃ البقرۃ: ٢١٩)

لوگ آپ سے شراب کے بارے میں پوچھتے ہیں، ان کو بتادو کہ اس میں خرابیاں بہت ہیں، اور کچھ فائدے بھی ہیں، لیکن خرابیاں زیادہ ہیں فائدہ کے مقابلے میں! یہ نہیں کہا کہ حرام ہے چھوڑ دو، فوراً نہیں کہا، ذہن تھوڑا سا بنایا گیا تھا۔

عرب میں شراب کی حرمت کا نتیجہ

لیکن جب حکم آیا کہ:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ (المائدۃ: ٩٠)

یہ شراب، یہ جوا جو تم کھیلتے ہو، یہ سب شیطان کا عمل ہے، گندگی ہے، ان سے پرہیز کرو، جب یہ حکم آیا تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے، وہ فرماتے ہیں کہ میں اس روز اپنے سوتیلے باپ ابو طلحہ کے گھر میں ایک مجلس میں ساقی بنا ہوا تھا، اور لوگوں کو شراب پلا رہا تھا، ابوطلحہ ان کے سوتیلے باپ تھے، ان کے گھر میں لوگ جمع تھے، اور شراب کی محفل چل رہی تھی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں شراب پلا رہا تھا، ایک منادی کی آواز آئی جو گلی میں اعلان کر رہا تھا کہ:

اَلَا اِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ

''سب سن لو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شراب حرام کر دی گئی''

تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آواز ان صحابہ کرام کے کان میں پڑی تو جس شخص کے ہاتھ میں پیالہ تھا، اور منہ تک پہنچ چکا تھا، اس نے اس میں سے گھونٹ لینا گوارا نہیں کیا، پیالے کو زمین پر پٹخ دیا، اور کہا کہ جتنے مٹکے ہیں شراب کے سب توڑ دو، اور تین دن تک شراب مدینہ منورہ کی گلیوں میں پانی کی طرح بہتی رہی، آپ اندازہ لگایئے کہ ساری زندگی کی عادت، جس کے بغیر زندہ رہنا مشکل لگ رہا ہے، دل کی خواہش یہ ہے کہ پی لیں، لیکن چونکہ عہد کر چکے تھے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کریں گے، کسی اور کی نہیں کریں گے، تو اپنے نفس کی عبادت کو چھوڑ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرنے کی خاطر اپنی ستر سالہ عادت کو بھی اس طرح خیرآباد کہہ دیا، چھوڑ دیا، کسی کے منہ سے پھر اس کا پیالہ

نہیں لگا، جو برتن رکھے ہوئے تھے، اور جو پہلے کی شرابیں رکھی ہوئی تھیں، ان کو بھی بہا کر ختم کر دیا، بیچنا بھی گوارہ نہیں کیا، کہ پیسے ان پر لگے ہوئے ہیں، کسی کافر ہی کو کم ازکم بیچ دیں، اور کچھ پیسے کما لیں، نہیں!

ایک صحابی کا سبق آموز واقعہ

جس طرح اہل عرب میں شراب کی عادت تھی، اسی طرح نامحرم عورتوں سے تعلق قائم کر کے بدکاری کا بھی عام رواج تھا، تو ایک صحابی کے ایک لڑکی سے تعلقات تھے، اور جیسا کہ آزاد اور آوارہ لوگوں میں ہوتا ہے، وہ تعلقات جنسی تعلقات کی حد تک پہنچے ہوئے تھے، جب وہ مسلمان ہو گئے، مسلمان ہونے کے بعد جب کلمہ پڑھ لیا، اللہ کے سامنے اقرار کر لیا لا الہ الا اللہ کا، تو ایک دن جا رہے تھے راستے میں وہی عورت ملی، اور اس نے ان کو گناہ کی دعوت دی، تو ان صحابی نے جواب دیا کہ اب تمہارے اور میرے درمیان اسلام حائل ہو گیا ہے، میں اللہ پر ایمان لا چکا ہوں، اب میں تمہارے ساتھ وہ تعلقات قائم نہیں رکھ سکتا، جو پہلے ہمارے تمہارے درمیان تھے، اس نے اپنی محبت کا حوالہ دیا، اور اپنے عشق کا حوالہ دیا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے، مگر یہ ٹس سے مس نہیں ہوئے، تو اس نے کہا کہ میں نے تو اپنی ساری زندگی تم سے محبت کی ہے، اور تم سے تعلق قائم کیا ہے، اور میں کیسے تمہارے بغیر زندہ رہوں گی، ان صحابی نے جواب دیا کہ اگر رہنا ہے تو اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ میں تم سے نکاح کر لوں، لیکن نکاح بھی میں اس وقت تک نہیں کروں گا، جب تک نبی کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لوں کہ غیر مسلم عورت سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آ کر عرض کیا، اور سارا واقعہ بتایا، اور پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ

صورتحال پیدا ہوگئی ہے، کیا میں اس سے نکاح کرسکتا ہوں؟ حضور خاموش رہے کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کوئی جواب آئے، کیونکہ اب تک کوئی حکم نہیں آیا تھا، چنانچہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۚ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ (سورۃ البقرۃ: ۲۲۱)

''اے مسلمانو! تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں، اور یاد رکھو کہ ایک مؤمن باندی ایک مشرک آزاد عورت سے زیادہ بہتر ہے، چاہے وہ مشرک عورت تمہیں پسند آجائے'' یہ آیت نازل ہوگئی، انہوں نے جاکر کہہ دیا کہ ایک راستہ تھا میرے اور تمہارے درمیان تعلق باقی رہنے کا کہ نکاح ہوجاتا، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حکم آگیا ہے، اور میں تمہارے ساتھ غیر مسلم ہونے کی حالت میں نکاح نہیں کرسکتا، لہٰذا اب میرا تمہارا راستہ کوئی نہیں۔

اللہ کے حکم کے آگے ہر چیز قربان

آپ اندازہ لگایئے! جذبات، خواہشات، کیا کچھ ہوں گے؟ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم آنے کے بعد سارے جذبات فنا ہیں، ساری خواہشات قربان ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ یہ اقرار کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے کہ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے، یہ ہے وہ اقرار جو ہم اور آپ سورۃ الفاتحہ کے اندر کرتے ہیں، تو بھائی اس تقاضے کو سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے، اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا چاہئے، اور اس کی کوشش کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

صرف اللہ سے مانگو

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۷)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صرف اللہ سے مانگو

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۷)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُاَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْرًا اما بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ،اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ، آمنت باللّٰه صدق اللّٰه مولانا العظيم، وصدق رسوله النبي الكريم، و نحن على ذالك من الشاهدين و الشاكرين، والحمد للّٰه رب العٰلمين.

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! سورۃ الفاتحہ کی تفسیر کا بیان کئی جمعوں سے

چل رہا ہے، پہلی تین آیتوں کا بیان الحمدللہ ہو چکا، اور چوتھی آیت یعنی "ایاك نعبد و ایاك نستعین" کا بیان چل رہا تھا" ایاك نعبد" جس کے معنی یہ ہیں یعنی اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، کسی اور کی نہیں، اور پچھلے جمعہ کو میں نے عرض کیا تھا کہ اس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی کو بھی انسان واجب الاطاعت نہ سمجھے، اطاعت واجب ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی، ہاں جن لوگوں کی اطاعت کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیدیا، ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیا ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

ترجمہ: "اللہ کی بھی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی بھی اطاعت کرو"

تو درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت ہے، اسی طرح والدین کی اطاعت کا بھی حکم دیا، وہ بھی اللہ نے ہی دیا، لیکن اطاعت والدین کی ہو، یا کسی حاکم کی، اطاعت اسی وقت تک ہے جب تک وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی حکم نہ دیں، لیکن اگر اس کے خلاف کوئی حکم دیں تو ان کی اطاعت نہیں، پھر اللہ ہی کی اطاعت ہے، یہ ساری باتیں "ایاك نعبد" کے اندر داخل ہیں، اور اسی میں یہ اقرار داخل ہے کہ اے اللہ! میں اپنی پوری زندگی آپ کے حکم کے مطابق گزارنے کی کوشش کروں گا، جن کاموں کا آپ نے حکم دیا ہے، وہ بجالاؤں گا، اور جن چیزوں سے روکا ہے، ان سے رکوں گا، یہ ساری باتیں "ایاك نعبد" کے اندر داخل ہیں۔

وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی تشریح

پھر اگلا جملہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا وہ بڑا معنی خیز ہے، اور ہمارے لئے اس میں بڑا عظیم سبق ہے، وہ یہ کہ "ایاك نستعین" کہ اے اللہ! ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، کیا معنی؟ ہم نے کہنے کو تو کہہ دیا کہ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کریں گے، اور تیرے سوا کسی کی نہیں کریں گے، لیکن عملی زندگی میں اس پر کار بند ہونا ہمارے اپنے بس کا کام نہیں، جب تک کہ آپ کی آپ کی مدد شامل حال نہ ہو "ایاك نعبد ایاك نستعین" اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اور عبادت کرنے میں آپ ہی کی مدد چاہتے ہیں، آپ اپنے فضل وکرم سے اور اپنی رحمت سے ہمیں توفیق عطا فرمایئے، ہمیں استقامت عطا فرمایئے، اور ہمیں اپنی عبادت کی توفیق دیجئے، تو یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھا کر ہمیں اور آپ کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ جب کبھی تمہیں ہمارے احکام پر عمل کرنے میں کچھ دشواری محسوس ہو، کوئی مشکل پیش آئے، تو ہم سے رجوع کرو، اور ہم سے کہو کہ اے اللہ! میں آپ کے حکم پر عمل کرنا چاہتا ہوں، لیکن دشواری پیش آرہی ہے، میرا نفس مجھے غلط راستے پر لے جارہا ہے، شیطان مجھے بہکا رہا ہے، ماحول مجھے خراب کررہا ہے، ملنے جلنے والے مجھے غلط راستے پر لے جارہے ہیں، اگر آپ نے میری مدد نہ کی، اگر آپ نے مجھے توفیق عطا نہ فرمائی تو میں بہک جاؤں گا۔

عظیم نسخہ عظیم سبق

یہ ایک عظیم نسخہ ہے جو دو لفظوں میں اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمادیا کہ ہر وقت ہم سے رجوع کرو، ہم سے اپنی لو لگاؤ، ہم سے مانگو، ہم سے مدد مانگو، ہم

سے توفیق مانگو، جو کچھ ہماری عبادت کے دائرے میں رہ کر تم کرنا چاہتے ہو وہ سب ہم سے مانگو، یہ ایک بہت عظیم سبق ہے، جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو عطا فرمایا۔

ایسے معاشرے میں کیسے چلوں؟

آج کی دنیا میں جب لوگوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ شریعت کی پابندی کرو، شریعت کے احکام پر چلو، واجبات اور فرائض بجالاؤ، گناہوں سے بچو، اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، ان سے اجتناب کرو، تو بعض کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ کیسے کریں؟ ماحول تو سارا کا سارا بگڑا ہوا ہے، ماحول تو الٹی سمت جارہا ہے، باہر نکلو تو نگاہوں کو پناہ نہیں ملتی، اور دفتروں میں جاؤ تو رشوت کا بازار گرم ہے، کسی مجمع میں جاؤ تو وہاں عورتوں اور مردوں کا ایسا اختلاط ہے کہ نگاہوں کو پناہ ملنا مشکل ہے، اور سارا معاشرہ الٹی سمت جارہا ہے، کوئی ایک آدمی اگر سارے معاشرے سے ہٹ کر کوئی کام کرنا چاہے تو نکو بنادیا جاتا ہے، رشوت کا بازار گرم ہے، کوئی شخص یہ چاہے کہ میں رشوت نہ دوں یا رشوت نہ لوں، نہ لوں تو چلو ٹھیک ہے، نہ دوں تو کام نہیں بنتا، لوگ مجبور ہو جاتے ہیں، سود کو شیر مادر سمجھا ہوا ہے، پورا بازار سود کے کاروبار سے بھرا ہوا ہے، ناجائز معاملات دن رات ہو رہے ہیں، حلال اور حرام کی فکر نہیں ہے، ماحول پورا غلط سمت میں جارہا ہے، میں تنہا اکیلا اس ماحول میں کیا کروں؟ کیسے چلوں؟ شریعت کے احکام پر کیسے عمل کروں؟

میدان حشر کا تصور کرو

میرے شیخ حضرت عارفی قدس اللہ سرہٗ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند

فرمائے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ ذرا تصور کرو کہ میدان حشر میں تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو، اور اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس فرما رہے ہیں، پوچھ رہے ہیں کہ تم نے یہ گناہ کیوں کیا تھا؟ ہماری نافرمانی کیوں کی تھی؟ آپ اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ یا اللہ میں کیا کرتا؟ آپ نے پیدا ہی ایسے زمانے میں کیا تھا جس میں چاروں طرف معصیتوں کا، گناہوں کا بازار گرم تھا، ماحول خراب تھا، کہیں پر بھی جاتا تو دین پر چلنا مشکل ہو رہا تھا، تو ایسے زمانے میں آپ نے پیدا کیا تو میں مجبور ہو گیا، اور گناہ میں مبتلا ہو گیا، اگر اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں تم سے یہ کہیں کہ اگر تم کو مشکل ہو رہا تھا، ماحول کے خلاف چلنا مشکل لگ رہا تھا تو ہم سے رجوع کیوں نہیں کیا؟ ہم سے کیوں نہیں مانگا؟ ہم نے تو پورے قرآن میں جگہ جگہ کہا تھا:

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ترجمہ: ''بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں''

اور تم بھی ایمان لائے تھے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں، اور تم ہر نماز کے اندر یہ کہتے بھی تھے ''ایاك نعبد و ایاك نستعین'' تو یہ بتاؤ جب تمہیں مشکل پیش آ رہی تھی تو تم نے ہم سے رجوع کر کے کیوں نہیں مانگا؟ کہ یا اللہ میرے لئے مشکل ہو رہا ہے، ماحول خراب ہے، زمانہ پلٹ چکا ہے، اس ماحول اور اس زمانے میں میرے لئے دین پر چلنا مشکل ہو رہا ہے، یا اللہ مجھے اپنی رحمت سے توفیق دیدیجئے اور میری مدد فرما دیجئے، کہ میں آپ کے بتائے ہوئے طریقے کے

مطابق زندگی گزاروں، ہم سے کیوں نہیں مانگا؟

اس کا کیا جواب ہے؟

بتاؤ اس کا کیا جواب ہے؟ اس کا کوئی جواب نہیں، اللہ تعالیٰ نے تو ہر روز ہر نماز میں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ تم سے پڑھوائی تھی، ہر رکعت میں تم یہ کہتے تھے کہ "ایاك نعبد و ایاك نستعین" لیکن عمل کیوں نہیں کیا؟ مانگتے اللہ تعالیٰ سے کہ یا اللہ! مجھ سے نہیں ہو رہا ہے، آپ مجھے توفیق دید یجئے، اللہ تعالیٰ سے نیاز کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کی رحمت پر قدرت پر ایمان رکھتے ہوئے مانگو، یا اللہ میں پھنس گیا ہوں سود میں، سودی کاروبار میں، مجھے اس سے نکال دیجئے، یا اللہ میں پھنس گیا ہوں فلاں گناہ میں، یا اللہ مجھے اس سے نکال دیجئے، مانگتے رہو، مسلسل مانگو اللہ تعالیٰ سے۔

بے تکلفی سے مانگو

میرے حضرت تو یہاں تک فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بڑے رحیم و کریم ہیں، ماں باپ سے زیادہ شفقت کرنے والے ہیں، تو ان سے بے تکلفی سے مانگو، کہ یا اللہ یا تو مجھے توفیق دید یجئے، ورنہ مجھ سے آخرت میں مؤاخذہ نہ فرمایئے گا، آخرت میں میری پکڑ نہ فرمایئے گا، میں تو اپنا کام، اپنا معاملہ آپ کے حوالے کر رہا ہوں، میری حالت درست کر دیجئے، ورنہ آخرت میں مجھ سے مؤاخذہ نہ فرمایئے گا، مانگو اللہ تعالیٰ سے، لوگ اس کو معمولی بات سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں، لیکن سچی بات یہ ہے کہ یہ بہت عظیم راستہ ہے اپنی اصلاح کا، اللہ تعالیٰ سے آدمی ہر روز بلا ناغہ لڑ لڑ کے ناز کے ساتھ مانگے۔

یہ دعا کرو

حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تلقین فرمائی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قربان جائیں کہ انہوں نے کوئی چیز ہمارے لئے نہیں چھوڑی، دعا یہ تلقین فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ قُلُوْبَنَا وَ نَوَاصِیَنَا وَ جَوَارِحَنَا بِیَدِکَ ، لَمْ تُمَلِّکْنَا مِنْھَا شَیْئًا، فَاِذَا فَعَلْتَ ذٰلِکَ بِنَا فَکُنْ اَنْتَ وَلِیَّنَا وَ اھْدِنَا اِلٰی سَوَاءِ السَّبِیْلِ

یا اللہ! ہمارے دل بھی آپ کے قبضے میں ہیں، ہمارے اعضاء و جوارح بھی آپ کے قبضے میں ہیں، اور ہم ان میں سے کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، ان سب کے مالک آپ ہی ہیں، آپ نے یہ ساری چیزیں اپنے قبضے میں رکھی ہوئی ہیں، تو اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے آپ ہی ان کے رکھوالے بن جایئے، اور ان کو سیدھے راستے پر ڈال دیجئے، یہ مانگو اللہ تعالیٰ سے، یا یہ دعا کریں، ایک اور دعا آپ نے بیان فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ سَاَلْتَنَا مِنْ اَنْفُسِنَا مَالَا تَمْلِکُ اِلَّا بِہٖ فَاَعْطِنَا مَا یُرْضِیْکَ

اے اللہ! آپ نے ہم سے وہ مطالبے کئے ہیں جن پر ہم عمل آپ کی توفیق کے بغیر نہیں کر سکتے، لہٰذا وہ چیزیں دیدیجئے جو آپ کو راضی کرنے والی ہیں، جو شخص باقاعدہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگتا ہے، اور اپنی سی کوشش بھی کرتا ہے، اس لئے کہ دعا کرنے کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ آدمی دعا تو کر رہا ہے، اور کوشش چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں یہ حکم دیا ہے کہ اپنی طرف سے کوشش پوری کرو، پھر ہم سے دعا

مانگو، کوشش بھی کرے، اور ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے مانگے بھی، تو اس کے بعد ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دے، یا تو اللہ تعالیٰ اس کو گناہ سے بچالے گا، یا کم از کم مغفرت فرمادے گا۔

ایک سبق آموز واقعہ

میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں، جو خود میرے ساتھ پیش آیا، آج سے بیس پچیس سال پہلے کی بات ہے، جرمنی سے ایک صاحب کا میرے پاس ایک خط آیا، جو پاکستانی تھے، اور جاکر جرمنی میں مقیم ہوگئے تھے، نام بھی مجھے ان کا یاد ہے، عبد اللطیف نام تھا ان کا، خط یہ آیا کہ میں پاکستان سے روزگار کی تلاش میں جرمنی آگیا تھا، اور اس وقت نہ کوئی دین کا خیال تھا، اور نہ کوئی فکر تھی، نہ نماز، نہ روزہ، نہ کچھ، بس پیٹ پالنے کی خاطر پاکستان چھوڑ کر جرمنی چلا گیا، اور جرمنی میں جاکر مقیم ہوگیا، وہاں رہتے رہتے میرے ایک لڑکی سے تعلقات ہوگئے، یہ جرمن لڑکی تھی، عیسائی تھی، ہوتے ہوتے تعلقات ایسے بڑھے کہ میں نے اس سے شادی کرلی، دین اسلام کی طرف کچھ خاص فکر نہیں تھی، نہ نماز، نہ روزہ، نہ زکوٰۃ، نہ کچھ، لیکن شادی کرلی، شادی بھی ہوگئی، اور بے فکری سے وقت گزرتا رہا، اور بچے ہوگئے۔

میرے اندر کا مسلمان بیدار ہوگیا

جب میرا بچہ بڑا ہوا، اور پڑھنے لکھنے کے لائق ہوا تو میں نے دیکھا کہ میری بیوی جو عیسائی ہے وہ میرے بچے کو عیسائی مذہب کی تعلیم دے رہی ہے، اس وقت اچانک میرے اندر کا مسلمان بیدار ہوا، اور میرے اندر سے غیرت نے مجھے للکارا

کہ یہ تیرا بیٹا ہے، اور یہ عیسائی بن رہا ہے، اسکو ماں عیسائیت کی تعلیم دے رہی ہے، اس دن سے میرے دل میں انقلاب پیدا ہوا اور میں نے سوچا کہ میں اسے روکوں، میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے، تم اسکو عیسائیت کی تعلیم نہیں دے سکتیں، بیوی نے کہا کہ کیوں نہ دوں؟ یہ میرا بھی بیٹا ہے، اور میں جس چیز کو حق سمجھتی ہوں، اور صحیح سمجھتی ہوں، اسی کے مطابق میں اپنے بیٹے کو بھی تعلیم دوں گی، آپکو روکنے کا کوئی حق نہیں، میں نے کہا کہ تمہیں تمہارا مذہب حق نہیں ہے، ہمارا مذہب حق ہے، اس نے کہا کہ کیوں حق ہے بتاؤ؟ اب جب بات کرنی شروع کی تو اسکو تو بہت معلومات بھی اپنے مذہب کے بارے میں تھیں، اور مجھے اپنے مذہب کے بارے میں کچھ معلومات نہیں تھیں، نتیجہ یہ ہوتا کہ جب بھی میں بحث کرتا تو وہ جیت جاتی، اور میرے پاس جواب نہ بن پاتا، یہ سب کچھ ہوتا رہا، اس کشمکش کیوجہ سے میں تھوڑا سا نماز، روزہ کی طرف بھی متوجہ ہوگیا، لیکن جب بھی بحث کرتا ہوں تو میں اس کو قائل نہیں کر پاتا، وہ میرے بچوں کو خراب کر رہی ہے، عیسائی بنا رہی ہے، خدا کیلئے میری مدد کیجئے، یہ خط میرے پاس آیا، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ بیچارہ اس مشکل میں مبتلا ہے، ایسی کوئی تدبیر میرے دل میں ڈال دیجئے کہ اسکا مسئلہ حل ہو جائے۔

دو باتوں پر اس کو راضی کر لو

پھر میں نے اس کو خط لکھا میری ایک کتاب ہے عیسائیت کے بارے میں ''عیسائیت کیا ہے'' اردو میں اور انگریزی میں What is Christianity کے

نام سے چھپی ہوئی ہے، تو میں نے ان کو خط میں لکھا کہ اس سے آپ خود تو بحث کرنا چھوڑ دو، بحث سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، بالخصوص جب آپ کو دین کا کچھ پتہ ہی نہ ہو، البتہ اس کو دو باتوں پر کسی طرح راضی کرلو، ایک یہ کہ یہ کتاب بھیج رہا ہوں، اس کا یہ مطالعہ کرے، اور دوسری بات یہ کہ اس سے کہو کہ تم بھی اللہ پر ایمان رکھتی ہو، اور میں بھی اللہ پر ایمان رکھتا ہوں، تم روز رات کو بیٹھ کر یہ دعا کیا کرو یا اللہ اگر عیسائی مذہب برحق ہے تو میں عیسائی مذہب پر قائم رہوں، اور اگر دین اسلام برحق ہے تو اس کی سچائی میرے دل میں ڈال دیجئے، اور اس حقانیت کا قائل کر دیجئے، یہ دعا کیا کرے، اس پر اس کو آمادہ کرلو، تھوڑے دن بعد اس کا خط آیا کہ وہ راضی ہوگئی ہے، اور آپ کی کتاب کا مطالعہ کر رہی ہے، اور ساتھ میں وہ رات کے وقت میں یہ دعا بھی کرتی ہے، لیکن ابھی تک کوئی فرق نہیں آیا، جیسی تھی، ویسی ہی ہے، کوئی میلان پیدا نہیں ہوا اسلام کی طرف، میں نے خط دوبارہ لکھا اور کہا کہ گھبراؤ نہیں، اور اس سے کہو کہ یہ کام کرتی رہے، چھوڑے نہیں، میں نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ تو دل میں ڈال دیجئے، وہ کرتی رہی۔

اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا

تیسرا جو خط آیا اس میں اس نے لکھا تھا مولانا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دلیل سے پہچانا ہوگا، میں نے تو اللہ میاں کو آنکھوں سے دیکھ لیا، اور اس نے یہ لکھا کہ یہ کل کا واقعہ ہے کہ وہ لڑکی کسی یونیورسٹی کے اندر کوئی امتحان دے رہی تھی، تو اس امتحان کی وجہ سے یونیورسٹی اس کو جانا تھا، میں بھی اس کے ساتھ گیا ہوا تھا، ہم نے

یونیورسٹی کا کام کیا، وہاں سے واپس آرہے تھے، اور وہ گاڑی ڈرائیو کررہی تھی، گاڑی ڈرائیو کرتے کرتے اس نے اچانک گاڑی بائیں طرف کنارے کھڑی کرکے روک دی، گاڑی کے اسٹیرنگ کی طرف منہ ڈال دیا اور رونے لگی، میں سمجھا کہ خدانہ کرے کوئی دل کی تکلیف ہوئی ہے، کوئی اس کو دورہ پڑا ہے جو اچانک گاڑی روکی، اور رونے لگی، میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے، تو اس کو اتنا رونا آرہا تھا کہ وہ بول بھی نہیں پارہی تھی، تو میں نے اس سے پوچھا بھئی کیا بات ہے؟ کوئی تکلیف ہے؟ کوئی پریشانی ہے؟

مجھے مسلمان کرلو

تو اس نے روتے روتے مشکل سے یہ جملہ ادا کیا یعنی مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے، بس مجھے کسی جگہ لے جاکر ''مسلمان کرلو'' مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا، کہ یہ وہی عورت ہے جو مجھ سے بحث کیا کرتی تھی، اور آج یہ کہہ رہی ہے کہ مجھے لے جا کر مسلمان کرلو، میں نے فوراً گاڑی سنبھالی اور خود ڈرائیو کرکے جو قریب ترین اسلامک سینٹر تھا، وہاں اس کو لے گیا، اس کو کلمہ پڑھایا، دین کی بات سمجھائی، اور مسلمان ہوئی، الحمدللہ اور آج جب رات کو واپس آئے تو رمضان کے دن تھے تو آج ہم سحری میں دونوں اٹھے ہوئے ہیں، اور پہلا دن ہے کہ ہم دونوں روزہ رکھ رہے ہیں، اور اس میں آپ کو خط لکھ رہے ہیں، ایک خط اس کا تھا، اور دوسرا خط اس عورت کا تھا، میرے نام اس نے لکھا تھا کہ میں آپ کی شکر گزار ہوں، کہ آپ نے مجھے ایک ایسا طریقہ بتایا کہ جس نے مجھ پر حق کا راستہ کھول دیا، اور اب بتایئے کہ میں آگے کس طرح چلوں؟ یہ واقعہ خود میرے ساتھ پیش آیا۔

اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرماتے ہیں

تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے کوئی چیز مانگی جائے، خاص طور سے اگر ہدایت مانگی جائے، اگر دین پر عمل مانگا جائے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی مانگی جائے، ممکن نہیں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ عطا نہ فرمائیں، و ایاك نستعین کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہ راستہ دکھا دیا ہے کہ جب کبھی تمہیں دین پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ معلوم ہو، اس رکاوٹ کا بار بار ذکر کرنے کے بجائے ہمارے پاس آجاؤ، ہم سے کہو، کیا تکلیف ہے، کیا مشکل ہے، کیا پریشانی ہے، اور ہم سے مانگو کہ اے اللہ یہ پریشانی پیش آگئی ہے، آپ اپنی رحمت سے دور فرما دیجئے، یہ معنی ہیں و ایاك نستعین کے کہ اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں، کر کے تو دیکھو، آج ہو یہ رہا ہے پورے معاشرے میں کہ یہ بات تو ہر شخص کی زبان پر ہے کہ زمانہ خراب ہے، معاشرہ بگڑا ہوا ہے، اس ماحول میں دین پر چلنا مشکل ہے، لیکن بس یہ باتیں ہی باتیں ہیں، ان باتوں کے بعد کوئی کوشش اس راستہ پر چلنے کی نہیں کی جاتی، ذہن میں بٹھایا ہوا کہ دین پر چلنا مشکل ہے، اور اس کی وجہ سے ہاتھ ہاتھ پر رکھے بیٹھے ہوئے ہیں، جس طرف معاشرہ بہا کر لے جا رہا ہے، اسی طرف بہہ رہے ہیں، نہ کوئی کوشش ہے، اور نہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ سے رجوع کرنے کا کوئی اہتمام ہے، کہ اس سے دعا مانگی جائے، اور اس سے توفیق مانگی جائے، راستہ یہی ہے کہ کوشش کرو، اور کوشش کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگو، پھر دیکھو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کس طرح مدد فرماتے ہیں، اور کس طرح توفیق عطا فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ

تفسیر سورۃ فاتحہ (۸)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ، اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم، و نحن علی ذالک من الشاھدین و الشاکرین، والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! سورۃ الفاتحہ کی تشریح اور تفسیر کا بیان کچھ

عرصہ سے چل رہا ہے، اور گزشتہ سے پیوستہ جمعہ میں سورۃ الفاتحہ کی چوتھی آیت یعنی "ایاك نعبد و ایاك نستعین" کا مختصر بیان میں نے کیا تھا، جس کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

اس آیت کا پہلو

اس آیت کا ایک پہلو تو گزشتہ سے پیوستہ جمعہ کو میں نے عرض کیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ باری تعالیٰ روز حساب کا مالک ہے، جزا و سزا کا مالک ہے، تو سوال پیدا ہوا کہ ہم اس جزا و سزا کے دن کس طرح کامیاب ہوں؟ اور اس دنیا میں کس طرح ایسی زندگی گزاریں کہ اس یوم حساب میں اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں سرخرو فرمائے، تو اس آیت ایاك نعبد و ایاك نستعین میں اس کا ایک مؤثر راستہ یہ بیان فرمایا کہ جب تمہیں دین کے احکام پر عمل کرنے میں ذرہ برابر بھی دشواری محسوس ہو تو ہم سے رجوع کرو، اور یہ کہو کہ یا اللہ! ہم عبادت آپ ہی کی کرتے ہیں، لیکن آپ کی عبادت اور اطاعت کرنے میں دشواریاں پیش آرہی ہیں، مشکلات نظر آرہی ہیں، ماحول دوسری طرف لے جارہا ہے، لہٰذا "وایاك نستعین" آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں، یعنی آپ کی صحیح عبادت و اطاعت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ آپ کی مدد شامل حال نہ ہو، لہٰذا یہ پیغام دیا گیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت کے لئے بھی اللہ ہی سے مدد مانگو، اللہ تبارک و تعالیٰ سے رجوع کرو، اس کی کچھ تفصیل میں نے گزشتہ سے پیوستہ جمعہ میں عرض کی تھی۔

اللہ ہی سے مدد مانگو

اور اس آیت میں یہ پیغام بھی دیا جارہا ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ کی

عبادت کا اقرار کرو تو ساتھ ساتھ اللہ ہی سے مدد مانگو، اسی لئے نبی کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی بھی یہ دعا مانگتی ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ تَمَامَ الْوُضُوْءِ وَتَمَامَ الصَّلٰوۃِ وَ تَمَامَ مَغْفِرَتِكَ وَ تَمَامَ رِضْوَانِكَ

''اے اللہ! میں آپ سے مانگتا ہوں کہ میرا وضو بھی آپ کی مرضی کے مطابق کامل ہو، میری نماز بھی آپ کی مرضی کے مطابق کامل ہو، اور اے اللہ میں یہ مانگتا ہوں کہ میری تمام زندگی کے کام آپ کی رضا کے مطابق ہوں'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرما رہے ہیں، تو ایک پیغام اور ایک پہلو تو اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تمام عبادت اور اطاعت بھی اللہ تبارک وتعالیٰ سے مدد مانگے بغیر ممکن نہیں۔

اس آیت کا دوسرا پہلو

اس آیت کا دوسرا پہلو یہ ہے اور وہ بھی بڑا اہم ہے، وہ یہ کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے '' وایاك نستعين '' فرمایا، یعنی ہمیں سکھایا کہ یوں کہو، اے اللہ! ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، کس چیز میں آپ سے مدد مانگتے ہیں؟ اس کو متعین نہیں کیا، بس مطلق یہ کہا کہ اے اللہ ہم آپ سے مدد مانگتے ہیں، عربی زبان کے قاعدے سے جب کوئی شخص کسی چیز کی تعیین نہ کرے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر چیز میں مانگتے ہیں، عبادت میں آپ سے مدد مانگتے ہیں، دنیا کے ہر کام میں بھی آپ کی مدد مانگتے ہیں، آخرت کے ہر کام میں بھی آپ کی مدد مانگتے ہیں۔

ایک اور نکتہ

درحقیقت اس میں ایک اور نکتہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی پہلی صفات بیان فرمائی کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ، تو ربّ العٰلمین کا مطلب یہ تھا کہ وہ سارے جہانوں کا پروردگار ہے، انسانوں کے جہاں کا بھی، جنات کے جہاں کا بھی، جانوروں کے جہاں کا بھی، ہر عالم کے جہاں کا پروردگار ہے، اس آیت کا تعلق دنیا سے ہے، یعنی دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی پرورش کررہا ہے، اور مالک یوم الدین کا تعلق آخرت سے ہے، یعنی جو آخرت کا مالک ہے اور الرحمٰن الرحیم جو بیچ میں آیا ہے، اس کا تعلق دونوں سے ہے، دنیا سے بھی، اور آخرت سے بھی، پہلے تو یہ بتادیا کہ دنیا و آخرت میں جو کچھ ہوگا وہ ہمارے حکم سے ہوگا، وہ ہماری مشیت سے ہوگا، ہمارے فیصلے کے مطابق ہوگا، اور ہم ہی کریں گے، اب اگلی آیت میں یہ کہا جارہا ہے کہ ہم سے مدد مانگو، اور کہو وایاك نستعین، اے اللہ ہم آپ سے مدد مانگتے ہیں، یعنی دنیا کے ہر کام میں بھی آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، اور آخرت کے ہر کام میں بھی آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ

یہ ایک بہت بڑا عظیم نسخہ بتادیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے تک پہنچنے کا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ مجھ سے تعلق تمہارا مضبوط ہو اور تم مجھ تک پہنچو تو اپنے آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ کا بھکاری بنالو، میری بارگاہ کے بھکاری بن جاؤ، کیا

معنی؟ کہ ہر وقت مجھ سے کچھ نہ کچھ مانگتے رہو، دنیا کی کوئی ضرورت پیش آئے مجھ سے مانگو، اور آخرت کی کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھ سے مانگو، ہر چیز مجھ سے مانگو، اور دنیا میں تو قاعدہ یہ ہے کہ کوئی کتنا ہی بڑے سے بڑا آدمی ہو اور کتنا ہی سخی اور داتا ہو، لیکن اگر کوئی آدمی اس سے بار بار مانگتا رہے کہ ابھی یہ مانگا، پھر دوسرے لمحے دوسری چیز مانگی، پھر تیسرے لمحے تیسری چیز مانگ لی، اور پھر مانگتا ہی رہے تو کچھ دنوں کے بعد وہ اکتا جائے گا، کہے کہ بھائی تو تو پیچھے ہی پڑ گیا، ایک چیز پر تو بس نہیں کرتا، تیرے کو یہ بھی دے رہا ہوں، وہ بھی دے رہا ہوں، اس کے باوجود تیرا ہاتھ پھیلا ہوا ہے، تو پھر بھی مانگتا رہتا ہے، تو وہ اس کو دھتکار کر نکال دے گا، لیکن اس کریم کی بارگاہ ایسی بارگاہ ہے وہ کہتا ہے کہ جتنا مانگو مجھ سے میں اتنا ہی تم سے خوش ہوں گا، بلکہ حدیث میں آتا ہے:

مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے کہ مجھ سے کیوں نہیں مانگا، بندے کا مانگنا اللہ تبارک وتعالیٰ کو بڑا محبوب ہے، حدیث میں نبی کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اللہ سے مانگو کہ یا اللہ! میرے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا ہے، اس کو درست کروا دیجئے، تو کوئی بھی چھوٹی سے چھوٹی بڑی سے بڑی حاجت دنیا و آخرت کی ایسی نہ ہونی چاہئے جس میں ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کر کے مانگ نہ رہے ہوں، اور یہ ایسا عجیب اور

آسان نسخہ بتایا اپنے ساتھ تعلق مضبوط کرنے کا۔

ایک نادان بچے سے سبق لو

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ جن کی مثنوی مشہور ہے، ایک جگہ انہوں نے مثنوی میں فرمایا کہ دیکھو کبھی تم نے چھوٹے بچے کو دیکھا؟ وہ چھوٹا بچہ جس میں سمجھ پوری طرح نہ آئی ہو، وہ ہر کام میں اپنی ماں ہی کو سب سے بڑا کارساز سمجھتا ہے، کوئی بھی مسئلہ پیش آجائے تو ماں ہی کو پکارے گا، امی امی کر کے پکارے گا، یہاں تک کہ اگر وہ گھر سے باہر ہو جہاں ماں پاس نہیں ہے، اور کوئی دوسرا بچہ اس کو مار دے یا کوئی تکلیف پہنچادے، تو فوراً اس کی زبان پر اپنی امی کا لفظ آئے گا، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ ماں اس وقت نہیں سن رہی، لیکن پھر بھی امی کہہ کے وہ پکارے گا، اور فریاد کرے گا ماں سے، تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اب ماں تو ہر جگہ نہیں دیکھتی، ماں ہر جگہ نہیں ہوتی، اس کے باوجود بچہ ماں کو پکارتا ہے، اور لیکن تم جس خالق کائنات کے بندے ہو، وہ تو ہر جگہ موجود ہے، ہر جگہ سن رہا ہے، اس نے کہا:

اَنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ ۢ بَصِيۡرٌ

اللہ تعالیٰ ہر چیز دیکھ بھی رہے ہیں اور سن بھی رہے ہیں، تو کیا تم ایک بچے کی طرح بھی نہیں کر سکتے؟ اپنے خالق کائنات سے ایسا تعلق بھی پیدا نہیں کر سکتے، جو ایک بچہ اپنی ماں سے کر سکتا ہے کہ جب تمہیں کوئی حاجت پیش آئے تو تم اللہ تبارک وتعالیٰ سے رجوع کرو، اس سے مانگو۔

ہر ضرورت اللہ تعالیٰ سے مانگو

بزرگوں نے فرمایا کہ آدمی جب دنیا میں زندگی گزارتا ہے تو کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جس میں اسے کوئی حاجت نہ ہو، لہٰذا وہ ساری حاجتیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتا رہے، اور رٹ لگائے رکھے مانگنے کی، آپ گھر سے نکلے اور مسجد میں آئے، اور گرمی لگ رہی ہے، تو اللہ میاں سے کہو کہ یا اللہ! گرمی لگ رہی ہے، گرمی کی شدت کو دور فرما دیجئے، باہر نکلے گھر جانا ہے، کوئی سواری کی تلاش ہے، تو یا اللہ! آپ مجھے اچھی سواری دلوا دیجئے، سواری میں بیٹھ گئے تو یا اللہ خیر وعافیت کے ساتھ گھر پہنچا دیجئے، گھر پہنچے تو یا اللہ گھر میں داخل ہوں تو اچھا منظر دیکھوں، گھر والوں کو عافیت کے ساتھ پاؤں، کوئی پریشانی کی بات نظر نہ آئے، کوئی مشکل پیش نہ آئے، جو کام بھی کر رہے ہوں اور جس کام کا آگے ارادہ ہو، اس کام میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو مسلسل پکارتے رہو، مسلسل اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگتے رہو، اس سے تمہارا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط ہوگا، اور اس کے ذریعہ تم اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا نزدیک ترین راستہ اختیار کر رہے ہو۔

مختلف مواقع کی دعائیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر پڑھنے کے لئے دعائی تلقین فرمائی ہیں، کہ مثلاً جب بیدار ہو، سو کر اٹھو تو یہ کہو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ

جب غسل خانے میں جانے لگو تو پہلے پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

یا اللہ! میں آ پ سے خبیث مخلوقات سے اور نجاستوں سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔ فارغ ہوکر واپس آ ؤ تو کہو:

غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَ عَافَانِیْ

پھر جب مسجد میں جانے لگو فجر کے وقت تو راستے میں یہ پڑھتے ہوئے جاؤ:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَ عَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَ عَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا وَ مِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا وَ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَمِنْ اَمَامِیْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا وَ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا

اور مسجد میں داخل ہونے لگو تو کہو:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

مسجد سے باہر نکلو تو کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ

اور پھر جب اپنے گھر میں واپس آ ؤ تو کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَ خَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَ لَجْنَا وَ بِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا

کھانا سامنے آجائے تو کہو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَزَقَنِیْ هٰذَا مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٌ

کھانا شروع کرو تو کہو:

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَكَةِ اللّٰهِ

اور کھانا ختم کرو تو کہو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ کَفَانَا وَ آوَانَا اَرْوَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

غرض زندگی کے مختلف مرحلوں میں نبی کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف دعائیں تلقین فرمائی ہیں۔

ایک دعا بھی قبول ہو جائے تو

یہ دعائیں بھی بذات خود ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک دعا بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو جائے تو انسان کا بیڑا پار ہو جائے، دیکھو! جب مسجد میں داخل ہو رہے ہو تو کیا دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

اے اللہ میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دیجئے۔

اگر تنہا یہ چھوٹی سے دعا قبول ہو جائے بارگاہ الٰہی میں اور رحمت کے دروازے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کسی بندے کی طرف کھل گئے تو دنیا و آخرت کا کوئی کام ایسا نہیں ہے اس کا جو سیدھا نہ ہو جائے، ان میں ایک ایک دعا ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک دعا بھی قبول ہو جائے تو انسان کا بیڑا پار ہو جائے، ان دعاؤں کا ایک فائدہ تو یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہو رہا ہے

لیکن دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے، بار بار اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر، انسان اپنا رشتہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے جوڑ رہا ہے، اور اپنا

تعلق مضبوط کر رہا ہے، تعلق مع اللہ کا لفظ آپ نے سنا ہوگا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کا مضبوط ہونا، سارے صوفیاء کرام، سارے اولیاء عظام جس مقصد کے لئے ریاضتیں اور مجاہدات کرتے رہے وہ یہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا تعلق مضبوط ہو جائے، اس کا آسان راستہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلقین فرمایا اور ایک زمانے میں میں نے یہیں پر ان دعاؤں کی تشریح عرض کی تھی، شاید سال بھر تک سلسلہ چلا تھا، اب وہ چھپ بھی گئی ہے، میرے جو اصلاحی خطبات ہیں، اس کی تیرہویں جلد میں ان دعاؤں کی تشریحات وغیرہ بھی اس کے اندر آگئیں ہیں۔ بار بار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کرنے کی تلقین فرمائی وہ کیوں؟ تا کہ بندہ ایاك نعبد و ایاك نستعین کا عملی مظاہرہ پیش کرے، اور کہے کہ یا اللہ ہم ہر بات میں آپ ہی سے مدد مانگ رہے ہیں، آپ ہی سے رجوع کرتے ہیں، جب بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف اتنی کثرت سے رجوع کرتا ہے تو قرآن کہتا ہے:

اَللّٰهُ يَجْتَبِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ

(سورۃ الشوریٰ: ۱۳)

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ جسکو چاہتے ہیں منتخب کر کے اپنا بنا لیتے ہیں اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت کا راستہ عطا فرما دیتے ہیں۔

خلاصہ

بہر حال! سورۂ فاتحہ میں پہلے ہی قدم پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو یہ تلقین فرمائی ہے کہ مجھ سے مانگا کرو، جوتے کا تسمہ ٹوٹے تو مجھ سے مانگو، چراغ

گل ہو جائے تو مجھ سے مانگو، بجلی چلی جائے تو مجھ سے مانگو، اگر بھوک لگ رہی ہے تو مجھ سے مانگو، پیاس لگ رہی ہے تو مجھ سے مانگو، سواری کی تلاش ہے تو مجھ سے مانگو، ہر چیز ہر لمحہ اور ہر قدم پر کچھ نہ کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگنے کی عادت ڈالو، اس میں نہ کوئی دشواری نہ کوئی وقت خرچ ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی پیسے لگتے ہیں، چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے انسان اپنی حاجتیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتا رہے اور مانگتا رہے، تو اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے، اور اس کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندے کو نواز دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اور

متفقہ فتویٰ کا تجزیہ

کچھ عرصہ پہلے اسلامی بنکاری کے مسئلے پر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم پر اعتراضات لگا کر ان کے خلاف فتویٰ جاری کیا گیا۔ اس فتویٰ کا جواب جامعہ طیبہ کے استاد الحدیث مولانا مفتی ثاقب الدین صاحب نے اپنے بعض رفقاء کے ساتھ مل کر تحریر کیا، جو کتابی صورت میں ''اسلامی بنکاری اور متفقہ کا فتویٰ کا تجزیہ'' کے نام سے شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے، یہ کتاب تقریباً ۶۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

اپنے قریبی اسلامی کتب خانہ سے طلب فرمائیں۔

رعایتی قیمت انتہائی مناسب

میمن اسلامک پبلشرز

محمد مشہود الحق کلیانوی
0313-920 54 97
0322-241 88 20
E-mail : memonip@hotmail.com

شفاء دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۹)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شفاء دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۹)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ، آمنت باللّٰه صدق اللّٰه مولانا العظيم، وصدق رسوله النبي الكريم، و نحن على ذالك من الشاهدين و الشاكرين، والحمد للّٰه رب العٰلمين.

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! میں آپ حضرات سے معذرت خواہ ہوں کہ

آج مجھے پہنچنے میں دیر ہوئی، راستہ میں ٹریفک جام تھا، اس وجہ سے پہنچنے میں تاخیر ہوئی، تھوڑا سا وقت باقی ہے اور سورۂ فاتحہ کی چوتھی آیت کا بیان پچھلے چند ہفتوں سے چل رہا تھا، جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی صفات بیان کرنے کے بعد ہمیں اور آپ کو یہ کہنے کی تلقین فرمائی ہے "اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ" اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ میں نے عرض کیا تھا کہ یہ آیت بظاہر دیکھنے میں چھوٹی سی ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو اس میں مضامین کی ایک کائنات پوشیدہ ہے، اس کے دو پہلو تو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔

اس آیت کا تیسرا پہلو

ایک تیسرا پہلو جو اس آیت کریمہ کے بالکل ظاہری مفہوم سے تعلق رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس آیت میں ہمیں درحقیقت یہ تلقین کر رہے ہیں کہ عبادت کے لائق اللہ جل جلالہ کے علاوہ کوئی نہیں، اور یہی معنی ہیں لا الہ الا اللہ کے، جب یہ کلمہ پڑھا اشہد ان لا الہ الا اللہ تو معنی یہ ہوئے "اللہ کے سوا کسی کو بھی معبود نہیں مانوں گا" لہٰذا عبادت کے جتنے کام ہیں وہ سوائے اللہ کے کسی اور کے لئے نہیں ہیں، صرف اللہ جل جلالہ کے لئے ہیں، مثلاً سجدہ ہے، یہ سجدہ ایک عبادت ہے، یہ سوائے اللہ کے کسی اور کو کیا نہیں جا سکتا، یا نماز ہے تو اللہ ہی کے لئے ہوگی، سجدہ ہے تو اللہ ہی کے لئے ہوگا، طواف ہے تو اللہ ہی کے لئے ہوگا، لہٰذا یہ آیت اس بات پر تنبیہ کر رہی ہے کہ کوئی شخصیت یا کوئی ذات اللہ کے سوا کتنی ہی مقدس کیوں

نہ ہو، کتنی ہی قابل عظیم کیوں نہ ہو، لیکن سجدہ اسے نہیں کیا جا سکتا، عبادت اس کی نہیں کی جا سکتی، عبادت صرف اللہ کے لئے ہے۔

یہ شرک کے اندر داخل ہے

لہٰذا یہ جو ہمارے یہاں رواج چل پڑا ہے قبروں پر سجدے کرنے کا، کہتے ہیں کہ یہ بڑے ولی اللہ تھے، لہٰذا ہم ان کی قبر کو سجدہ کریں تو یہ عمل اِیَّاكَ نَعْبُدُ کے بالکل خلاف ہے، سجدہ اللہ کے علاوہ کسی کو کرنا، قبروں کا طواف کرنا، جیسے ہمارے ہاں پیروں فقیروں کے مزارات کے اوپر عام رواج ہے، یہ اس آیت کریمہ کے تحت بالکل شرک ہے، اس لئے کہ عبادت کا کام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے کیا جائے تو یہ شرک کہلاتا ہے، جتنی بھی مقدس شخصیات ہیں ان کی تعظیم وتکریم اپنی جگہ ہے، ان کا ادب اپنی جگہ ہے، انسان کو ان کا ادب کرنا چاہئے لیکن کوئی بھی عبادت کا کام سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کے سامنے نہیں کیا جا سکتا، اس آیت میں ایک تو اس بات کی وضاحت ہے۔

مدد بھی اللہ ہی سے مانگنی ہے

اس آیت میں جو دوسرا جملہ ہے "وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" اے اللہ ہم مدد بھی آپ ہی سے مانگتے ہیں، کسی اور سے نہیں، صرف عبادت کا معاملہ نہیں ہے کہ عبادت اللہ کے لئے کرنی ہے بلکہ مدد بھی اللہ ہی سے مانگنی ہے ہر معاملہ میں، یہ جو دنیا کے اندر بظاہر نظر آتا ہے کہ بعض لوگ دوسروں سے بھی مدد مانگتے ہیں، مثلاً بیمار ہو گئے تو ڈاکٹر کے پاس گئے، اور اس سے مدد لے رہے ہیں کہ بتاؤ کہ کیا دوا، استعمال

کریں، کوئی مکان تعمیر کرنا ہے تو معمار کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ تم ہماری مدد کرو، یہ جو دنیا کے اندر ہم مختلف کام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس آیت میں تنبیہ اس بات پر فرمارہے ہیں کہ یہ اسباب جو تم دنیا میں اختیار کر رہے ہو اور ان اسباب کو اختیار کرنے میں کوئی گناہ بھی نہیں۔

شفا دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں

لیکن یہ ہر وقت پیش نظر رکھو کہ اصل دینے والا ایک ہی ہے، بیشک بیمار ہوئے ڈاکٹر کے پاس گئے، اس نے دوا تجویز کی، دوا آپ نے استعمال کی، یہ سب جائز ہے تمہارے لئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نظام ایسا بنایا ہے، لیکن یہ سمجھ لو کہ شفاء دینے والی ذات نہ ڈاکٹر کی ہے، نہ حکیم کی ہے، شفاء دینے والی ذات ایک ہی ہے، ایک ہی دوا ہے، ایک ہی بیماری ہے، ایک آدمی کو شفاء ہو جاتی ہے اور ایک کو نہیں ہوتی، ایک آدمی کے لئے ایک دوا کارآمد ہوتی ہے، دوسرے کے لئے کارآمد نہیں ہوتی، کیوں نہیں ہوتی؟ اس واسطے کے دوا بیشک ایک سبب ہے، لیکن اس سبب میں تاثیر پیدا کرنا سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے کسی اور کے لئے ممکن نہیں۔

دوا اللہ تعالیٰ سے سوال کرتی ہے

ہمارے ایک کرم فرما دوست تھے، بزرگ تھے، ساری زندگی ڈاکٹری کے شعبے ہی میں گزری، آخر میں ان کی عمر ۷۵ سال ہوگئی تھی، بڑے تجربے کار ڈاکٹر تھے، مختلف ہسپتالوں کے نگران بھی رہے، اور ان کا ذاتی مطب بھی بڑا پُر ہجوم ہوا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ فرمانے لگے کہ میری ساری زندگی کا تجربہ یہ ہے کہ میں کسی کو

دوا دیتا ہوں تو دوا انسان کے جسم میں جانے کے بعد کہیں اور رجوع کرتی ہے، کہیں اور سے پوچھتی ہے کہ کیا اثر کروں؟ فائدہ ہوجائے یا الٹی پڑ جائے، اور جو جواب ملتا ہے اس کے مطابق کام کرتی ہے، اس واسطے ساری زندگی کا تجربہ ہے کہ ایک ہی بیماری ہے، ایک ہی تکلیف ہے، وہی دوا ہے، ایک آدمی کو دی تھی فائدہ ہوگیا تھا، وہی دوا اسی بیماری میں دوسرے آدمی کو دی، فائدہ نہیں ہوا، بلکہ ایسا بھی ہوا کہ وہی بیماری پہلے آئی تھی، ایک ہی شخص کو دوا دی تھی فائدہ ہوگیا تھا، چھ مہینے کے بعد وہی شخص ہے، وہی بیماری ہے، وہی تکلیف ہے اور وہی دوا ہے، کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے ذریعہ یہ بتلا رہے ہیں کہ جن سے تم ظاہری طور پر مدد مانگتے بھی ہو دنیا میں، تو یہ سمجھ لو کہ اصل میں دینے والے وہی ہیں اور ان کی مدد سے تمہارا کام ہوجائے گا، جب تک ہماری مشیت نہیں ہوگی، جب تک جب تک ہمارا حکم نہیں ہوگا، اس وقت تک کوئی دوا، کوئی علاج، کوئی سبب تاثیر پیدا نہیں کرسکتا، تو اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا ایک پہلو یہ ہے کہ زندگی کا کوئی کام کرنے کے لئے نکلو، یا کسی شخص سے کوئی مدد مانگو، یا کوئی سبب اختیار کرو تو ہر وقت پیش نظر یہ رکھو کہ اسباب میں تاثیر پیدا کرنے والا سوائے اللہ جل جلالہ کے کوئی نہیں ہے۔

گاہک کون بھیج رہا ہے؟

آپ نے دکان کھول لی، مال لاکر رکھ دیا، خود جاکر دکان پر بیٹھ گئے، لیکن گاہک بھیجنے والا کون ہے؟ تمہارے اندر طاقت ہے کہ گاہک کو زبردستی پکڑ کر لے

آؤ؟ گاہک بھیجنے والا تو کوئی اور ہی ہے، وہ اپنی مشیت سے، اپنی حکمت سے، اپنی قدرت سے جس کے دل میں ڈال دے گا وہی شخص تمہارے پاس سامان خریدنے آجائے گا، اس کی مشیت ہوگی، اس کی اجازت ہوگی اور اس کا حکم ہوگا تو گاہک آکر تم سے مال خریدے گا، اور اگر اس کی مشیت نہیں ہوگی، اس کا حکم نہیں ہوگا تو تم دکان کھولے بیٹھے رہو گے، کوئی آکر پر بھی نہیں مارے گا۔

ہر کام میں اللہ سے مدد مانگو

لہٰذا جو کام کرو، جو بھی راستہ اختیار کرو، مدد اسی سے مانگو کہ یا اللہ! میں نے اپنی طرف سے تو اس کا سبب اختیار کرلیا ہے، اور میرے بس میں جتنی کوشش ہے وہ کوشش کر رہا ہوں، لیکن اے اللہ! کوئی کوشش کارآمد نہیں ہوسکتی، جب تک آپ کا حکم نہ ہو، آپ کی طرف سے تاثیر نہ ہو، اے اللہ! میں آپ سے مدد مانگتا ہوں، آپ اس کام میں تاثیر پیدا فرمادیجئے۔

انشاء اللہ کہنے کا رواج

یہ جو ہم مسلمانوں کے اندر بحمد للہ رواج ہے کہ جب کوئی آئندہ کا کام ہونے والا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ انشاء اللہ ایسا ہو جائے گا، قرآن کریم کی تعلیم ہے:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَيْئٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذَالِكَ غَدًا اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ

(سورة الكهف : ٢٣-٢٤)

ترجمہ: کبھی یہ نہ کہو کہ کل میں یہ کام کروں گا، جب تک یہ نہ کہو اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا، یعنی انشاء اللہ، انشاء اللہ کے معنی ہیں اگر اللہ نے چاہا، یہ اس لئے بتایا جارہا

ہے کہ تم نے اپنی طرف سے تو ساری کوشش کر رکھی ہے، کہ کل کو میں فلاں کام کروں گا، لیکن وہ کام واقع ہوتا ہے کہ نہیں یہ تمہارے قبضے میں نہیں ہے، اس واسطے اگر کبھی آئندہ کے لئے یا کل کے لئے کوئی بات کہو تو انشاء اللہ کہو، یعنی اگر اللہ نے چاہا تو یہ ہوگا، بہت سے ڈاکٹر بھی بغیر انشاء اللہ کے کہہ دیتے ہیں کہ یہ دوا ہے، تمہیں اس سے فائدہ ہوگا کہہ دیا، بغیر انشاء اللہ کہے ہوئے، یہ بہت بری بات ہے، کہنا یہ چاہئے کہ انشاء اللہ اس دوا سے تمہیں فائدہ ہوگا، اگر اللہ نے چاہا تو فائدہ ہوگا، اس دوا کے اندر کیا رکھا ہے، کچھ بھی نہیں، آخر اس دوا کے اندر تاثیر تم نے پیدا کی تھی کہ فلاں جڑی بوٹی میں، یا فلاں کیمیکل میں یہ تاثیر ہے، تو کیا یہ تم نے پیدا کی تھی؟ ہر چیز میں تاثیر اللہ ہی نے پیدا کی ہے، وہی جب چاہے اس کو روک دے۔

آگ کو گلزار بنا دیا

وہ چاہے تو آگ کو گلزار بنا دے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کو حکم دیدیا:

يَانَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ (سورۃ الانبیاء: ٦٩)

ترجمہ: اے آگ! تو ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم کے لئے سلامتی بن جا۔

آگ کو اللہ نے سلامتی کا سبب بنا دیا، اور باغ بنا دیا، اور اگر چاہے تو باغ کو آگ بنا دے، تو اس واسطے کسی چیز پر بھروسہ نہ کرو، سوائے اللہ جل جلالہ کی تاثیر کے، اس کی مشیت کے، اس کے حکم کے، کسی اور اور پر بھروسہ نہ کرو، اسی کا نام توکل ہے کہ آپ اسباب ضرور اختیار کریں لیکن بھروسہ اللہ پر رکھیں، روزگار کی تلاش میں

نکلے ہو، تجارت کے لئے نکلے ہو، اللہ پر بھروسہ کرو، یا اللہ! میری طرف سے جو کرنے کا کام تھا، جو کچھ میرے اختیار میں کام تھا وہ میں نے کرلیا، اسباب میں تاثیر پیدا کرنے والے آپ ہیں، ہر معاملہ میں کہو کہ "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی مؤثر حقیقی مت سمجھو، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی کام انجام دینے والا نہ سمجھو، یہ سمجھو کہ اس کی مشیت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا، اسی لئے یہ تعلیم دی گئی کہ "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس حقیقت کو سمجھنے کی بلکہ اس کو ہر آن پیش نظر رکھنے کی اور اس کا دھیان رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سجدہ کسی اور کے لئے جائز نہیں

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۰)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سجدہ کسی اور کے لئے جائز نہیں

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۰)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ، اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، آمنت باللہ صدق اللہ مولانا العظیم، و صدق رسولہ النبی الکریم، و نحن علی ذالک من الشاھدین و الشاکرین، و الحمد للہ رب العٰلمین۔

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! پچھلے دنوں میرے سفر کی وجہ سے ناغے

ہوتے رہے، لیکن اس سے پہلے سورۃ فاتحہ کی تشریح کا بیان چل رہا تھا اور اس کی چوتھی آیت کے اوپر چند بیانات ہوئے تھے، اور آج بھی اسی کا تکملہ کرنا ہے، ذہن میں بات کو تازہ کرنے کے لئے پہلے چار آیتوں کا ترجمہ بیان کر دیتا ہوں کہ ''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، وہ سب پر رحم کرنے والا ہے، بہت رحم کرنے والا ہے، جو سزا و جزاء کے دن کا مالک ہے'' یہ تو اللہ جل شانہ کی صفات کا بیان تھا، آگے ہمیں اور آپ کو یہ کہنے کی تلقین فرمائی گئی ہے کہ ہم اللہ جل جلالہ کو یہ کہیں کہ ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ'' کہ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، یہ چوتھی آیت تھی جس پر میں نے تقریباً پچھلے تین جمعوں میں اس کے مختلف پہلوؤں کا ذکر کیا تھا کہ اس سے کیا کیا سبق ملتے ہیں، اور ہماری عملی زندگی کے لئے اس سے کیا رہنمائی حاصل ہوتی ہے، اسی کا آج تکملہ ہے۔

دوسرے جملے میں عقیدہ توحید

''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ'' میں دو جملے ہیں، ایک جملہ ہے ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ'' کہ اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، کسی اور کی نہیں کرتے، اور دوسرا ''وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ'' کہ ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، کسی اور سے نہیں، جہاں تک پہلے جملے کا تعلق ہے ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ'' یہ عقیدہ توحید کا لازمی تقاضہ ہے، جب آپ نے یہ کلمہ پڑھ لیا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ یعنی کائنات میں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو پھر عبادت بھی صرف اللہ ہی کی ہوگی، اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہوگی، اسی لئے صرف اتنا

ہی نہیں کہ عبادت اللہ کے سوا کسی اور کی جائز نہیں، شرک ہے، بلکہ وہ سارے اعمال جن میں عبادت کا کوئی پہلو ہوتا ہے، یا عبادت کا کوئی طریقہ ہوتا ہے، یا عبادت کے مشابہ کوئی کام ہوتا ہے، وہ بھی اللہ کے سوا کسی اور کے لئے جائز نہیں۔

سجدہ کسی اور کے لئے جائز نہیں

مثلاً سجدہ کرنا، یہ عبادت کا ایک طریقہ ہے تو اللہ کے سوا کسی اور کے لئے سجدہ کرنا جائز نہیں، خواہ وہ کتنا ہی بڑا پیغمبر ہو، کتنا ہی بڑا ولی ہو، کتنا ہی بڑا بزرگ ہو، اس کے آگے سجدہ نہیں ہوسکتا، سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے، پیشانی صرف اللہ کے آگے جھکے گی، اس کے علاوہ کسی اور کے آگے نہیں جھکے گی۔

سجدہ تعظیمی کی بھی اجازت نہیں

ہاں ایک وقت میں سجدہ صرف عبادت کی علامت نہیں تھی، بلکہ بعض اوقات سجدہ تعظیم کے لئے بھی کیا جاتا تھا، جیسا کہ آپ نے سنا ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کے آگے سجدہ کرو، تو یہ سجدہ عبادت کا سجدہ نہیں تھا، بلکہ تعظیم کا سجدہ تھا، جو بعض امتوں میں جائز رہا، لیکن امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں آپ نے واضح لفظوں میں فرمادیا کہ اب تعظیم کے لئے بھی کسی کے آگے سجدہ کرنا جائز نہیں، کوئی کتنا بڑا بزرگ ہو، کوئی ولی ہو، کوئی اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ ہو، اس کے آگے سجدہ جائز نہیں۔

قبروں پر سجدہ کرنا شرک ہے

لہٰذا ہمارے علاقوں میں جو طریقہ چلا ہوا ہے کہ بسا اوقات لوگ قبروں کے آگے سجدہ کرتے ہیں، تو قبروں کو سجدہ کرنے کا عمل ''ایاک نعبد'' والی آیت کے بالکل خلاف اور منافی ہے، اللہ بچائے شرک کے قریب پہنچانے والی چیز ہے کہ کسی کو سجدہ کیا جائے، دیکھو! ہمارے یہاں اولیاء اللہ کے مزارات ہیں، وہاں پر لوگ جا کر سجدہ کررہے ہیں، ایک مرتبہ میں ایک ایسے مزار کے پاس تھا تو دیکھا کہ لوگ سجدے کررہے ہیں، مجھے دیکھ کر کپکپی طاری ہوگئی کہ اللہ کے سوا ایک مسلمان کسی اور کے آگے سجدہ کرے! تو میں نے ان سے کہا کہ آپ صاحب مزار کو سجدہ کررہے ہو، اللہ کے سوا کسی اور کے آگے سجدہ کرنا شرک ہے، تو وہ کہنے لگے کہ ہم تو اللہ تک انہی کے ذریعہ پہنچتے ہیں، اس واسطے ان کے آگے سجدہ کرتے ہیں تاکہ اللہ تک پہنچیں۔

یہ مشرکین کا عقیدہ تھا

یہ بعینہٖ وہ بات ہے جو مشرکین مکہ کہا کرتے تھے، مکہ کے مشرکین کا اللہ پاک نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے کہ جب وہ بتوں کے آگے سجدہ کرتے تھے تو ان سے پوچھا جاتا تھا کہ تم یہ کیوں کرتے ہو؟ تو وہ کہا کرتے تھے کہ:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفًا (سورۃ الزمر: ۳)

یعنی ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ کے نزدیک کردیں، وہی بات آج مسلمان بھی کہہ رہے ہیں، اللہ بچائے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے، آمین۔ یہ پیشانی اللہ نے صرف اپنے لئے بنائی ہے، یہ کسی

اور کے آگے ٹِک نہیں سکتی، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے آگے جھکے گی، کسی اور کے آگے نہیں جھکے گی۔

طواف کی عبادت

اسی طرح بعض اور عبادت کے طریقے ہیں، مثلاً طواف ہے، یہ سوائے اللہ جل جلالہ کے گھر کے کسی اور جگہ کا طواف جائز نہیں، یہاں تک کہ روضۂ اقدس کا طواف بھی جائز نہیں، اللہ کے گھر کے طواف کا اللہ نے حکم دیا ہے، کسی مقبرہ پر کسی مزار پر طواف اور کسی بھی چیز کا طواف جائز نہیں، طواف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، اللہ کے سوا غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں۔

کسی کے سامنے جھکنا جائز نہیں

پھر بعض چیزوں میں شریعت نے اتنی احتیاط سے کام لیا ہے کہ بعض چیزیں جو براہ راست عبادت تو نہیں ہیں لیکن عبادت کے مشابہ بن جاتی ہیں، ان سے بھی منع کیا ہے، مثلاً کسی انسان کے آگے جھکنا کہ رکوع کے قریب پہنچ جائے، یہ منع ہے، بعض لوگ کسی بزرگ کی تعظیم کرنے کے لئے یا ان کے ہاتھ چومنے کی خاطر اتنا جھک جاتے ہیں کہ وہ رکوع کے قریب قریب ہو جاتے ہیں، یہ بھی جائز نہیں، اس لئے کہ یہ مشابہت پیدا ہو رہی ہے غیر اللہ کی عبادت کی، اس لئے اتنا نہ جھکو کہ غیر اللہ کے سامنے رکوع کے قریب پہنچ جاؤ۔

دوسروں کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا

ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی ایسا

طریقہ جس میں ایک آدمی خود تو بیٹھا ہوا ہو، اور دوسرے لوگ اس کے آگے ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے ہوں، اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، یہ قیصر و کسریٰ اور دوسرے بادشاہوں کی رسم تھی کہ جب وہ کرسی پر بیٹھتے تھے تو وہ خود تو بیٹھے ہوتے تھے اور لوگ ان کے سامنے صف باندھے ہوئے کھڑے ہوتے تھے، اور اگر ہاتھ باندھے ہوئے ہیں تو وہ عبادت کے اور زیادہ قریب پہنچ گئے، ان سب چیزوں سے منع کیا گیا ہے، ان میں بڑی احتیاط چاہئے، ٹھیک ہے اللہ کے نیک بندوں کی تعظیم بہت اچھی بات ہے، جو اللہ کے ولی ہیں، جو اللہ کے نیک بندے اور بزرگ ہیں، ان کی تعظیم بہت اچھی بات ہے، لیکن تعظیم تعظیم کی حد تک ہو، آگے عبادت جیسی نہ بن جائے، ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے عبادت کا شائبہ پیدا ہو، اس کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہے، اس لئے فرمایا کہ "ایاك نعبد" اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، کسی اور کی عبادت نہیں کرتے، اور یہی تو وہ سجدہ ہے کہ مسلمان کی پیشانی جب اللہ جل جلالہ کے آگے ٹکتی ہے تو پھر یہ دنیا کی کسی چیز کے آگے نہیں ٹک سکتی۔

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

لوگوں کو بہت مشکل لگتا ہے کہ کیسے نماز پڑھوں، اور کیسے سجدہ کروں، اس لئے اقبال کہتے ہیں:

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

جب اللہ کے سامنے سجدہ کرنے کا عادی ہو گیا، تو پھر اس کو کہیں اور سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں، اور جو اللہ کے آگے پیشانی نہ ٹیکے، اللہ کے آگے سجدہ نہ کرے، اس کو پتہ نہیں کہاں کہاں سجدے کرنے پڑتے ہیں، کس کس کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے، کس کس کے آگے خود کو ذلیل کرنا پڑتا ہے، یہ تو وہ سجدہ ہے کہ ہزار سجدوں سے نجات دے کر ایک ہی خالق اور مالک کی طرف انسان کو پہنچاتا ہے، اس سجدے کے قدر پہچاننے کی ضرورت ہے۔

ہم تو صبح وشام دوسروں سے مدد مانگتے ہیں

دوسرا جملہ اس آیت کریمہ میں ہے "وایاك نستعین" اے اللہ! ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، یعنی آپ کے سوا کسی سے مدد نہیں مانگتے، یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم تو اپنے دنیا کے کاموں میں پتہ نہیں کن کن لوگوں سے مدد مانگتے ہیں، بیمار ہو گئے تو ڈاکٹر سے مدد مانگتے ہیں کہ بھائی ہمارا علاج کر دو، بے روزگار ہو گئے تو کسی آدمی سے مدد مانگتے ہیں کہ مجھے روزگار دلا دو، کوئی اور مسئلہ پیش آ گیا تو اس کے اندر انسانوں سے مدد مانگتے ہیں کہ مجھے فلاں چیز خریدنی ہے، میری مدد کرو، مجھے راستہ بتا دو کہ کہاں جاؤں؟ وغیرہ وغیرہ...... تو دل میں خیال یہ ہو سکتا ہے کہ ہم تو دنیا میں پتا نہیں کن کن سے دن رات مدد مانگتے رہتے ہیں، پھر یہ کیا بات ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے پانچ وقت نماز میں کھڑے ہو کر کہہ رہے ایاك نستعین اے اللہ! ہم تجھ مدد مانگتے ہیں، یعنی تیرے سوا کسی سے مدد نہیں مانگتے، حالانکہ دوسروں سے مدد مانگ رہیں۔

دوسروں سے مدد مانگنے کی حقیقت

خوب سمجھ لیجئے کہ یہاں جوفرمایا جارہا ہے ''وایاك نستعین '' یہ ایک بہت عظیم حقیقت کا دھیان پیدا کرنے کے لئے فرمایا جارہا ہے، وہ یہ کہ اصل میں حقیقی مدد اسی سے مانگی جاسکتی ہے جو مدد کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہو، اس کے اختیار میں اور اس کی قدرت میں ہو کہ وہ دوسرے کی مدد کرے، وہ مدد یہاں پر مراد ہے، ہم جو دنیا میں مدد مانگتے رہتے ہیں مثلاً بیمار ہوگئے تو ڈاکٹر کے پاس چلے گئے تو درحقیقت یہ ایک سبب کا اختیار کرنا ہے، جس کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود حکم دیا ہے کہ بیمار ہو جاؤ تو علاج کرو، لیکن یہ اعتقاد ہر آن اور ہر لمحہ دل میں ہونا چاہئے کہ جا تو رہے ہیں ڈاکٹر کے پاس اور اس لئے جارہے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ علاج کرو، لیکن شفا دینا اس کا کام نہیں، شفا دینا اس کے اختیار میں نہیں، اس کی قدرت میں نہیں، ہم اس سے جاکر اس معنی میں مدد مانگ رہے ہیں کہ اللہ نے اس کو ایک سبب بنادیا ہے۔

کیا شفاء دینا ڈاکٹر کے اختیار میں ہے؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ڈاکٹر کے پاس یہ طاقت کہاں سے آگئی کہ وہ آپ کو شفاء دے؟ ڈاکٹر کے پاس یہ علم کہاں سے آیا کہ جس سے وہ یہ پہچانے کہ آپ کو کیا بیماری ہے؟ اس بیماری کا کیا علاج ہے؟ علم بھی تو اس کو اللہ تعالیٰ ہی نے عطا کیا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا نہیں ہوتا تو کسی ڈاکٹر کی مجال نہیں تھی کہ وہ کسی بیماری کو پہچان سکتا، اور اسکا علاج کرسکتا، اور جو دوا اس نے تجویز کی کہ یہ دوا کھالو،

اس سے تمہیں آرام ملے گا، تو اس دوا میں تاثیر کس نے پیدا کی ہے؟ کیا ڈاکٹر نے پیدا کر دی تھی؟ وہ تاثیر پیدا کرنے والا کون ہے؟ لہٰذا جب کسی ظاہری سبب کو اختیار کرو تو اس وقت دل کے اندر یہ بات بیٹھی ہونی چاہئے کہ اس چیز کے اندر بذات خود کوئی تاثیر نہیں ہے، نہ طاقت ہے اور نہ ہی کوئی قوت ہے کہ میری مدد کر سکے، تمام تر تاثیر، طاقت اور قوت اللہ جل جلالہ کی ہے، میں ڈاکٹر کے پاس بھی جاؤں گا، دوا بھی کھاؤں گا، لیکن مدد اللہ سے مانگوں گا کہ اے اللہ! آپ اس میں تاثیر عطا فرما دیجئے۔

مدد اللہ ہی سے مانگو

بہر حال! جو بھی سبب ہم اس دنیا میں اختیار کرتے ہیں، اس میں صرف سبب اختیار کرنا ہمارا کام ہے، حقیقی مدد سوائے اللہ کے کسی اور سے نہیں مانگی جا سکتی، تو تنبیہ یہ کی جا رہی ہے کہ تم اسباب تو اختیار کرو لیکن ساتھ میں یہ تصور کر لیا کرو کہ یہ اسباب کچھ بھی نہیں ہیں، جب تک کہ ان اسباب کو پیدا کرنے والا جس کے ہاتھ میں قدرت اور طاقت ہے وہ تاثیر پیدا نہ کر دے، اس وقت تک تاثیر پیدا نہیں ہوگی، لہٰذا مدد اسی سے مانگو، دوا لو لیکن مدد اسی سے مانگو کہ یا اللہ! اپنی رحمت سے اس کے اندر تاثیر پیدا فرما دیجئے، یا اللہ! باہر نکل تو رہا ہوں روزگار کی تلاش میں، یا اللہ! آپ اپنی رحمت سے نافع روزگار عطا فرما دیجئے، یا اللہ! میں تجارت کے لئے دکان کھول کر تو بیٹھا ہوں، لیکن اس میں گاہک بھیجنا اور اس میں نفع دینا یہ آپ کی قدرت میں ہے، لہٰذا آپ ہی عطا فرما دیجئے۔

حقیقی مؤثر اللہ ہی ہے

لہٰذا یہ ساری مددیں جو بظاہر دنیا میں ہم مانگ رہے ہیں، یہ محض اسباب ہیں، لیکن حقیقی مدد سوائے اللہ کے کسی اور سے نہیں مانگی جاسکتی، کبھی یہ اعتقاد نہ کرنا کہ اس دوا میں تاثیر ہے، اس سبب میں تاثیر ہے، تاثیر اللہ ہی کی دی ہوئی ہے، جب تک اللہ تبارک وتعالیٰ عطا نہیں فرمائیں گے اس وقت تک کبھی تاثیر پیدا نہیں ہوگی، زمانہ جاہلیت میں یہ عقیدے پھیلے ہوئے تھے کہ فلاں چیز میں بذات خود یہ تاثیر ہے، مثلاً فلاں ستارہ نکل آئے گا تو بارش ہوگی، تو ان کے یہاں یہ ایک عقیدہ تھا کہ فلاں ستارہ جس وقت نکلے گا تو بارش ہوگی، اور بارش براہ راست اس ستارہ سے وابستہ ہے، وہ ستارہ بارش بھیجتا ہے۔

بارش دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حدیبیہ کے موقع پر صبح کے وقت نماز فجر کے بعد دیکھا کہ ہلکی ہلکی بارش ہورہی تھی، آپ نے نماز کے بعد صحابہ کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج اس بارش میں ہم انسانوں کے دو فریق ہوگئے ہیں، یعنی ایک فریق وہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ ہمیں یہ بارش اس ستارے نے دی، اور ایک فریق یہ کہتا ہے کہ یہ بارش اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے عطا فرمائی، تو بارش سے دونوں فائدہ اٹھا رہے ہیں، لیکن پہلا فریق اس بارش کے نتیجے میں کفر میں جارہا ہے، شرک میں جارہا ہے، کیونکہ وہ کہہ رہا ہے کہ یہ بارش مجھے فلاں ستارہ نے دی ہے، اور دوسرا فریق اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اور رحمت پر ایمان

لا رہا ہے، لہٰذا اس بارش کے نتیجے میں اس کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ ہو رہا ہے، بہر حال جو کوئی بھی واقعہ پیش آئے تو مانگو اللہ سے کہ یا اللہ! آپ عطا فرمانے والے ہیں، بے شک ظاہری اسباب اختیار کرلو، لیکن دینے والا سوائے اللہ کے کوئی نہیں، ظاہری اسباب کو اختیار کرو۔

ظاہری اسباب بھی صرف زندوں سے

اسی میں یہ پہلو بھی آتا ہے کہ جو ظاہری اسباب ہیں یہ زندوں سے تو اختیار کیے جاسکتے ہیں، آدمی بیمار ہے ڈاکٹر کے پاس چلا گیا، اس سے مدد لی، اور سبب اختیار کرلیا، لیکن جو دنیا سے جاچکے، فرض کرو کوئی ڈاکٹر مر گیا، وہ بڑا ماہر و حاذق طبیب تھا، اور ہزاروں لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا، جب دنیا سے چلا گیا تو اب آپ اس سے مدد مانگو، اس سے کہوں ڈاکٹر صاحب میری بیماری کے لئے مدد کر دیجئے، تو یہ ہو نہیں سکتا، اس واسطے کے وہ دنیا سے جاچکا، جب دنیا میں تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سبب بنایا تھا، اور اس سے آپ اس معنی میں مدد مانگ سکتے تھے کہ ایک ظاہری سبب ہے، اگرچہ تاثیر اللہ کی طرف سے ہے، لیکن دنیا سے اٹھ جانے کے بعد، دنیا سے چلے جانے کے بعد پھر اس کا کوئی کردار دنیا میں باقی نہیں رہا، اس واسطے اس سے مدد نہیں مانگ سکتے۔

دنیا سے چلے جانے والے بزرگوں سے مدد

یہی حال اللہ کے نیک بندوں اور اولیاء اللہ اور بزرگوں کا کہ جب تک وہ زندہ ہیں تو آپ جاکر ان سے دعا کروا سکتے ہو کہ ہمارے لئے دعا کر دیجئے کہ اللہ

ہمیں فلاں بیماری سے نجات دیدے، اللہ ہمیں قرض سے نجات دیدے، اگر وہ زندہ ہیں تو ان سے دعا کی درخواست کرنا ٹھیک ہے، لیکن جب دنیا سے جاچکے تو اب دنیا سے جانے کے بعد ان سے مانگنا کہ مجھے اولاد دیدو، میرے قرضے اترنے کا انتظام کردو، میری فلاں بیماری دور کردو، دنیا سے جانے کے بعد یہ ظاہری سبب کے طور پر بھی اب ممکن نہیں رہا، لہٰذا جو لوگ جاکر قبروں پر اور مزاروں پر مانگتے ہیں کہ اے داتا! مجھے اولاد دیدے، اے داتا! مجھے روزگار دیدے، یہ سب اللہ بچائے شرک کا شعبہ ہے، اور "اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ" کے بالکل خلاف ہے، تو بزرگانِ دین جب تک زندہ ہیں، ان سے آپ دعا کروالو، ان سے ہدایت حاصل کرلو، اور راہنمائی لے لو، لیکن جب وہ دنیا سے جاچکے تو اب ان کو پکارنا، مثلاً اے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مجھے شفاء دیدو، مجھے اولاد دیدو، مجھے روزگار دیدو، تو یہ اب نہیں ہوسکتا، جب تک وہ حیات تھے تو ان کی خدمت میں جاکر دعا کی درخواست کرسکتے تھے، وہ اللہ کے بڑے برگزیدہ ولی تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑا مستجاب الدعوات بنایا تھا، ان سے دعا مانگنے کی درخواست کرسکتے تھے، لیکن جب دنیا سے چلے گئے تو اب ظاہری سبب کے طور پر بھی ان سے مانگنا توحید کے عقیدے کے خلاف ہے۔

صرف اللہ سے مانگو

اب مانگنا ہے تو اللہ سے مانگو کہ یا اللہ! مجھے اپنی رحمت سے عطا فرمادیجئے، ارے بھائی! جب اللہ تعالیٰ نے رحمت کا دروازہ کھولا ہوا ہے اور کہہ رکھا ہے کہ

میرے بندے جب میرے بارے میں پوچھیں تو ان سے کہہ دو میں ان کے قریب ہی ہوں، اور جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں، جب اتنا اعلان کر رکھا ہے تو کہیں اور جا کر مانگنے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے؟ کیا ضرورت ہے کہ دوسرے کے پاس جائے اور مانگے؟ اللہ ہی سے مانگو، اللہ ہی سے سوال کرو، اس سے ہی مانگو، اس کے سوا کوئی نہیں ہے جو دے سکے، یہ معنی ہیں "اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ" کہ اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اور اپنی رحمت سے اس آیت کے تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

فقہی مقالات

(مکمل ۴ جلدیں)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

کے ۳۷ مقالات پر مشتمل مقبول ترین کتاب

قیمت : =/900 روپے

اصلاحی مجالس

(۶ جلدیں)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

کی مجالس پر مشتمل اعمال اور اخلاق کی اصلاح کے لئے بہترین کتاب

قیمت : =/1260 روپے

اپنی کوشش پوری کرو

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اپنی کوشش پوری کرو

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۱)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ، وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَ اَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ، وَاَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ سَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا کَثِیۡرًا۔ اَمَّا بَعۡدُ! فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾ اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ مَوۡلَانَا الۡعَظِیۡمُ، وَصَدَقَ رَسُوۡلُہُ النَّبِیُّ الۡکَرِیۡمُ، وَنَحۡنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیۡنَ وَالشّٰکِرِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! پچھلے دنوں میرے مختلف سفر کی وجہ سے

بہت ناغے ہوتے رہے لیکن اس سے پہلے سورۃ الفاتحہ کا بیان چل رہا تھا۔ سورۃ الفاتحہ کی کل سات آیتیں ہیں اور چار آیتوں کا بیان پچھلے جمعوں میں ہو چکا ہے، ان میں جو باتیں عرض کی گئیں اللہ تعالیٰ ان پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

پانچویں آیت ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ آج اس کا تھوڑا سا بیان کرنا ہے اس سے پہلی آیت تھی اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں آپ کو یہ کہنا سکھایا کہ اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اور عبادت کرنا بھی ہمارے بس میں نہیں ہے جب تک کہ آپ کی توفیق نہ ہو اے اللہ ہم آپ ہی کی مدد مانگتے ہیں وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے مدد کیا مانگے؟ اگلی آیت میں سکھلا دیا گیا دعا یہ مانگو کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما دیجیے یہ چھوٹا سا جملہ جس میں صرف تین لفظ ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ لیکن یہ اتنی جامع دعا ہے کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے حق میں یہ دعا قبول فرما لیں تو دنیا اور آخرت کے سارے مسئلے حل ہو جائیں یا اللہ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرما، صراط مستقیم یعنی سیدھا راستہ۔

سیدھا راستہ کیا ہے؟

سیدھا راستہ کیا ہوتا ہے سیدھا راستہ وہ ہے جس میں اینچ پینچ نہ ہوں، موڑ توڑ نہ ہوں، اور آدمی سیدھا چلا جائے اور جا کر منزل تک پہنچ جائے، اس کو کہتے ہیں صراط مستقیم سیدھی راہ، کوئی موڑ نہیں، کوئی جھول نہیں، کوئی اینچ پینچ نہیں، سیدھا چلا جا

رہا ہے جا کر منزل تک پہنچ گیا صراط مستقیم کی ہمیں ہر چیز میں ضرورت ہے دنیا کے کاموں میں بھی اور آخرت کے کاموں میں بھی، دنیا اور آخرت کا کوئی کام ایسا نہیں ہے جس میں صراط مستقیم کی انسان کو ضرورت نہ ہو آخرت کے لیے وہ راستہ چاہیے جو ہمیں سیدھا جنت تک پہچائے کیوں کہ آخرت کی منزل اللہ جل جلالہ کی رضا ہے، اور اللہ جل جلالہ کی رضا کا مظہر ہے جنت، ایسا سیدھا راستہ جو انسان کو جنت تک پہچادے، دنیا کے کاموں میں بھی ہر کام میں انسان کو سیدھا راستہ یعنی صحیح طریقہ کی ضرورت ہے آپ اگر فرض کر و روزی کمانے کے لئے گھر سے نکلو تو اس کے لیے بھی سیدھا راستہ چاہیے کہ کوئی ایسا راستہ ہو جو سیدھا اس روزگار تک پہنچادے، آپ ملازمت کرنے کے لیے جارہے ہوں، یا تجارت کرنے کے لئے جارہے ہوں، یا کاشت کاری کرنے کے لئے جارہے ہوں، کوئی بھی روزگار کا طریقہ اختیار کیا ہو، ہر کام میں ضرورت ہے کہ آدمی ایسا راستہ اختیار کرے جو سیدھا اس کو منزل تک پہنچائے اور دنیا کے ہر کام کو دیکھ لو کہ اس میں صحیح طریقہ اختیار کرنا یہ انسان کی ضرورت ہے، صحیح طریقہ سے کھائے پیئے، لوگوں سے معاملات کرے تو سیدھے راستے کے معاملات کرے، گھر والوں کے ساتھ معاشرت اختیار کرے تو صحیح راستے سے کرے، غرض کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں سیدھا راستہ مطلوب نہ ہو، اگر ہر چیز میں سیدھا راستہ مل جائے تو دنیا اور آخرت کے سارے مسائل حل ہو جائیں۔

لفظ راستہ لانے کی وجہ

یہاں پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن کریم نے لفظ "راستہ" استعمال کیا

یعنی اے اللہ صحیح راستے کی ہدایت دے دیجئے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ راستہ کہاں لے جانے والا ہے؟ راستہ کی منزل کیا ہے؟ راستہ تو درحقیقت ایک واسطہ ہوتا ہے اصل مقصود راستے پر چل کر کوئی منزل حاصل کرنا ہوتا ہے، تو قرآن نے یہ نہیں کہا کہ کہاں کا راستہ، جنت کا راستہ، دنیا کے اندر خوشحالی کا راستہ، راحت و آرام کا راستہ، ان میں کسی چیز کی تعین نہیں کی، مفسرین فرماتے ہیں کہ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ یا اللہ ہر چیز میں ہر کام میں چاہے وہ دنیا کا کام ہو، یا آخرت کا کام ہو اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دے دیجئے، سیدھا راستہ بجھا دیجئے، اور ہمیں سیدھے راستے پر گامزن کر دیجئے، تو یہ دعا اتنی جامع دعا ہے کہ اس میں دنیا اور آخرت کے سارے مقاصد سمٹ کر آگئے ہیں اس لئے کہا گیا کہ قرآن کریم کا خلاصہ ہے سورۃ فاتحہ اور سورۃ فاتحہ کا خلاصہ ہے اھدنا الصراط المستقیم سارا قرآن تشریح ہے صراط مستقیم کی، یہ صراط مستقیم کیا ہے؟ سیدھا راستہ کیا ہے؟ عقائد میں سیدھا راستہ کیا ہے؟ عبادات میں سیدھا راستہ کیا ہے؟ معاشرت میں کیا ہے؟ معاملات میں کیا ہے؟ اخلاق میں کیا ہے؟ وہ ساری تفصیلات قرآن کریم نے صراط مستقیم میں بیان فرمائی ہیں تو پورے قرآن کا خلاصہ ہے اھدنا الصراط المستقیم۔

ہدایت کی دو قسمیں

پھر دوسری بات یہاں پر قابل ذکر یہ ہے کہ ہدایت کے معنی ہوتے ہیں راستہ دکھانا اور ہدایت کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ آدمی نے زبان سے بتا دے کہ دیکھو بھئی! سیدھا راستہ یہ ہے مثلاً کسی کو جانا ہے کسی منزل تک، اب ایک طریقہ

یہ ہے کہ اس کو راستہ بتانے والا یہ بتائے کہ یہاں سے مسجد سے نکلنا، پھر دائیں ہاتھ مڑ جانا، پھر بائیں ہاتھ مڑ جانا، پھر فلاں سڑک ملے گی اس میں چلے جانا، یہاں تک کہ تم اپنی منزل تک پہنچ جاؤ گے، اب یہ چلنے والے کا کام ہے کہ جو راستہ بتا دیا گیا ہے، اس پر چلتا ہوا چلا جائے، دائیں مڑے، پھر بائیں مڑے، اور جو جو سڑکوں کے نام لئے ہیں، ان سے گزرتا ہوا اپنی منزل تک پہنچ جائے، ایک طریقہ تو یہ ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جب راستہ پوچھنے والے نے کہا کہ بھائی مجھے صدر کا راستہ بتا دو کس طرح جانا ہے؟ تو وہ بتانے والا اس کا ہاتھ پکڑے اور کہے کہ چلو میرے ساتھ چلو، اور ساتھ لے کر چلے، اس کو بتایا کچھ نہیں زبان سے، لیکن ہاتھ سے پکڑ کر لے چلا اور وہاں لے جا کر کھڑا کر دیا کہ بھائی دیکھو یہ ہے تمہاری منزل یہ ہدایت کی دوسری قسم ہے۔

پہلی ہدایت عام، دوسری خاص

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہدایت کی پہلی قسم تو ساری انسانیت کے لیے کھول دی ہے، قرآن کے ذریعہ راستہ بتا دیا کہ دیکھو ہدایت کا راستہ یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ، اللہ کی توحید پر ایمان لاؤ، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاؤ، اور آخرت پر ایمان لاؤ، اور جو کچھ فرائض وواجبات تم پر عائد کیے ہیں، ان کو ادا کرو، جو حرام اور ناجائز کام ہیں، ان سے بچو، اور یہ ہدایت کا راستہ اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کے لیے چاہے مسلمان ہوں، یا کافر ہوں یا کیسے بھی ہوں، سب کو یہ ہدایت قرآن کے ذریعہ دی ہے اور نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی

تعلیمات کے ذریعے، جو شخص راستہ سیکھنا چاہے اور سمجھنا چاہے قرآن میں بیان کیا ہوا ہے، اور نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بیان کیا ہوا ہے۔

یہ ہدایت کی قسم ہر ایک کو دے رکھی ہے لیکن یہاں جو دعا کی گئی ہے اس جگہ وہ پہلی قسم کی ہدایت مراد نہیں، بلکہ دوسری قسم کی ہدایت مراد ہے اے اللہ ہمیں ہاتھ پکڑ کر صراط مستقیم پر لے چلئے، آپ نے بتا تو دیا کہ صراط مستقیم کیا ہے؟ لیکن اس صراط مستقیم پر چلنا آپ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں ہے اے اللہ آپ اپنے فضل و کرم سے ہمیں ہاتھ پکڑ کر لے چلئے اور لے جا کر ہمیں صراط مستقیم پر کھڑا کر دیجئے، یہ معنی ہیں اھدنا الصراط المستقیم کے ہمیں صراط مستقیم پر لے جا کر کھڑا کر دیجئے، اور یہ وہ دعا ہے کہ خود نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مختلف انداز سے مانگا ہے۔

ایک اور جامع دعا

ایک دعا سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے آپ نے فرمایا

اَللّٰھُمَّ اِنَّ قُلُوْبَنَا وَ نَوَاصِیَنَا وَ جَوَارِحَنَا بِیَدِكَ لَمْ تُمَلِّكْنَا مِنْھَا شَیْئًا، فَاِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ فَكُنْ اَنْتَ وَلِیَّنَا وَ اھْدِنَا اِلٰی سَوَاءِ السَّبِیْلِ .

(ترجمہ) اے اللہ آپ ہمارے سارے وجود ہماری پیشانیاں ہمارے اعضاء وجوارح ہمارے دل سب آپ کے قبضے میں ہیں ہم ان میں سے کسی چیز کے مالک نہیں ہیں مالک آپ ہی ہیں، ہمارے ہاتھوں کے بھی مالک آپ، ہماری پیشانیوں

کے بھی مالک آپ، ہمارے پاؤں کے مالک بھی آپ، ہمارے دلوں کے مالک بھی آپ، سب کچھ آپ کے قبضہ قدرت میں ہے، جب سب کچھ آپ کے قبضہ قدرت اور آپ کی ملکیت میں ہے تو آپ ہی ہمارے کارساز بن جائیے اور آپ ہی ہمیں سیدھے راستے پر لا کر کھڑا کر دیجیے۔ تو یہ جو دعا بتائی ہے قرآن کریم نے، صراط مستقیم دکھانے کا جہاں تک تعلق ہے وہ تو ہم نے پوری طرح دکھادی مومن، کافر، فاسق، فاجر، ہر ایک کے لیے راستہ کھلا ہوا ہے جو قرآن نے بتادیا اور نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا لیکن اے مسلمانوں اب ہم سے مانگو، یا اللہ آپ ہی مجھے اپنے فضل وکرم سے ہاتھ پکڑ کر سیدھے راستے پر کھڑا کر دیجیے تاکہ ہم منزل تک پہنچ جائیں۔

تین کام کرو

دیکھو! انسان کا کام تین چیزیں ہیں، ایک تو یہ کہ وہ اپنی طرف سے عزم کر لے اور پکا ارادہ کرلے کہ یا اللہ میں آپ کی اطاعت کروں گا، دین کے شعبے میں اللہ تعالیٰ کی حکم کی پیروی کروں گا اور اس کے حکم کے مطابق زندگی گزاروں گا، گناہ کے پاس نہیں جاؤں گا واجبات اور فرائض صحیح طریقے سے ادا کروں گا، گناہ سے بچنے کی اور فرائض و وجبات ادا کرنے کی کوشش کروں گا، ایک تو یہ ارادہ کرلو، دوسرے یہ کہ جتنا تمہارے بس میں ہے وہ کوشش کرلو، یہی دو کام کرنے کے بعد پھر ہم کو پکارو کہ یا اللہ! میرے بس میں یہ تھا کہ میں عزم کرلیتا، تو میں نے عزم کرلیا، میرے بس میں تھا کہ میں اتنی کوشش کرلیتا، تو میں نے اتنی کوشش کرلی، اب آپ کو

میں پکارتا ہوں کہ آپ اپنے فضل وکرم سے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے دیجئے، یہ تین کام آدمی کرلے تو بس کامیاب ہے، پہلا عزم وارادہ اور دوسری اپنی طرف سے کوشش اور تیسرا عزم کرکے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا طرز عمل

دیکھو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے، قرآن کریم میں جتنے واقعات آئے ہیں، محض قصہ بیان کرنے کے لیے نہیں آئے، بلکہ اس سے سبق دینا مقصود ہے۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ ذلیخہ نے ان کو پھسلانے کی کوشش کی، اور انہیں زبردست آزمائش کا سامنا ہوا، ایک عورت ہے، حسین وجمیل ہے، اور خود اپنے آقا کی بیوی ہے، چاروں طرف سے دروازے بند کرکے ہر دروازے پر اس نے تالا ڈال دیا، تاکہ باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ رہے، اور اندر آنے کا بھی کوئی راستہ نہ رہے، اس وقت وہ پیشکش ہی نہیں بلکہ وہ حکم دے رہی ہے کہ آؤ، بدکاری کی دعوت دے رہی ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے تو زبان سے انکار کیا، لیکن وہ عورت اصرار کرتی رہی یہاں تک کہ اپنی طرف کھینچنے لگی، تو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ و السلام اس سے چھوٹ کر دروازوں کی طرف بھاگے، حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو آنکھوں سے نظر آرہا تھا کہ دروازے بند ہیں، دروازوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں، باہر نکلنے کا راستہ کوئی نہیں، لیکن انہوں نے سوچا کہ میرے بس میں اتنا ہے کہ میں یہاں سے بھاگ کر دروازہ تک چلا جاؤں، اپنے بس کی حد تک انہوں

نے کوشش پوری کرلی، اور وہاں سے بھاگ کر دروازہ تک پہنچ گئے، اور پھر اللہ کو پکارا: اے اللہ! میرے بس میں اتنا ہی تھا کہ میں دروازہ تک پہنچ جاتا، اور اس سے اپنے آپ کو بچالیتا، آگے پھر دروازہ کھولنا اور پھر اس سے بچانا آپ کا کام ہے، آپ راستہ کھول دیجئے، چنانچہ انہوں نے دو کام کئے، ایک یہ کہ عزم کیا کہ یہ کام نہیں کروں گا، اور دوسرے کوشش کی کہ جتنا بس میں تھا دروازہ تک پہنچ جانا، اس سے کوئی کوتاہی نہیں کی، دوراز ے تک پہنچ گئے، اور پھر اللہ کو بھی پکارا: یا اللہ! بچالیجئے، جب دروازہ تک پہنچے تو دروازوں کے قفل کھل گئے، تالے ٹوٹ گئے، اور دیکھا کہ ذلیخہ کا شوہر دروازہ پر کھڑا ہوا ہے

تم بھی یہ دو کام کرو

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ واقعہ اس لئے بیان کیا ہے کہ سنو! جب بھی تمہیں ایسی صورتحال پیش آئے کہ جس میں تمہارے اندر گناہ کا داعیہ پیدا ہو رہا ہو، صراط مستقیم سے ہٹنے کا داعیہ پیدا ہو رہا ہو، اس وقت دو کام کرو، ایک عزم تازہ کرو کہ نہیں میں صراط مستقیم کو نہیں چھوڑوں گا، اور دوسرا جتنی تمہارے بس میں کوشش ہے، وہ کر گزرو، اس کے بعد جب اللہ کو پکارو گے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ تمہاری ضرور مدد کریگا، تمہیں ضرور صراط مستقیم پر پہنچائے گا، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید

خیرہ یوسف وار می باید دوید

کہ آج اگر تمہیں اپنے ماحول کے اندر کوئی راستہ نظر نہیں آرہا، ماحول میں فسق وفجور کی آگ بھڑکی ہوئی ہے، کفر وشرک کا دور دورا ہے، اور چاروں طرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں، جس طرح حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام دروازوں تک بھاگے تھے، تم بھی بھاگو، جتنا بھاگ سکتے ہو بھاگو، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کو پکارو تو تمہیں اللہ تبارک وتعالیٰ انشاء اللہ نجات دے دیں گے۔

اس آیت کے ذریعہ یہ سبق دیا جارہا ہے

سبق اس آیت کریمہ کے ذریعہ یہ دیا جارہا ہے کہ دیکھو! یہ دعا ہم لوگ سورۃ فاتحہ میں پڑھتے ہیں، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے پانچ وقت ہر نماز میں بلکہ ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی تلقین کی ہے، اور **اھدنا الصراط المستقیم** اس کا لازمی حصہ ہے، گویا اللہ تبارک وتعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ میرا بندہ ہر وقت مجھ سے رجوع کر کے صراط مستقیم پر چلنا مانگتا رہے، اس لئے پانچوں وقت ہر نماز میں ہر رکعت میں ہم سے یہ کلمہ کہلوایا، لیکن ہوتا کیا ہے کہ ہم لوگ رسمی طور پر پڑھ کر گزر جاتے ہیں، ہر روز پڑھتے ہیں ہر نماز میں پڑھتے ہیں، ہر رکعت میں پڑھتے ہیں، لیکن غفلت کے عالم میں، دھیان کیے بغیر، بس ایک عادت کے تحت پڑھے چلے جاتے ہیں، بسا اوقات یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ کیا پڑھا، اور کیا نہیں پڑھا، نتیجہ اس کا یہ ہے کہ اس دعا کا صحیح لطف ہے، اور اس کا جو صحیح نتیجہ ہے، وہ پوری طرح ظاہر نہیں ہوتا، اگر سوچ سمجھ کر پڑھیں، اور اپنے دل سے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کہیں کہ اے

اللہ! مجھے ہاتھ پکڑ کر لے جایئے صراط مستقیم پر، تو جب دل سے مانگو گے دھیان سے مانگو گے، اور اہتمام کے ساتھ مانگو گے، دن میں پانچ مرتبہ بار بار اللہ تعالیٰ سے مانو گے، کیا وہ مالک بے نیاز تمہیں رد کر دے گا؟ چھوڑ دے گا، تمہیں شیطان کے حوالے کر دے گا، نہیں! ہرگز نہیں بلکہ ضرور بالضرور اللہ تبارک وتعالیٰ مدد فرمائے گا، شیطان کے تسلط سے بچائے گا، ہمیں اس آیت کریمہ سے یہ سبق مل رہا ہے کہ ہر وقت ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے صراط مستقیم مانگتے رہیں، یا اللہ ہاتھ پکڑ کر لے جایئے ہمیں، صراط مستقیم پر، جب بھی نماز پڑھے سوچ کر پڑھے کہ اس لیے پڑھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں۔

اس سے پہلے دو چیزیں

مگر دو چیزیں اس سے پہلے ہونی چاہیں، ایک ارادہ کہ ہم واقعی مانگ رہے ہیں، ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے صراط مستقیم چاہتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ اللہ کے دین پر عمل پیرا ہوں تو پہلے دل میں خواہش تو پیدا کرو، تڑپ پیدا کرو، عزم پیدا کرو، اور دوسرے یہ کہ جتنی تھوڑی بہت کوشش ممکن ہے وہ کر گزرو، تو پھر یہ دعا ضرور قبول ہوگی، لیکن آدمی اگر فرض کرو دل میں نیت بھی نہیں، ارادہ بھی نہیں، کوئی دلچسپی بھی نہیں، اور کوئی خواہش بھی نہیں، اور عمل میں کوئی کوشش بھی نہیں، اور پھر مانگ رہے ہیں کہ صراط مستقیم دے دو، اس کا مطلب یہ ہے کہ چل تو رہا ہے الٹا، اور مانگ رہا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سے سیدھا ہونا، اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص مشرق کو جارہا ہو، اور جانتا ہے کہ میں مشرق کو جارہا ہوں، اور دعا یہ کرے کہ یا اللہ مجھے

مغرب کی طرف پہنچادیجئے، تو یہ دعا نہیں ہے بلکہ مزاق ہے، اس واسطے کہ تو نے ارادہ کر رکھا ہے مشرق کو جانے کا، اور عمل بھی مشرق کی طرف جانے کا کر رہا ہے، اور قدم بھی اس کی طرف جانے کیلئے بڑھا رہا ہے، اور زبان سے یہ کہہ رہا ہے کہ یا اللہ مجھے مغرب کی طرف لے جائیں تو یہ مزاق ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ سے مذاق ہے

اگر فرض کرو دل میں دین کی طرف چلنے کی نیت نہیں ہے، دل میں تو یہ آرزو ہے کہ ہم انگریزوں جیسے ہو جائیں، مغربیت کے سانچے میں ڈھل جائیں، اور سارا عمل بھی اسی جانب کے لئے کر رہے ہو، پھر اگر تم اللہ تبارک وتعالیٰ سے کہو کہ یا اللہ! تو مجھے صراط مستقیم دیدے، تو یہ دعا نہ ہوئی مزاق ہوا، ہاں دل میں ایک مرتبہ پختہ نیت تو پیدا کرلو کہ میرے لئے دین و دنیا کی فلاح کا جو بھی راستہ، جو اللہ نے بتایا، جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، میں اس کے اوپر چلنا چاہتا ہوں، اور اس کی طرف قدم بھی بڑھاتا ہوں، ہاں مشکلات آرہی ہیں، ان میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگتا ہوں کہ یا اللہ! مشکلات دور کردے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انشاء اللہ توفیق ہوگی، اور مدد آئے گی، اور زندگی میں انقلاب پیدا ہوگا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اس دعا کو مانگنے، اور صحیح طرح مانگنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے حق میں قبول فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہِ رَبِّ العٰلمین

اللہ کی طرف رجوع کرو

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کی طرف رجوع کرو

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، آمنت باللّٰه صدق اللّٰه مولانا العظيم، وصدق رسوله النبي الكريم، و نحن على ذالك من الشاهدين و الشاكرين، والحمد للّٰه رب العٰلمين.

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! پچھلے جمعہ میں نے سورۂ فاتحہ کی پانچویں

آیت "اھدنا الصراط المستقیم" کی تھوڑی سی تشریح آپ حضرات کی خدمت میں عرض کی تھی، اور یہ بھی عرض کیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر مسلمان کو ہر نماز میں اور ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے، آپ نے دیکھا کہ اس کی پہلی تین آیتیں ہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ کی کچھ صفات کے بیان میں ہیں "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ" چوتھی آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندہ کو سکھایا ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ عرض کرے کہ "ایاك نعبد وایاك نستعین" یا اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

اللہ سے صراط مستقیم مانگئے

پھر پانچویں آیت "اھدنا الصراط المستقیم" کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ سکھایا ہے کہ ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا مانگنی چاہیے کہ یا اللہ ہمیں صراط مستقیم تک پہنچا دیجیے، ہمارا ہاتھ پکڑ کر صراط مستقیم تک لے جایئے، یہ دعا سکھا کر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو اس بات کی تلقین فرمائی ہے کہ تم زندگی کے ہر مرحلہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے رجوع کرنے کی عادت ڈالو، اسی سے مانگو صراط مستقیم ایک ایسی چیز ہے جس سے انسان کو دنیا وآخرت کے ہر مقصد کیلئے ضرورت ہے، جب بھی تمہیں کوئی کشمکش پیدا ہو، یا جب بھی تمہارے سامنے دو راستے آئیں، تو ہمیں پکار کر کہو: اھدنا الصراط المستقیم۔ یا اللہ مجھے صراط مستقیم کی توفیق عطا فرما، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو سکھایا ہے اور جیسا کہ میں نے پچھلے جمعہ میں عرض کیا تھا کہ صراط مستقیم کی ہر چیز میں ضرورت ہے کہ آدمی کو دنیا کے

کاموں میں بھی اور آخرت کے کاموں میں بھی سیدھے راستے کی ضرورت ہے۔

ٹیڑھی مانگ کے لئے تعویذ

مجھے یاد آیا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ علیہ بڑے درجے کے اولیاء اللہ میں سے تھے، ایک عورت ان کے پاس آئی اور آکر کہنے لگی کہ حضرت میرا مسئلہ یہ ہے کہ جب میں سر کے بال بناتی ہوں، تو میری مانگ ٹیڑھی ہو جاتی ہے، سیدھی نہیں ہوتی، بہت کوشش کی کہ سیدھی مانگ نکل جائے، لیکن سیدھی مانگ نہیں نکلتی، ٹیڑھی ہو جاتی ہے، مجھے ایسا تعویذ دیدیجئے، جس سے مانگ میری سیدھی ہو جایا کرے، بہت سی خواتین کے دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ دنیا کے ہر کام کا تعویذ الگ ہوتا ہے، اور ہر کام کیلئے وہ تعویذ کی فکر میں رہتی ہیں، اس اللہ کی بندی کے دل میں یہ خیال آگیا کہ میری مانگ ٹیڑھی نکلتی ہے، اور سیدھی نہیں ہوتی، حضرت سے درخواست کی کہ آپ میرے لئے کوئی تعویذ ایسا بنا دیجئے، حضرت نے کہا کہ بھئی مانگ سیدھی کرنے کا کوئی تعویذ میرے علم میں تو ہے نہیں کہ کوئی تعویذ ایسا ہوتا ہو جس سے مانگ سیدھی ہو جائے، مگر وہ پیچھے پڑ گئی، نہیں نہیں، آپ تو بزرگ آدمی ہیں کوئی ایسا تعویذ نکالئے جس سے میرا مسئلہ حل ہو جائے، اور میری مانگ سیدھی ہو جائے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ یہ خاتون پیچھے بھی پڑی ہوئی ہے، اور اسے پریشانی بھی ہے، تو میرے کچھ تو سمجھ میں آیا نہیں، میں نے ایک پرچی پر قرآن شریف کی آیت، اهدنا الصراط المستقيم لکھ دی، اور کہا کہ تم اس کو سر پر لگا لیا کرو، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی سے مانگ سیدھی

نکلنے لگی، حضرت نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہ دعا سکھائی ہے کہ ہر چیز میں صراط مستقیم چاہئے، سیدھا راستہ چاہئے، کچھ بعید نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی برکت سے مراد پوری کردے، حضرت کا خلوص بھی تھا، اور ان کی بزرگی اور برکت بھی تھی، اور آیت کریمہ کا مفہوم بھی تھا، اللہ تعالیٰ نے اس عورت کا اسی سے کام نکال دیا، غرض یہ کہ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے، جس میں سیدھا راستہ مطلوب نہ ہو، اس آیت کے ذریعہ سکھایا یہ ہے کہ ہر چیز ہم سے مانگو، ہم سے صراط مستقیم مانگو، اور جب کبھی الجھن پیش آئے تو ہماری طرف رجوع کرو، ہم سے کہو کہ ایاك نعبد و ایاك نستعین، اھدنا الصراط المستقیم، اور یہ بہت بڑی عظیم بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے سکھائی ہے۔

آج کے دور میں ہم کس طرح عمل کریں؟

دیکھئے! آج ہم سب لوگوں کو یہ خیال رہتا ہے کہ ہم ایک ایسے دور میں پیدا ہوئے ہیں، جس میں چاروں طرف فسق وفجور کا بازار گرم ہے، آدمی باہر نکلتا ہے تو نگاہوں کو پناہ نہیں ملتی، حالات خراب ہیں، دین پر اگر کوئی چلنا بھی چاہے تو قدم قدم پر رکاوٹیں ہیں، آج معاشرہ ایسا بن گیا ہے کہ اگر کوئی شخص امانت اور دیانت کے ساتھ کام کرنا چاہے تو عام طور سے اس کے راستے میں بڑے روڑے اٹکائے جاتے ہیں، بڑی رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں، جو تجارت کررہے ہیں تو تجارت کرنے والوں سے پوچھو کہ اگر کوئی سچائی کے ساتھ امانت داری کے ساتھ دیانت داری کے ساتھ تجارت کرنا چاہے تو رکاوٹیں ہیں، اور قدم قدم پر لوگ حرام کاری کیلئے منہ

کھول کر بیٹھے ہیں، رشوت کا بازار گرم ہے، دھوکے کا بازار گرم ہے، جھوٹ کا بازار گرم ہے، پتہ نہیں کتنے تاجر حضرات میرے پاس آتے ہیں کہ اگر ہم صحیح صحیح لکھ دیا کریں کہ کتنے میں ہم نے مال منگوایا ہے، اس کا بل صحیح بنوالیں تو ہم تجارت کر نہیں سکتے، اس لئے ہمیں جھوٹے بل بنوانے پڑتے ہیں، غرض یہ ہے کہ ہر طرف گناہوں کی آگ بھڑکی ہوئی ہے تو آدمی یہ سوچتا ہے اور کبھی کبھی ہمارے بھی دل میں اور سب کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے دور میں پیدا ہوئے ہیں تو ہم کیا کریں؟ کیسے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں؟ اور اس ماحول کی خرابی کی وجہ سے پھر سوچتے ہیں کہ یہ تو اس دور میں ہمارے لئے ممکن نہیں رہا کہ ہم دین کے اوپر قائم رہیں، اس واسطے لوگ مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔

اللہ کے دربار سوال وجواب

میرے شیخ حضرت عارفی قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ چلو یہ جو تم عذر پیش کر رہے ہو کہ بھئی ماحول خراب ہے، قدم قدم پر رکاوٹیں ہیں، فسق وفجور کا بازار گرم ہے، ذرا تھوڑا سا تصور کرو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہو، اور اللہ تبارک وتعالیٰ تم سے باز پرس کر رہے ہیں اور تم سے پوچھ رہے ہیں کہ تم نے دین پر کیوں عمل نہیں کیا تھا؟ جھوٹ کیوں بولا تھا؟ غیبت کیوں کی تھی؟ دھوکہ کیوں دیا تھا؟ لوگوں کو فریب کیوں دیا تھا؟ آنکھوں کی حفاظت کیوں نہیں کی تھی؟ کانوں کی حفاظت کیوں نہیں کی تھی؟ زبان کی حفاظت کیوں نہیں کی تھی؟ تو تم اس کے جواب میں یہ کہتے ہو یا اللہ میں کیا کرتا؟ آپ نے پیدا ہی ایسے زمانے میں کیا تھا

جہاں چاروں طرف فسق و فجور کی دھوکے بازی کی، رشوت کی آگ سلگ رہی تھی، میں کیا کرتا؟ اگر آپ نے مجھے صحابہ کرام کے زمانے میں پیدا کیا ہوتا تو میں بھی نیک بن جاتا، لیکن آپ نے ایسے دور میں پیدا کیا جہاں چاروں طرف بددینی کا بازار گرم تھا، میں بھی اس ماحول سے متاثر ہوگیا، میں کیا کرتا؟ میں کمزور اور مجبور انسان ہوں، میں مغلوب ہوگیا۔

ہم سے رجوع کیوں نہیں کیا؟

اس کے جواب میں اگر اللہ تبارک وتعالیٰ یہ پوچھیں، ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے دین پر چلنے میں رکاوٹیں آرہی تھیں، اور مشکلات آرہی تھیں تو مجھ سے رجوع کیوں نہیں کیا؟ مجھ سے مانگتے کہ یا اللہ! یہ دشواری ہورہی ہے، آپ کے حکم پر عمل کرنے میں آپ مجھ سے یہ دشواری دور کردیجئے، تم نے مجھ سے مانگا ہوتا، اور کہا ہوتا "ایاك نعبد و ایاك نستعین اهدنا الصراط المستقیم" مجھ سے مانگا ہوتا، سارا قرآن بھرا ہوا ہے اس بات سے، اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور میں نے کہا تھا کہ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُم، مجھے پکارو میں تمہاری پکار سنوں گا، تو مجھ سے تم نے یہ سارا حال کیوں ذکر نہیں کیا اور کیوں نہیں پوچھا؟ میں اس پر کیسے عمل کروں؟ اپنی رحمت سے میرا راستہ ٹھیک کردیجئے، اب بتاؤ اس کا کیا جواب ہوگا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی سے کہا ہوتا کہ یا اللہ میں آپ کا بندہ ہوں، آپ ہی کی عبادت کرتا ہوں، اور آپ ہی سے مدد مانگتا ہوں، میں مجبور ہورہا ہوں، میرے حالات خراب ہورہے ہیں، آپ اپنی رحمت

سے مجھے بچا لیجئے، آپ میرے راستے کی رکاوٹیں دور کر دیجئے، بلکہ ہمارے شیخ تو یوں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے بندہ بن کر باتیں کیا کرو، یا اللہ! یا یہ رکاوٹیں دور کر دیجئے، ورنہ مجھ سے مؤاخذہ نہیں فرمائیے گا، مجھ سے گرفت نہ فرمائیے گا، رکاوٹ دور کر دیجئے، تو اگر کوئی بندہ یہ کرتا رہے تو کوئی شبہ نہیں ہے کہ یا تو رکاوٹیں دور ہو جائیں گی، یا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اسکو معذور قرار دیدینگے، تو اس واسطے یہ سکھایا ہے سورۂ فاتحہ میں کہ جہاں بھی تمہیں دشواری پیش آئے تو ہمیں پکارو۔

حضرت یونس علیہ السلام نے کس طرح رجوع کیا؟

دیکھو! حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ قرآن کریم نے ذکر کیا ہے کہ ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ السلام کو یہ آزمائش پیش آئی تھی کہ ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا تھا، اور مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے، اب اندازہ کیجئے کہ ایک جیتا جاگتا انسان مچھلی کے پیٹ میں چلا گیا اور مچھلی کے پیٹ میں جو کچھ پریشانی ہے وہ تو ہوگی، پھر اندھیرا، ماحول میں تاریکی، گھٹا ٹوپ اندھیرا تو قرآن کریم فرماتا ہے: فَنَادٰی فِی الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ. ان اندھیروں میں حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ السلام نے ہمیں پکارا، اے اللہ! آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، آپ پاک ہیں ہر عیب سے، اور میں نے ہی اپنی جان پر ظلم کیا تھا۔ اس کی سزا میں بھگت رہا ہوں، اور زبان سے تو اپنی غلطی کا اور اپنے ظلم کا اعتراف فرمایا اور پکارا کہ آپ معبود ہیں، آپ کے سوا کوئی نہیں ہے، اگر میں مچھلی کے پیٹ میں گیا ہوں تو بھی آپ کی مشیت سے گیا ہوں، اور نکلوں گا تو

بھی آپ کی مشیت سے ہی نکلوں گا، اب بتاؤ اگر انسان بڑی مچھلی کے پیٹ میں چلا جائے، کوئی ہے جو اس کو بچا سکے، کوئی صورت باہر آنے کی نہیں تھی، کوئی اگر مدد کرنا بھی چاہتا کہ ان کی مدد کرے تو مدد کرنے کی قدرت نہیں تھی، حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پکارا اللہ تعالیٰ کو اور کہا: لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین. اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ. ہم نے ان کی پکار سنی، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہے، پکارتے رہے اللہ تعالیٰ سے مایوس نہیں ہوئے، ہمت نہیں ہاری، اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات سے امید وابستہ رکھی، ظاہر ہے کہ پکارنا پہلے ہی شروع کر دیا ہوگا اس حالت میں لیکن مدد آئی کچھ دیر کے بعد قرآن کریم کہتا ہے کہ ہم نے مچھلی کو حکم دیا کہ نگل دو ایک کنارے پر: فَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَم. ہم نے ان کو مچھلی کے پیٹ کی گھٹن سے نجات عطا فرمائی جو ان کو مچھلی کے پیٹ میں گھٹن لاحق ہوگئی تھی، ان سے ان کو نجات عطا فرمائی۔

اسی طرح مؤمنین کو نجات دیتے ہیں

قرآن کریم نے اس کے بعد فرمایا: وَ كَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ. اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیتے ہیں، یہ کیا فرما دیا؟ کہ اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مومن اسطرح مچھلی کے پیٹ میں جائے گا، اور اس کو نجات دیں گے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کبھی تم تاریکیوں میں گھر جاؤ، چاروں طرف سے تم پر اندھیرا مسلط ہو جائے، اور ہر طرف سے تمہیں مایوسی

ہونے لگے تو ہمیں اس وقت پکارو تو ہم تمہیں نجات دیں گے، ہم تمہیں نجات کے راستے پر لے جائیں گے۔

مایوس مت ہو جاؤ

میرے بھائیو! اس آیت نے بھی سبق دے دیا، اور "اھدنا الصراط المستقیم" نے بھی کہ میرے بندو! گھبراؤ نہیں، پریشان نہ ہو، مایوس نہ ہو، کہ حالات کی خرابی سے مایوس ہو کر بیٹھ جاؤ، ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤ، اور سمجھو کہ کوئی راستہ نہیں رہا، ایسا نہیں، اللہ تعالیٰ راستہ پیدا کرنے والے ہیں، اور وہ راستہ یہ ہے کہ مجھے پکارو، ایاك نعبد و ایاك نستعین ، اھدنا الصراط المستقیم ہمیں پکارو، ہم سے مانگو۔

چالیس روز تک یہ دعا کرو

اس وجہ سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ آدمی کو چاہیے ہر روز بلا ناغہ، کوئی دن خالی نہ جائے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا مانگے کہ یا اللہ! میں صراط مستقیم پر چلنا چاہتا ہوں، لیکن رکاوٹیں ہیں، مشکلات ہیں، ماحول دوسری طرف مجھے لے جا رہا ہے، اے اللہ! اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے اس ماحول کی خرابی سے بچا لیجئے، اور اپنے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرما دیجئے، یہ مانگو یہ ایسا عمل ہے کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کوئی آدمی چالیس دن یہ عمل کرے، دل لگا کر مانگے، خشوع کے ساتھ مانگے، مانگنے کی طرح مانگے تو فرماتے ہیں کہ چالیس دن عمل کر کے دیکھ لو انشاء اللہ چالیس

دن بعد اس کو دروازے کھلتے ہوئے نظر آئیں گے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کو توفیق ہوگی، اس کی زندگی میں انقلاب آئے گا، خوشگوار انقلاب، اطمینان کا انقلاب انشاء اللہ آئے گا، لیکن کر کے تو دیکھو!

دنیا کی فکرات میں مدہوش ہیں

ہوتا یہ ہے کہ ہم لوگ غفلت میں زندگی گزار رہے ہیں، صبح سے لے کر شام تک کی سوچ بچار اور دوڑ دھوپ کا محور یہ دنیا ہی دنیا بنی ہوئی ہے کہ کس طرح ہم پیسہ زیادہ کمالیں، کس طرح ہمارا بینک بیلنس زیادہ ہو جائے، کس طرح ہمارا مکان اچھا ہو جائے، کس طرح ہمیں گاڑی اچھی مل جائے، ساری سوچ بچار کا دوڑ دھوپ کا محور بس دنیا ہے، لیکن مرنے کے بعد کیا ہونے والا ہے؟ آخرت کی زندگی میں ہمارا کیا حشر ہونا ہے؟ اس کی فکر بہت کم ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بس بہانے ڈھونڈتے ہیں کہ بھئی ماحول خراب ہے، لہٰذا ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤ، اور کچھ کرو نہیں، جیسے زمانہ بہہ رہا ہے، اسی کے بہاؤ پر تم بھی بہو، لوگ جھوٹ بول رہے ہیں، تم بھی بولو، لوگ رشوت کھا رہے ہیں، تم بھی کھاؤ، اسی بہاؤ پر گزرتے ہوئے ساری زندگی گزر جائے گی۔

روزانہ اللہ تعالیٰ سے دعا ہی کرلیا کرو

قرآن کہتا ہے کہ خدا کے لیے ذرا سوچو، اور کچھ نہیں یہی کام کرلو، اس میں کوئی لمبی چوڑی محنت بھی نہیں کرنی پڑتی، وہ یہ کہ روز اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر چند منٹ دعا کیا کرو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے، راستہ کس طرح کھلتے ہیں، میں

نے اپنی آنکھوں سے نظارہ کیا ہے، خود تجربہ کیا ہے، کیسے کیسے لوگ جو آکر شکایت کرتے تھے کہ ہمارے اوپر دروازے بند ہیں، رحمت کے دروازے بند ہیں، انصاف کے دروازے بند ہیں، اور دین کے اوپر چلنے کے دروازے بند ہیں، اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا، ان کو راستہ بتایا، انہوں نے عمل کیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے دروازے کھول دیے، تھوڑی سی قربانی دینی پڑی، لیکن قربانی دینے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے لئے اپنے دروازے کھول دیئے، اور پہلے سے زیادہ دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ نے خوشحالی عطا فرمائی، انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

دھیان سے یہ الفاظ پڑھو

جب ہم نماز میں کھڑے ہوتے ہیں اور یہ الفاظ پڑھتے ہیں: اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم. ذرا دھیان کر کے پڑھا کریں کہ ہم واقعی اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگ رہے ہیں، واقعی ہدایت مانگ رہے ہیں، واقعی اللہ تبارک وتعالیٰ سے سیدھا راستہ مانگ رہے ہیں، یہ دھیان کر کے پڑھیں، الگ بیٹھ کر تنہائی میں بیٹھ کر یکسوئی کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگیں، اور روز کا معمول بنالیں، پھر دیکھیں اللہ تبارک وتعالیٰ کس طرح دروازے کھولتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت اتنی وسیع ہے کہ یہ شیطانی اور طاغوتی چکر جو دنیا بھر میں چل رہے ہیں، کیا اللہ تعالیٰ ان کو دور کرنے میں قدرت نہیں رکھتا؟ کیا ان کا بندہ اگر مانگے گا تو وہ راستے کو کھولیں گے نہیں اپنے بندے کیلئے؟ اللہ تعالیٰ نے تو پہلے ہی فرمادیا کہ

رب العالمین ہم ہیں، رحمٰن ہم ہیں، رحیم ہم ہیں، مالک یوم الدین ہم ہیں، یہ سب کچھ ہم ہیں، پھر بھی تم کہیں اور جا رہے ہو، لہٰذا پکارو تو ہمیں پکارو، اور ہم سے مانگو، سارے مسائل ہمارے سامنے پیش کرو، اللہ تعالیٰ انشاء اللہ ضرور راستہ کھولیں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اور اپنی رحمت سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

صراط مستقیم حاصل کرنیکا طریقہ

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صراطِ مستقیم حاصل کرنے کا طریقہ

تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۴)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔ آمنت باللہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم، و نحن علی ذالک من الشاھدین و الشاکرین، والحمد للہ رب العلمین۔

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! آج بڑے وقفے کے بعد آپ حضرات سے

ملاقات ہوئی ہے، اس سے پہلے سورۂ فاتحہ کا درس چل رہا تھا، اسی سلسلے کو ذہن میں تازہ کرنے کیلئے میں پہلے سورۂ فاتحہ کا ترجمہ پیش کرتا ہوں، پھر اس کے بعد اس کی آخری آیت کے بارے میں کچھ گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

سورۂ فاتحہ چونکہ ہر نماز میں اور ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے، اس لئے اس کے معانی اور اس کے مضامین ہم میں سے ہر شخص کو معلوم ہونے چاہئیں، تاکہ جب نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھیں تو اس کے مفہوم کی طرف ذہن جائے، سورۂ فاتحہ سات آیتوں پر مشتمل ہے، پہلی آیت: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا: اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وہ سب پر رحم کرنے والا ہے بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے: مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ. جو مالک ہے روز جزا کا، اس دن کا جس دن سارے انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے، اور دنیا میں جو اعمال کیے ہیں ان کا حساب وکتاب ہوگا، اور اچھے کاموں کا اچھا بدلہ دیا جائے گا، اور برے کاموں کا برا بدلہ دیا جائے گا، وہ اس دن کا مالک ہے۔

سب ملکیتیں ختم ہونے والی ہیں

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ باری تعالیٰ ہر چیز کے مالک تو ہر وقت ہیں، لیکن ظاہری طور پر انسان کو ملکیتیں دے رکھی ہیں، جیسے ہم نے یہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں، ہم کپڑوں کے مالک ہیں، میری جیب میں پیسے ہیں، پیسوں کا مالک ہوں، گھر میرا ہے، گھر کا مالک ہوں، لیکن آخرت میں کوئی مالک نہیں رہے گا، اس دن کوئی کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا، روز جزا کا ایک ہی مالک ہے اور وہ اللہ تبارک و

تعالیٰ ہے، پھر یہ بتایا گیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کس طرح مانگا جائے چنانچہ چوتھی آیت میں فرمایا گیا: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ. اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور پھر یہ آیت آتی ہے: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ. چونکہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، تو یا اللہ آپ ہمیں صراط مستقیم کی یعنی سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرمایئے، پھر آگے صراط مستقیم کی تفصیل ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے؟ فرمایا: صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ. اے اللہ ان لوگوں کے راستے کی ہدایت عطا فرمایئے جن پر آپ نے انعام فرمایا: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ. ان لوگوں کا راستہ نہیں جن پر آپ کا غضب نازل ہوا: وَلَا الضَّآلِّيْنَ. اور نہ ان لوگوں کا راستہ جو گمراہ ہو گئے۔ آپ سے ہم ان لوگوں کا راستہ مانگتے ہیں جن پر آپ نے انعام فرمایا۔ یہ ہے سورۂ فاتحہ کا ترجمہ۔ ان میں سے چار آیتوں کا بیان پچھلے جمعوں میں عرض کر چکا ہوں، اب پانچویں آیت کا بیان ہے: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ. اے اللہ آپ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرما دیجئے۔

صراط مستقیم کی ہر جگہ ضرورت ہے

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دعا سکھائی ہے، نہ صرف یہ کہ سکھائی، بلکہ لازم کر دی ہے، ہر نماز میں اور نماز کی ہر رکعت میں ہم سے یہ دعا منگوائی جاتی ہے کہ یا اللہ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرما، اس دعا میں دنیا اور آخرت کی ساری بھلائیاں جمع ہو گئی ہیں، کیونکہ صراط مستقیم کے ہم ہر جگہ محتاج ہیں، ہم جو کام بھی کرنے جا رہے

ہیں اور جو مقصد بھی حاصل کرنا ہو، اس میں ہمیں سیدھا راستہ بتا دیجئے، ایسا سیدھا راستہ جو ہمیں مقصد تک پہنچا دے، اگر اینچ پیچ والا راستہ ہو، یا ٹیڑھا راستہ ہو، یا تو وہ ہمیں منزل تک پہنچائے گا نہیں، یا پہنچائے گا تو مشقت کے ساتھ اور تکلیف کے ساتھ پہنچائے گا، اس لئے ہمیں ہر کام میں صراط مستقیم کی ضرورت ہے۔

علاج میں صراط مستقیم کی ضرورت

فرض کرو بیمار ہو گئے، علاج کرنا ہے، تو علاج کے لئے بھی صراط مستقیم کی ضرورت ہے، کہ بھئی صحیح معالج ذہن میں آئے، معالج کو بھی صراط مستقیم کی ضرورت ہے کہ وہ سمجھے کہ بیماری کیا ہے اور اس بیماری میں کونسی دوا فائدہ مند ہوگی، روزی کمانے جا رہے ہیں تو اس میں صراط مستقیم کی ضرورت ہے کہ کونسی روزی حلال ہے اور کونسی حرام ہے؟ اور کونسی میرے لئے فائدہ مند ہے اور کونسی فائدہ مند نہیں ہے، غرض دنیا کا کوئی بھی کام ایسا نہیں ہے جس میں صراط مستقیم درکار نہ ہو، اس لئے بڑی جامع دعا اللہ تبارک وتعالیٰ نے سکھائی ہے۔

ہم لوگوں کی حالت

لیکن ہوتا یہ ہے کہ ہم لوگ جب سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں، اس کے مطلب اور معنیٰ کی طرف دھیان دیئے بغیر ایک رٹے ہوئے کلمات کی طرح پڑھتے ہیں، جب اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے ایک سوئچ اون ہو گیا، اور اس کے بعد کیسٹ چلنی شروع ہو گئی، نہ یہ پتہ کہ کیا پڑھ رہے ہیں، اور نہ یہ پتہ کہ اس کے معنیٰ اور مفہوم کیا ہیں؟ نتیجہ یہ کہ اس دعا کا جو فائدہ حاصل ہونا چاہیے تھا، وہ حاصل نہیں ہوتا۔

ہر آیت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب

حضور اقدس نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عجیب ارشاد ہے کہ جب بندہ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے، اور یہ کہتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ . کہ تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جو رب العالمین ہیں، تو باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿ حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ ﴾

میرے بندے نے میری تعریف کی، پھر جب ہم کہتے ہیں: اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿ اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ ﴾

میرے بندے نے میری ثناء کی، پھر جب بندہ کہتا ہے: مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ . تو باری تعالیٰ کہتے ہیں کہ:

﴿ مَجَّدَنِيْ عَبْدِيْ ﴾

میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی، پھر جب بندہ کہتا ہے: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ. تو باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿ هٰذَا بَيْنِيْ وَ بَيْنَ عَبْدِيْ ﴾

اس نے ایسا جملہ کہا ہے، کہ آدھا میرا اور آدھا اس کا، کیا معنی؟ کہ: اِيَّاكَ نَعْبُدُ . کہہ رہا ہے کہ یا اللہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں، تو یہ بات اللہ کے لئے ہے، اور جب بندہ کہتا ہے کہ: وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ . ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، تو یہ مدد جو مانگ رہے ہیں، یہ اپنے لئے مانگ رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ میرا بندہ جو مانگے گا

میں اس کو دوں گا، جب بندہ کہتا ہے: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم تو باری تعالیٰ وعدہ فرمالیتے ہیں کہ تم جو مانگ رہے ہو وہ دیں گے، صراط مستقیم دینے کا وعدہ فرمالیتے ہیں، ہوتا کیا ہے کہ ہم بے دھیانی سے ایک سانس میں پڑھتے ہوئے چلے گئے، آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا جواب نہ سنا، اور نہ جواب کا وقفہ دیا، جب تمہاری یہ حالت ہے تو اللہ تعالیٰ کو جواب دینے کی کیا ضرورت ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ

حضرت شیخ ابن اکبر علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ بڑے درجے کے اولیاء اللہ میں سے ہیں، اور بڑے صوفیا کرام میں سے ہیں، وہ یہ فرماتے ہیں کہ میں جب نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھتا ہوں، اور: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن. کہتا ہوں تو اس وقت تک آگے بڑھتا ہی نہیں جب تک اللہ جل جلالہ کا جواب سن نہ لوں، ایسے بھی اللہ کے بندے ہیں کہ ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر ایسا بھروسہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں آگے بڑھوں گا ہی نہیں، جب تک آپ کا جواب نہیں سن لوں گا، پھر کہتا ہوں: اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. پھر جواب سنتا ہوں، پھر آگے بڑھتا ہوں، اس لئے سورۂ فاتحہ کا ادب یہ ہے، کہ آدمی ہر آیت پر ٹھہرے، پھر آگے پڑھے، جب دھیان کے ساتھ پڑھے گا: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم. کہ کس سے مانگ رہے ہو، زبان سے ہی نہیں، بلکہ دل سے مانگو، یا اللہ ہمیں صراط مستقیم چاہیے، جب دل سے مانگو گے تو اللہ تعالیٰ ضرور دیدیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ:

وَاِذَا سَئَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ، اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ

اِذَا دَعَانِ (البقرة:۱۸۶)

ترجمہ: میرا بندہ پوچھے کہ میں کہاں ہوں، میں تو قریب ہی ہوں، پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں، جب وہ مجھے پکارتا ہے، جب آدمی اس طرح سورۂ فاتحہ پڑھے گا تو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ صراط مستقیم کی ہدایت ضرور ملے گی، کوئی وجہ نہیں، باری تعالیٰ کسی وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے، مانگنے والا چاہیے، مانگنے کی صحیح معنٰی میں خواہش ہو، ایک جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْن

ترجمہ: کیا ہم زبردستی ہدایت دے دیں، اور جب تمہیں ہدایت مانگنے کی طلب بھی نہ ہو۔ تمہیں ہدایت پسند نہیں، میرے بھائیو! ہم جب کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم. کہیں، تو بڑے دھیان سے مانگیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے بھکاری بن کر کہ یا اللہ ہم بھکاری بن کر آئیں ہیں، ہمیں صراط مستقیم کی بھیک چاہیے، اپنے فضل وکرم سے دید یجئے۔

صراط مستقیم حاصل کرنے کا طریقہ

دوسرا نکتہ میں نے یہ عرض کرنا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں یہ حکم دیا کہ صراط مستقیم مانگو، وہاں صراط مستقیم حاصل کرنے کا طریقہ بھی بتایا، وہ اگلی آیت ہے: صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِم. اے اللہ ان لوگوں کا راستہ میں چاہتا ہوں، جن پر آپ کے انعامات نازل ہوئے، وہ کون ہیں؟ یہ سورۃ النساء میں اللہ پاک نے ان کا ذکر کیا:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (النسآء:٦٩)

جن پر اللہ کا انعام ہوا ان میں سے ایک تو حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام ہیں، دوسرے صدیقین، صدیقین انبیاء کرام کے وہ پیروکار اور وہ متبعین ہیں جنہوں نے پوری سچائی کے ساتھ اپنے ظاہر و باطن کو ٹھیک کیا، جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوا، تیسرے شہداء، شہداء وہ ہیں جنہوں نے اپنی جانیں اللہ جل شانہ کے دین کیلئے قربان کیں، چوتھے صالحین، صالحین وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نیکی کی توفیق عطا فرمائی، اس آیت سے سمجھانا یہ مقصود ہے کہ اگر صراط مستقیم چاہتے ہو، اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگ بھی رہے ہو تو صراط مستقیم تمہیں ان حضرات کی صحبت میں ملے گی تو ان حضرات کے طریقے میں ملے گی، یہ دیکھو! انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام کا طریقہ کیا تھا؟ اسے اختیار کرو، یہ دیکھو! صدیقین کا طریقہ کیا تھا؟ وہ اختیار کرو، یہ دیکھو! شہداء کا طریقہ کیا تھا؟ وہ اختیار کرو، یہ دیکھو صالحین اور نیک لوگوں کا طریقہ کیا تھا؟ اسے اختیار کرو، تنبیہ اس بات پر فرمادی کہ صراط مستقیم صرف کتاب پڑھنے سے نہیں آجائے گا، کہ تم نے مطالعہ کرلیا، اور پتہ چل گیا کہ صراط مستقیم کیا ہوتا ہے، نہیں؛ بلکہ اس کیلئے اپنی صحبت درست کرو، اپنا اٹھنا بیٹھنا، اپنا چلنا پھرنا، اپنی ملاقاتیں ایسے لوگوں سے رکھو، جن پر اللہ نے اپنا انعام فرمایا، پھر تمہیں دین سمجھ میں آئے گا، پھر تم میں دین پر چلنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔

ایک بڑی غلط فہمی کا ازالہ

یہاں ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ فرمادیا، جو آج بھی بہت سے لوگوں

کے دلوں میں پیدا ہو رہا ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہمارے لئے کافی ہے، ہمیں کسی انسان کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں، ہمارے پاس کتاب قرآن مجید موجود ہے، اس کے ترجمے چھپے ہوئے موجود ہیں، ترجموں کے ذریعے قرآن کریم پڑھیں گے، اور اس کے ذریعے جو مطلب سمجھ میں آئے گا اس پر عمل کریں گے، ہمیں اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ نیک لوگ کیا کر رہے ہیں، اور کس طرح عمل کی تلقین کر رہے ہیں، قرآن کریم فرماتا ہے کہ یہ بات نہیں ہے، اگرچہ پورا قرآن ہی صراط مستقیم ہے، لیکن اس صراط مستقیم کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ ان لوگوں کا راستہ دیکھو، جن پر اللہ نے اپنا انعام کیا، وہ بتائیں گے تمہیں کہ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کا مطلب کیا ہے، اور اس پر کس طرح عمل کریں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابتداء ہی سے یہ سلسلہ جاری رکھا ہے۔

دو چیزیں ساتھ ساتھ اتاریں

دو چیزیں ساتھ ساتھ اتاری ہیں، ایک تو اللہ نے کتاب اتاری، تورات آئی، انجیل آئی، زبور آئی، اور آخر میں قرآن مجید آیا، دوسرے پیغمبر بھیجے اللہ تبارک وتعالیٰ نے، کوئی کتاب بغیر پیغمبر کے نہیں آئی، کیوں؟ اس لئے تاکہ پیغمبر یہ بتائے کہ اس کتاب کا مطلب کیا ہے؟ اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ کیا ہوتا ہے؟ اور لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم اس پیغمبر کی اتباع کرو، پیغمبر کے پیچھے چلو، پیغمبر کی ذات پر ایمان لاؤ، اور اس کے طریقے پر عمل پیرا ہوں، دو چیزیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں، کتاب اللہ اور رجال اللہ، اللہ کی کتاب اور اللہ کے رجال، دونوں کے امتزاج سے دین کی صحیح سمجھ پیدا ہوتی ہے، گمراہی جو پھیلی ہے، وہ اس طرح پھیلی ہے، کہ کچھ

لوگوں نے کتاب کو تو پکڑ لیا، اور اللہ نے جو پیغمبر بھیجے تھے، اور پیغمبروں کے ذریعے ہدایت کا اور صحبت کا جو سامان دیا تھا اس سے قطع نظر کر لی، ہم بس اللہ کی کتاب پڑھیں گے، ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے، ہمیں نمونوں کی کیا ضرورت ہے، العیاذ باللہ العلی العظیم، ارے اگر نمونے کی ضرورت نہ ہوتی تو پیغمبروں کو بھیجنے کی ضرورت کیا تھی، مکہ کے کافر کہتے تھے قرآن ہمارے اوپر براہ راست کیوں نازل نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا، کیونکہ انسانوں کی ہدایت کیلئے تنہا کتاب کافی نہیں ہوا کرتی، جب تک معلم و مربی اس کتاب کا موجود نہ ہو، یہ انسان کی فطرت ہے، دنیا کا کوئی بھی علم وفن آدمی صرف کتاب کے مطالعہ سے حاصل نہیں کرسکتا، جب تک اس کا مربی موجود نہ ہو۔

کتاب پڑھ کر ڈاکٹر نہیں بن سکتے

کوئی میڈیکل سائنس کی کتابیں پڑھ لے، اور پڑھ کر علاج شروع کر دے تو وہ قبرستان ہی آباد کرے گا، بلکہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ کھانا پکانے کی کتابیں لکھی ہوئی ہیں، اس میں لکھا ہے کہ بریانی ایسے بنتی ہے، قورمہ ایسے بنتا ہے، کباب ایسے بنتے ہیں، تو کتاب سامنے رکھ کر بناؤ قورمہ تو خدا جانے کیا ملغوبہ تیار ہو جائے گا، جب تک کسی ماہر باورچی نے تمہیں کھانا پکانا نہ سکھایا ہو، محض کتاب دیکھ کر پکاؤ گے، تو کبھی اچھا نہیں پکا سکتے۔

اللہ کی کتاب کے لئے رسول کی ہدایت

اللہ کی کتاب جو ہدایت کا بہت بڑا سامان ہے، لیکن اس کتاب پر عمل کر کے زندگی کیسے گزاری جائے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور حالات زندگی

جب تک نہ سیکھے، اس وقت تک انسان اس کتاب کو سمجھ نہیں سکتا، اسطرح جیسے کتاب اللہ پر ایمان ضروری ہے، اللہ کے رجال پر بھی ایمان ضروری ہے، تو قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ اگر صراط مستقیم چاہتے ہو تو ان لوگوں کا راستہ اختیار کرو جن پر اللہ نے اپنا انعام فرمایا، اس سے سمجھ میں آئے گا کہ صراط مستقیم کیا چیز ہے، اللہ والوں کی صحبت اختیار کرو، اچھے لوگوں سے تعلق رکھو، پھر دیکھو اللہ تعالیٰ کیسے تم میں اچھائیاں منتقل فرماتے ہیں: غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ . ان لوگوں کا راستہ نہیں جن پر اللہ نے غضب کیا، اور جو گمراہ ہوئے، یعنی اچھی صحبت اختیار کرنے کی تاکید بھی فرما دی، اور بری صحبت سے احتراز کی تاکید بھی فرمائی، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان لوگوں کے پیچھے چل پڑو جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے، اور جو گمراہی کے راستے پر پڑے ہوئے ہیں، تو اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ صراط مستقیم کو حاصل کرنے کا راستہ یہ ہے کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کا راستہ اختیار کرو، اور انکی صحبت اختیار کرو، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اور اپنی رحمت کاملہ سے ہم سب کو صراط مستقیم عطا فرمائے، اور دین کی صحیح سمجھ عطا فرما کر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین

سورۃ الفلق

اورسورۃ الناس کی اہمیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط وترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٭ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٭ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ٭ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ٭ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ٭ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ٭ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ٭ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ٭ مَلِكِ النَّاسِ ٭ اِلٰهِ النَّاسِ ٭ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ٭ اَلَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ٭ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ۔ ٭

تمہید

بزرگان محترم اور برادران عزیز! کچھ عرصہ پہلے میں نے یہ سلسلہ شروع کیا

تھا کہ قرآن کریم کی جو سورتیں ہم نمازوں میں پڑھتے ہیں، اور اکثر مسلمانوں کو یاد بھی ہوتی ہیں، اُن کی کچھ تفسیر اور تشریح آپ حضرات کی خدمت میں پیش کی جائے، اُس سلسلہ میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر کافی عرصے سے چلتی رہی، الحمد للہ بقدر ضرورت اُس کا بیان مکمل ہو گیا تھا، میں کچھ وقتی مسائل آئے، جن پر بیان ہوتا رہا، اور اب پھر میں اسی سلسلہ کی طرف لوٹ رہا ہوں، اور اس کے لئے میں نے اس وقت آپ کے سامنے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی تلاوت کی ہے۔

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کا شانِ نزول

یہ دو سورتیں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس یہ قرآن کی آخری سورتیں ہیں، اور ان کو معوذتین بھی کہا جاتا ہے، معوذتین کے معنی یہ ہیں کہ وہ دو سورتیں جن میں اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے، ان سورتوں کے نازل ہونے کا ایک خاص واقعہ ہے، جن میں یہ سورتیں نازل ہوئی تھیں، صحیح احادیث میں اس کی تفصیل یہ آئی ہے کہ جب نبی کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بنا کر بھیجا، آپ نے تیرہ سال مکہ مکرمہ میں گزارنے کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو وہاں مدینہ منورہ میں ایک بڑی تعداد یہودیوں کی تھی، یہودی نبی کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا حسد رکھتے تھے، حسد ان کو اس بات پر تھا کہ یہ لوگ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے تھے، اور پچھلے تمام انبیاء کرام حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں آئے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو صاحبزادے تھے، ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام، اور ایک حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہیں، حضرت یعقوب علیہ السلام جن

کا دوسرا نام اسرائیل بھی ہے، پچھلے جتنے انبیاء کرام آئے، وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں آئے، یعنی بنو اسرائیل میں آئے، یہ یہودی بھی بنو اسرائیل سے تعلق رکھتے تھے، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ سب سے آخری نبی اور سب سے آخری پیغمبر جو سب سے افضل پیغمبر بھی ہیں، یعنی نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں مبعوث کیا گیا، تو یہودیوں کو یہ حسد ہوا کہ اگر چہ ان کی کتابوں میں یعنی تورات میں زبور میں انجیل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارتیں موجود تھی، اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے بتایا ہوا تھا کہ آخر میں ہم ایسے پیغمبر بھیجیں گے جو خاتم النبیین ہوں گے، اور جن کی نبوت ساری دنیا کے لئے ہوگی، اور قیام قیامت تک کے لئے ہوگی، یہ ساری باتیں تورات اور انجیل میں پہلے سے موجود تھیں، ان یہودیوں کو یہ خیال تھا کہ جس طرح اب تک سارے انبیاء کرام بنو اسرائیل میں آتے رہے ہیں، اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں آتے رہیں ہیں، اسی ترح نبی آخری الزمان صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی خاندان میں آئیں گے، لیکن جب وہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ السلام کی اولاد میں آگئے، تو ان کو حسد ہوگیا، اور اس حسد کی وجہ سے نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی تکلیفیں ان کی طرف سے پہچانے کا سلسلہ شروع ہوا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد یہ چاہا کہ یہودیوں کے ساتھ کوئی دشمنی نہ ہو، چنانچہ ایک معاہدہ کیا کہ بھئی ہم آپس میں امن وسکون کے ساتھ رہیں گے، اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے، ایک بہت بڑا معاہدہ کیا نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے، ظاہر میں تو انہوں نے معاہدہ کرلیا، لیکن اندرون خانہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشوں کا ایک لا متناہی سلسلہ شروع کر رکھا تھا، قرآن کریم میں جگہ جگہ ان سازشوں کا ذکر آیا ہے۔

حسد کی وجہ سے یہودی کا جادو کرنا

اسی حسد کی وجہ سے ایک یہودی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا تھا، اس جادو کی وجہ سے نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کچھ ناساز ہوگئی، اور ناساز اس طرح ہوئی کہ بعض اوقات آپ کو ایسا ہوتا کہ ایک کام آپ نے کر لیا ہے، مگر خیال ہوتا تھا کہ نہیں کیا، اس طرح کی کیفیت اور اس کی وجہ سے ایک طرح انقباض کی کیفیت طاری رہتی، آپ کو یہ تکلیف کئی دن تک جاری رہی، ایک دن آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ مجھے جو تکلیف چل رہی ہے اس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے خواب میں اس کا اصل سبب بتا دیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

اور میں نے خواب دیکھا کہ دو فرشتے آئے اور میرے پاس آکر بیٹھ گئے، اورانہوں نے آپس میں گفتگو شروع کی کہ ان صاحب کو کیا ہوا ہے؟ ان کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے فرشتے نے جواب دیا کہ ان پر کسی نے جادو کر دیا ہے، پہلے فرشتے نے پوچھا کہ کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا لبید بن اعصم کے نام سے ایک یہودی ہے، اس نے جادو کیا ہے، پھر پہلے نے سوال کیا کہ کس چیز میں جادو کیا ہے؟ اور کہاں کیا ہے؟ دوسرے فرشتے نے جواب دیا کہ کنگھے کے ذریعہ

جادو کیا ہے، اور کنگھے کے اندر جو بال آجاتے ہیں کنگا کرتے وقت ان بالوں کو بھی استعمال کیا ہے، پوچھا کہ کہاں ہے؟ جواب دیا کہ وہ ایک کنواں ہے بئر ذروان کے نام سے وہاں پر اس نے جادو کے کلمات پڑھ پڑھا کر وہاں دفن کردیئے، یہ ساری تفصیل نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان فرشتوں کے ذریعہ بتادی گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری اس تکلیف کے بارے مجھے ساری تفصیل اس طرح بتادی ہے، چنانچہ نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کنویں کے پاس تشریف لے گئے، اور وہاں جاکر آپ نے دیکھا کہ اس کا پانی بالکل پیلا پڑا ہوا تھا، وہاں سے وہ کنگا بھی برآمد ہوگیا، کنگھے کے اندر جو بال تھے وہ بھی برآمد ہوگئے، پھر اسی موقع پر یہ دو صورتیں نازل ہوئیں، جو میں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھیں۔

قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔

سورۃ الفلق کا ترجمہ

قـــل کے معنی ہیں کہو تو نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سکھایا کہ کہو، ان الفاظ کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگو اور کہو: میں پناہ مانگتا ہوں اس ذات کی جو صبح کے وقت پو پھٹنے کی مالک ہے، جس کے حکم سے صبح کو پو پھٹتی ہے، یعنی صبح نمودار ہوتی ہے اور میں اس سے پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اللہ نے پیدا کی، میں پناہ مانگتا ہوں رات کے اندھیرے سے جب وہ پھیل جائے، اور ان لوگوں کے شر سے جو گرہوں میں پڑھ پڑھ کر پھونکتے ہیں، اور

اس شخص کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو حسد کرنے والا ہو یعنی حسد کرے اور حسد کے نتیجے میں تکلیف پہنچائے میں اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

جیسے کہ آپ نے سنا ہوگا کہ جادوگر یہ عمل کرتے ہیں کچھ پڑھا اور گرہ بنادی، پھر کچھ پڑھا اور گرہ بنادی، پھر کچھ پڑھا اور گرہ بنادی تو ان کے شر سے میں پناہ مانگتا ہوں، بعض روایات میں آتا ہے کہ لبید بن اعصم یہودی جس نے نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا، اس نے اپنی لڑکیوں کو جادو سکھایا تھا، اور ان لڑکیوں نے تانت کے دھاگے کو لے کر اس میں گرہیں باندھیں تھیں اور وہ تانت کے دھاگے کو کنگھے کے اندر لگادیا تھا۔

ہر ایک آیت پر ایک گرہ کھول دی

قل اعوذ برب الفلق قل اعوذ برب الناس ان دونوں میں گیارہ آیتیں ہیں، اور اس دھاگے کے اوپر بھی گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں، بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ ایک آیت پڑھتے اور اسکی ایک گرہ کھول دیتے، دوسری آیت پڑھتے اور دوسری گرہ کھول دیتے، تیسری آیت پڑھتے پھر تیسری گرہ کھول دیتے، یہاں تک کہ گیارہ آیتیں پڑھ کر گیارہ کی گیارہ گرہیں کھول دیں، جب وہ گرہیں کھل گئیں تو نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ:

''ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے میں کچھ بندھا ہوا تھا اور اب کھل گیا ہوں''

تو جادو کا جو اثر تھا اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے زائل فرمادیا۔

فرائضِ رسالت میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا

یہاں میں یہ بات بھی عرض کردوں کہ انبیاء کرام خاص طور سے افضل الانبیاء سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی بھی انسان، کوئی شیطان، کوئی جن ایسا جادو نہیں کرسکتا کہ انبیاء کرام کو ان کے فرائض رسالت کو ادا کرنے میں رکاوٹ بن جائے، اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو اس سے محفوظ رکھتے ہیں کہ ان پر ایسی حالت طاری ہو جائے کہ جن کے نتیجے میں کہ وہ اپنی نبوت کے فرائض انجام نہ دے سکیں، ایسا نہیں ہوسکتا، دنیا کی ساری طاقتیں بھی جمع کر کے بھی کوئی انبیاء کرام اوپر ایسی حالت طاری نہیں کرسکتا، چاہے وہ جادو کے ذریعے ہو، یا کسی اور ذریعے سے ہو جس سے انبیاء کرام کے فرائض رسالت میں کوئی رکاوٹ پڑے۔

انبیاء پر جادو چل سکتا ہے

البتہ انبیاء کرام بھی انسان ہوتے ہیں، اگرچہ تمام انسانوں میں سب سے افضل ہوتے ہیں، لیکن انسان ہوتے ہیں، اور انسان ہونے کی وجہ سے ان اوپر بیماریاں بھی آتی ہیں، نزلہ بھی آگیا، بخار ہوگیا، یا کوئی اور بیماری لاحق ہوگئی، یہ انبیاء کرام کو ہوتا رہتا ہے، جس طرح اگر کوئی آدمی کھانے پینے میں بے احتیاطی کرے اس سے بیماری ہوجاتی ہے، اسی طرح انبیاء کے ساتھ بھی ہوتا ہے، اسی طرح جادو کے ذریعے کوئی بیماری آجائے تو یہ انبیاء کرام کی نبوت کے منافی نہیں ہے جس طرح عام آدمی کو بخار آسکتا ہے جس طرح عام آدمی کو نزلہ ہوسکتا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو جادو کی وجہ سے کوئی جسمانی تکلیف ہوجائے تو یہ کوئی

مستبعد بات نہیں ہیں ایسا ہو سکتا ہے اور نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا، اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے تمام انسانوں کی رہنمائی کے لئے بھیجا گیا تھا اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ پر تمام حالات طاری کر کے دکھائے ہیں کہ ایسی حالت اگر طاری ہو تو آدمی کو کیا کرنا چاہیے؟ آپ کی سنت کیا ہوگی؟ ایسے موقع پر ایک مسلمان کا طرز عمل کیا ہونا چاہیے؟ یہ ساری باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں اور آپ کی سیرت طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے نمونے کے طور پر بتادیں، تو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ لوگ حسد کی وجہ سے یا کسی اور بدخواہی کی وجہ سے دوسروں پر جادو کر دیتے ہیں تو جادو یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ بیماری، یہ بھی ایک ذریعہ ہے تکلیف پہنچنے کا۔ اس کا قرآن کریم میں کئی جگہ ذکر آیا ہے، اس واسطے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ پر بھی جادو کا اثر ظاہر کرایا، اس کے ذریعہ ایک تو یہ دکھا دیا کہ جادو کرنے والا اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگالے، تب بھی نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض رسالت میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتا۔ اس سے پوری امت کو سبق دیا کہ اگر کسی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟ چنانچہ یہ دو سورتیں نازل فرما کر یہ بتایا کہ کسی پر جادو کا کوئی اثر ہو تو اس کو یہ سورتیں پڑھنی چاہیں اور ان سورتوں کے پڑھنے کے نتیجے میں انشاء اللہ اس جادو کا اثر اس سے زائل ہوگا اور اگر کسی پر جادو کا اثر نہیں ہے تب بھی ان دو سورتوں کا معمول بنالینا اور پڑھنا اس کی حفاظت کا ذریعہ ہوگا انشاء اللہ وتعالیٰ۔

صبح وشام یہ سورتیں پڑھا کریں

چنانچہ ایک صحابی سے نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دو

سورتیں مجھ پر ایسی نازل ہوئی ہیں، جو اس سے پہلے کسی اور نبی پر نازل نہیں ہوئی تھیں، اور میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم صبح شام اس کو پڑھا کرو، صبح کو بھی پڑھو اور شام کو بھی پڑھو، اللہ تبارک وتعالیٰ تم کو بلاؤں سے، آفتوں سے، مصیبتوں سے، محفوظ رکھیں گے، اور خود نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ ہر نماز کے بعد یہ دو سورتیں، سورۃ الفاتحہ، آیت الکرسی اور سورۃ البقرہ کی کچھ آیتیں اور چاروں قل پڑھا کرتے تھے اور رات کو سونے سے پہلے **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** پڑھ کر آپ اپنے دست مبارک پر دم کرتے، اور پورے جسم پر ہاتھوں کو پھیر لیا کرتے تھے، یہ معمول نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساری زندگی رہا۔

مرض الوفات میں آپ کی کیفیت

اور جب مرض وفات میں سخت بیماری کا وقت تھا، اور وفات کا وقت قریب تھا، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ چونکہ میں نے آپ کو ساری زندگی دیکھا تھا کہ سونے سے پہلے آپ **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کرتے اور پھر سارے جسم پر پھیر لیتے تھے، لیکن اس وقت صورتحال ایسی تھی کہ آپ بیماری کی شدت کی وجہ سے نہ تو صحیح طرح پڑھ پا رہے تھے، اور نہ ہاتھوں میں اتنی طاقت تھی کہ آپ خود ہاتھ اٹھا کر اپنے جسم پر پھیر لیں، تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے خود **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** پڑھیں، اور اپنے ہاتھ پر دم کرنے کے بجائے سرکار دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر دم کیا، اور اپنے ہاتھ سے آپ کے دست مبارک اٹھا کر سارے جسم پر پھیرے، تو یہ حضرت عائشہ نے بتایا کہ ساری زندگی یہ معمول رہا کہ سونے سے پہلے یہ دو سورتیں آپ تلاوت فرمایا کرتے تھے، اور یہ بھی تلقین فرمائی کہ صبح کو بھی پڑھو اور شام کو بھی پڑھو، اللہ تبارک وتعالیٰ انشاء اللہ حفاظت فرمائیں گے۔

دشمنوں کے شر سے بچنے کا مؤثر ذریعہ

تو یہ ہے ان دونوں سورتوں کے نازل ہونے کا پس منظر اور ان کا شان نزول، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بتادیا کہ جب کسی کو ایسی صورت پیش آئے یا پیش آنے کا اندیشہ ہو تو آدمی کو یہ دونوں سورتیں پڑھنی چاہیں، اور قل کہہ کر فرمایا یہ کہو، یہ سورتیں پڑھو، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان میں کیا کچھ تاثیر رکھی ہے، وہی جانتے ہیں، لیکن یہ انسان کو بلاؤں سے، آفتوں سے، جادو سے، دشمن کے شر سے، اور حاسد کے حسد سے بچانے کیلئے بڑا مؤثر ذریعہ ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔

برائی کا بدلہ نہ لو، معاف کردو

یہاں ایک بات یہ بھی عرض کردوں کہ نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں کے ذریعے اس آدمی کا نام تک بتادیا گیا تھا، جس نے جادو کیا تھا، آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتادیا تھا کہ وہ لبید بن اعصم ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو نام تک بتادیا ہے، تو پھر آپ اس کا

اعلان کر دیجئے کہ فلاں شخص نے جادو کیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری تکلیف تو دور فرما دی، میری طبیعت الحمد للہ ٹھیک ہوگئی، اب میں یہ نہیں چاہتا کہ لوگ اس شخص کو تکلیف پہنچائیں، یعنی میں اگر نام کا اعلان کر دوں گا، تو وہ صحابہ کرام جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جاں نثار تھے، آپ کے پسینے کے قطرے پر خون کے قطرے بہانے کو تیار تھے، وہ اس کو مارتے، یا قتل کر دیتے، یا اس کے ساتھ کوئی اور ایسا سلوک کرتے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ شر پیدا کرنا نہیں چاہتا، بس اللہ نے میری تکلیف دور کر دی یہ کافی ہے، تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل نے یہ سبق دیا کہ اگر آدمی دوسرے کو تکلیف پہنچائے، یا دوسرے کے ساتھ دشمنی یا عداوت کا معاملہ کرے، تو اگر چہ شریعت نے حق دیا ہے، اس سے بدلہ لینے کا، اور اس کو سزا دلوانے کا، لیکن اگر وہ نظر انداز کر دے، اور بدلہ نہ لے تو یہ انبیاء کرام کا طریقہ ہے۔

یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ ایک آدمی نے دشمنی کی تھی، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی دشمنی کے اثر کو زائل کر دیا، اس کو بچالیا، لیکن دشمنی کرنے والے کا جواب دشمنی سے نہ دیا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری امت کو ایک عظیم سبق دے دیا کہ جو تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم برائی سے بچنے کا جو طریقہ اختیار کر سکتے ہو کر لو، اپنے آپ کو برائی سے بچالو، لیکن باوجودیکہ تمہیں حق ہے اس سے بدلہ لو، لیکن اگر بدلہ نہ لو گے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہوگا، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نی قرآن کریم میں بھی جگہ جگہ حکم دیا ہے کہ برائی کو اچھائی کے ساتھ دفع کرو، تو یہ ایک عظیم سبق سرکار

دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ میں اس امت کو دیا گیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے فضل وکرم سے ہمیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، (آمین) باقی تفصیل انشاء اللہ اگر اللہ نے زندگی دی تو اگلے جمعہ میں عرض کروں گا۔

واخر دعوانا ان الحمدللّٰہ ربّ العٰلمین

حاسد سے پناہ مانگو

سورۃ الفلق (۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حاسد سے پناہ مانگو

سورۃ الفلق (۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ، وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ، وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ـ آمنت باللّٰه صدق اللّٰه مولا نا العظيم و صدق رسوله النبي الكريم و نحن على ذلك من الشٰهدين و الشٰكرين ـ

تمہید

بزرگانِ محترم اور برادرانِ عزیز! یہ سورت جو میں نے ابھی آپ کے سامنے

پڑھی ہے سورۃ الفلق کہلاتی ہے، اور پچھلے جمعہ میں میں نے عرض کیا تھا کہ یہ دو سورتیں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس دونوں ایک ساتھ نازل ہوئی ہیں، اور اس موقع پر نازل ہوئیں جب نبی کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہودی نے جادو کرنے کی کوشش کی تھی۔ تفصیلی واقعہ پچھلے جمعہ میں عرض کر چکا ہوں، تو اس موقع پر یہ سورتیں نازل ہوئیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت دی گئی کہ آپ یہ سورتیں تلاوت فرمائیں، ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں، اور جس دھاگے پر جادو کرنے والے نے جادو کیا تھا، اس میں بھی گیارہ گرہیں تھی، آپ ایک آیت تلاوت فرماتے اور ایک گرہ کھولتے، یہاں تک کہ گیارہ کی گیارہ گرہیں کھول دی گئیں، اور اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا لگا جیسا کہ میں کسی قید سے آزاد ہو گیا ہوں، ان سورتوں کا نزول اسی خاص واقعہ میں ہوا، لیکن یہ پوری امت کے لئے عظیم ہدایتوں پر مشتمل سورتیں ہیں۔

پہلی آیت مطلب

فرمایا گیا **قل اعوذ برب الفلق** کہو میں پناہ مانگتا ہوں اس ذات کی جو صبح کے وقت پو پھٹنے کی پروردگار ہے، اس آیت میں اللہ جل شانہٗ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا، لیکن اللہ جل جلالہٗ کی یہ صفت بیان فرمائی گئی کہ آپ صبح کے وقت روشنی پھوٹنے کے پروردگار ہیں، یعنی جس طرح انسان روزانہ مشاہدہ کرتا ہے کہ رات آتی ہے، اور اندھیرا چھا جاتا ہے، تاریکی ہو جاتی ہے، اتنی تاریکی ہو جاتی ہے، اتنا اندھیرا ہو جاتا ہے کہ کوئی چیز نظر نہیں آسکتی، لیکن اللہ جل جلالہ اس اندھیرے کو اس

طرح رفع فرماتے ہیں کہ اسی اندھیرے سے صبح کے وقت میں پو پھٹتی ہے، یعنی روشنی نمودار ہوتی ہے، یہ روز کا مشاہدہ ہے انسان کا کہ یہ تاریکی جو چھاتی ہے، یہ ہمیشہ کے لیے نہیں چھاتی، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس تاریکی کو اس اندھیرے کو صبح کے وقت دور فرمادیتے ہیں، قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ . (سورة القصص:۷۱)

ترجمہ: ذرا یہ سوچو کہ اگر یہ اندھیرا جو رات کے وقت میں چھا جاتا ہے، یہ ابدی اور دائمی ہو جائے، یعنی مستقل اندھیرا ہی اندھیرا رہے، تو اللہ کے سوا کون ہے جو تمہارے پاس روشنی لے کر آئے، اللہ تعالیٰ نے روشنی کا ایک ذریعہ سورج کو بنایا ہے، سورج کی روشنی ہم تک آتی ہے، اس سے دن ہوتا ہے، اس سے روشنی پھیلتی ہے، نور پھیلتا ہے، پھر اسی سورج کو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نظام کے تحت چھپا دیتے ہیں، زمین گردش کرتی ہے، اور سورج پیچھے چلا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں اندھیرا چھا جاتا ہے، تو دراصل اس کائنات میں اندھیرا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے سورج کی روشنی کو اس طرح مقرر فرمادیا کہ اس اندھیرے میں روشنی پیدا ہو جاتی ہے، اگر کسی وقت فرض کرو اللہ تعالیٰ اس کو وہاں روک دے تو رات ہی رات اندھیرا ہی اندھیرا اور ظلمت ہی ظلمت طاری رہے گی۔

چھ ماہ کی رات

اور یہ منظر ان جگہوں پر نظر آتا ہے جو بالکل انتہائی شمالی علاقے ہیں، جو دنیا

کے قطب شمالی کے قریب ہیں، وہاں چھ چھ مہینے رات رہتی ہے، اور اسی کے قریب ایک ملک ''ناروے'' میں مجھے بھی جانے کا اتفاق ہوا، وہاں ہم ایک جگہ پر گئے تو تین دن اس طرح گزارے کہ اس میں سورج نظر نہیں آیا، مسلسل رات ہی رات رہی، وہاں مجھے یہ آیت کریمہ یاد آرہی تھی کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَاءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ . (سورۃ القصص: ۷۱)

اگر اللہ تعالیٰ اس رات کو مستقل اور دائمی کردے، اندھیرا چھایا ہی رہے تو کون ہے اللہ کے سوا جو تمہیں روشنی لاکر دے سکے؟......افلا تسمعون؟......کیا سنتے نہیں ہو اتنی بات؟ یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کا فضل وکرم ہے کہ اندھیرا چھاتا ہے، اور روز چھاتا ہے، تاریکی آتی ہے، روز آتی ہے، لیکن وہ ہمیشہ اور مستقل نہیں رہتی، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس تاریکی میں سے ہی نور پیدا فرمادیتے ہیں، اسی سے روشنی نکال دیتے ہیں، تو یہ ہے رب الفلق صبح کی روشنی کا مالک بے نیاز، اور اس سے اشارہ اس طرف کردیا کہ اندھیرا انسان کے لیے اس معنی میں تکلیف دہ ہے کہ اس میں آدمی راستہ بھی بھٹک سکتا ہے، اس میں انسان گر بھی سکتا ہے، اندھیرے کے اندر گمراہی بھی اختیار کرسکتا ہے، شرکی قوتیں بھی رات کے وقت زیادہ فعال ہوتی ہیں، تو جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ تاریکی دور کردیتے ہیں، اندھیرا دور کردیتے ہیں، اسی طرح صبح کی روشنی بھی نمودار کرتے ہیں۔

تکلیف دور کرنے والی ذات وہی ہے

اسی طرح وہی ذات اس بات پر بھی قادر ہے کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی

ہے، کسی نے کوئی نقصان پہنچایا ہے، کوئی بھی زحمت تمہیں لاحق ہوئی ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمہاری تکلیف کو دور کرے، تمہارے صدمے کو رفع کرے، تمہاری اس اذیت کو راحت سے تبدیل کر دے، یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، اسی لیے فرمایا: قل اعوذ برب الفلق کہو، میں پناہ مانگتا ہوں اس پروردگار کی جو پروردگار ہے صبح کو نکالنے کا۔

کس چیز کی پناہ مانگتا ہوں؟

مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ میں پناہ مانگتا ہوں ان تمام چیزوں کے شر سے جو اللہ جل جلالہ نے پیدا فرمائیں، باری تعالیٰ انسانوں کا بھی خالق ہے، فرشتوں کا بھی خالق ہے، پیغمبروں کا بھی خالق ہے، شیطانوں کا بھی خالق ہے، کافروں کا بھی خالق ہے، سب چیزیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں، اب ان میں سے کچھ چیزیں ایسی ہیں جو شر پھیلاتی ہیں، کچھ چیزیں ایسی ہیں جن سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے، ان سب کو ان الفاظ میں جمع کر دیا، مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ یعنی جتنی بھی کائنات میں چیزیں پائی جاتی ہیں، مخلوقات پائی جاتی ہیں، ان سب کے شر سے میں اس رب الفلق کی پناہ مانگتا ہوں۔

تکلیف سے کوئی انسان خالی نہیں

ان دو آیتوں میں یہ تعلیم دی کہ اس کائنات میں انسان کو تکلیف تو ضرور پہنچتی ہے، کوئی کتنے بڑے سے بڑا دولت مند ہو، سرمایہ دار ہو، حاکم ہو، اور بڑے سے بڑا نیک آدمی ہو، پیغمبر ہو، نبی ہو، ولی ہو، تکلیف سے کوئی خالی نہیں، اس دنیا

میں کچھ نہ کچھ کبھی نہ کبھی تکلیف پہنچ جاتی ہے، انسان کتنا ہی اقتدار حاصل کر لے، دنیا پر اپنا رعب کا سکہ جما لے، لیکن کبھی نہ کبھی جوتا پڑھ ہی جاتا ہے، اس کے اوپر کوئی انسان ایسا نہیں کائنات میں جو یہ دعویٰ کر سکے کہ ساری زندگی میں مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔

تین عالم

اللہ تعالیٰ نے تین عالم پیدا فرمائے ہیں ایک عالم ایسا ہے جس میں راحت ہی راحت ہے، آرام ہی آرام ہے، خوشی ہی خوشی ہے، وہ ہے جنت، ایک عالم ایسا ہے جس میں رنج ہی رنج ہے، تکلیف ہی تکلیف ہے، صدمہ ہی صدمہ ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے وہ ہے جہنم، اور ایک عالم ایسا ہے جس میں دونوں چیزیں ملی جلی چلتی ہیں، کبھی تکلیف آگئی، کبھی آرام آگیا، کبھی خوشی مل گئی، وہ یہ دنیا ہے، یہ عالم ایسا ہے کہ اس میں نہ خوشی کامل ہے، نہ تکلیف کامل ہے، دونوں چیزیں ساتھ چلتی ہیں، لہٰذا تکلیف تو آئیں گی، ضرور آئیں گی۔

اللہ کی طرف رجوع کرو

لیکن جو بھی تکلیف آئے، تو اس تکلیف کے آنے پر تمہارا کام یہ ہونا چاہئے کہ تم اس تکلیف کے خالق کی طرف رجوع کر کے کہو: کہ اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں، اس تکلیف سے قل اعوذ برب الفلق. من شر ما خلق. اے اللہ میں آپ ہی کی پناہ مانگتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو آپ نے پیدا فرمائی ہے، تو جب تم اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگو گے، کیونکہ تکلیف بھی اسی کی پیدا کی ہوئی ہے،

تکلیف کا سبب اسی کا پیدا کیا ہوا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی پناہ میں لے لیں گے، یا تو وہ تکلیف رفع ہو جائے گی، یا تو وہ تکلیف تمہارے لیے نعمت اور رحمت بن جائے گی، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے سے دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہوگی، تیسری نہیں ہوسکتی یا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مشیت کے تحت اپنی قدرت کے تحت اپنی رحمت کے تحت وہ تکلیف تم سے دور کر دیں گے، اور اگر تکلیف کا دور ہونا کسی وجہ سے مقدر میں نہیں ہے، تو وہ تکلیف اور مصیبت تمہارے لیے رحمت بن جائے گی، اس معنی میں کہ اس تکلیف اور مصیبت سے تمہارے گناہ معاف ہوں گے، تمہیں اجر ملے گا، تمہیں ثواب عطا ہوگا، تم اس تکلیف پر صبر کرو گے، اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا پر راضی رہو گے، اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہو گے، تو تمہیں صبر کا اجر وثواب ملے گا۔

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر: ۱۰)

صابروں کو ان کا اجر بے حساب ملے گا، یہاں تک کہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آخرت میں صبر کرنے والوں کو صبر کا اجر دیا جائے گا، صبر کا ثواب دیا جائے گا، تو لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھالوں کو قینچیوں سے کاٹا گیا ہوتا تو اس پر ہم صبر کرتے تو آج جو بے حساب اجر صابروں کو مل رہا ہے وہ ہمیں بھی ملتا۔

مؤمن اور کافر کے درمیان فرق

یہی فرق ہوتا ہے مومن میں اور کافر میں، کافر جس کا اللہ ایمان نہیں، اللہ

جل جلالہ کی قدرت پر، اس کی رحمت پر، اس کی حکمت پر ایمان نہیں، تکلیف اسے بھی آتی ہے، اور ایک مومن کو بھی آتی ہے، لیکن کافر تکلیف کے وقت میں گلہ شکوہ کرتا ہے کہ مجھی پر یہ برائی آنی تھی، یہ مصیبت کیوں آگئی؟ میں ہی رہ گیا تھا، اس تکلیف کے لیے گلہ شکوہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت کا اور اس کی تقدیر کا شکوہ کرتا ہے، تو وہ تکلیف اس کے لیے سراپا تکلیف ہے، اور مصیبت ہی مصیبت ہے، ''خسر دنیا ولآخرہ '' دنیا میں بھی تکلیف اور آخرت میں بھی اس کا کوئی حصہ نہیں، اور ایک مومن کو تکلیف آتی ہے، تو وہ چاہے اس تکلیف کو دور کرنے کے لیے تدبیر بھی کرے، بیماری آگئی تو علاج بھی کرے، لیکن اللہ کے فیصلے پر راضی ہوتا ہے، گلہ شکوہ نہیں کرتا، اور اللہ ہی کی پناہ مانگتا ہے، یا اللہ میں کمزور ہوں، میں اس مصیبت کا تحمل نہیں کر پاتا، میری کمزوری پر رحم فرما کر مجھ سے یہ تکلیف دور فرما دیجیے، تو نتیجہ یہ کہ یہی مصیبت اور یہی تکلیف اس کے لیے رحمت بن جاتی ہے

تکلیف اور اندیشہ کے وقت کہو:

تو اس لیے سکھایا یہ جارہا ہے اس چھوٹے سے جملے میں کہ کہو، کب کہو؟ جب کہ تمہیں کوئی تکلیف یا تو پہنچ چکی ہو، یا پہنچنے کا اندیشہ ہو، دونوں صورتوں میں کہو، اعوذ برب الفلق، من شر ما خلق. میں تو رب الفلق کی پناہ مانگتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا سبق دیا جارہا ہے، اور جب بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کر لیتا ہے، تو پھر دو حال سے خالی نہیں رہ سکتا، یا تکلیف راحت سے بدل جائے گی، یا پھر جب

تک وہ تکلیف باقی رہے گی، اس وقت تک اس کے لئے رحمت ہی رحمت بنی رہے گی، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ ہے، یہ کوئی جھوٹی بات نہیں ہے، کسی کی بنائی ہوئی بات نہیں ہے، لہٰذا جب بھی کوئی تکلیف آئے، یا اندیشہ آئندہ کے لئے پیدا ہو، تو کہو: قل اعوذ برب الفلق میں اپنے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں، وہ تکلیف چاہے انسانوں کی طرف سے آرہی ہو، کوئی دشمن ہے، وہ تکلیف پہنچا رہا ہے، یا جنات کی طرف سے آرہی ہو، شیطانوں کی طرف سے آرہی ہو، بیماری ہو، آزار ہو، فقر وفاقہ ہو، تنگدستی ہو، رشتے داروں کی طرف سے تکلیف پہنچ رہی ہو، کسی کی بھی طرف سے پہنچ رہی ہو، ہر حالت میں یہ ہے کہ اللہ کی پناہ مانگو: من شر ما خلق: اس میں ساری مخلوقات آگئیں۔

اعوذ باللہ پڑھنا

دوسری جگہ قرآن کریم میں فرمایا:

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ نَزْغٌ فَسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ:

(سورۃ حم سجدہ:۳٦)

ترجمہ: جب شیطان تمہیں کوئی کچوکہ لگائے، تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان الرجیم سے، کچوکہ لگانے کا مطلب یہ ہے کہ دل میں گناہ کا ارادہ پیدا کررہا ہے، دل میں گناہ کی طرف رغبت پیدا ہورہی ہے کہ یہ گناہ کرگزروں، اس کی خواہش پیدا ہورہی ہے، یہ شیطان کا کچوکہ ہے، تو فرمایا ایسے میں اللہ کی پناہ مانگو شیطان رجیم سے: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھو، اے اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان رجیم سے، مثلاً غصہ آگیا، اور انسان آپے سے باہر ہوگیا، اور دماغ میں اشتعال برپا ہے، تو ایسے غصہ کی حالت میں بڑا اندیشہ ہوتا ہے اس بات کا کہ کوئی

آدمی کسی دوسرے پر زیادتی کر گزرے، یا کوئی برا کلمہ اس کو کہہ دے، جس سے اس کا دل ٹوٹ جائے، یا گالی والی دیدے، اور اس بات کا بھی اندیشہ ہوتا ہے کہ ہاتھ پاؤں کا غلط استعمال کرلے، یا کسی کو مار بیٹھے، لہٰذا غصہ بڑی خراب چیز ہے، یہ انسان کو بے شمار گناہوں میں مبتلا کرتا ہے، اس لیے رسول اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے پوچھا تھا، مجھے کوئی مختصر نصیحت فرمائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا "لَا تَغْضَبْ" غصہ نہ کرنا، بس اتنی نصیحت فرمائی کہ غصہ مت کرنا، لہٰذا غصہ بڑی خراب چیز ہے، تو جب غصہ آنے لگے، اور اس بات کا اندیشہ ہو کہ میں اس غصہ سے آپے سے باہر ہو جاؤں گا، اور کوئی غلط کام کر گزروں گا، اس وقت اللہ کی پناہ مانگو اور پڑھو: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم: کیونکہ یہ شیطان ہے جو مجھے اس غصہ پر اکسا رہا ہے، تو اللہ کی پناہ مانگو کہو کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان رجیم سے، غرض کسی بھی قسم کا شر ہو، کوئی برائی سامنے آرہی ہو، تو انسان کا کام یہ ہے کہ اللہ کی پناہ طلب کرے۔

خلاصہ:

یہی مطلب ہے قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق کا، کہ کہو: اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں رب الفلق کی ہر اس چیز سے جو آپ نے پیدا فرمائی، یہ مومن کا دن رات کا وظیفہ ہے، یہ نہ ہو کہ کسی خاص وقت میں پڑھ لے، ارے بھئی جب بھی کوئی تکلیف رنج صدمہ پیش آئے، اللہ کی پناہ مانگنے کی طرف رجوع کرو، اللہ تعالیٰ سے رجوع کرکے اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرو، یہ وہ چیز ہے جو انسان کا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ سے بڑا مظبوط کردیتی ہے، اور یہ تعلق مع اللہ کا مظبوط ہونا ہی ساری کامیابیوں کی کنجی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ہم سب کو عطا فرمائے: آمین ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین ۔

سورۃ الفلق کی تلاوت (۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفلق کی تلاوت

(۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَ سَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْرًا۔اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ، مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ ، وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ، وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ، وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۔ آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم و نحن علی ذلک من الشھدین و الشکرین ۔

تمہید

بزرگانِ محترم وبرادرانِ عزیز! پچھلے جمعہ سے پہلے دو ہفتوں میں سورہ فلق

کی تفسیر کا کچھ حصہ بیان کیا گیا تھا، مقصد یہ تھا کہ جو یہ سورتیں ہم نماز میں پڑھتے ہیں، ان کا کچھ مطلب ہمارے ذہن میں رہے، اور ان سورتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایتیں ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ یہ دو سورتیں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس جن کو معوذتین کہا جاتا ہے، یہ دونوں سورتیں اس موقع پر نازل ہوئی تھیں جب ایک یہودی نے حضور نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرنے کی کوشش کی تھی، تو اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ سورتیں نازل فرمائیں، اور اس میں آپ کو ان سورتوں کو پڑھ کر جادو کے ازالہ کا حکم دیا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان سورتوں کی برکت سے اس جادو کا اثر زائل کر دیا، یہ سورۃ فلق جو میں نے ابھی پڑھی ہے، اس میں فرمایا گیا کہ قل اعوذ برب الفلق یہ کہو کہ میں پناہ مانگتا ہوں اس ذات کی جو صبح کی مالک ہے، من شر ما خلق ہر اس چیز سے پناہ مانگتا ہوں جو اس نے پیدا کی ہے، یعنی کائنات میں جتنی چیزیں ہیں، وہ اللہ جل جلالہ کی ہی پیدا کی ہوئی ہیں، لہٰذا ان میں اگر کوئی شر ہے تو اس شر کا ازالہ بھی اللہ جل جلالہ ہو کے قبضے میں ہے، لہٰذا میں اس کی پناہ مانگتا ہوں، ان دو آیتوں کی کچھ تھوڑی سی تفصیل اور تشریح میں پچھلے دو جمعوں میں عرض کر چکا ہوں۔

اس آیت میں ہر چیز سے پناہ آگئی

یہاں پہلے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگو جو اللہ نے پیدا کی ہے، اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی مخلوقات کے شر سے اللہ ہی پناہ مانگو، اس

میں ساری ہی چیزیں آگئیں، مخلوقات کے تمام شر اس میں داخل ہو گئے، چاہے وہ انسانوں کے طرف سے پہنچنے والی تکلیف ہو، یا جنات کی طرف سے، یا شیاطین کی طرف سے، یا جانوروں کی طرف سے، یا درندوں کی طرف سے، یا حشرالارض کی طرف سے، جو کوئی تکلیف پہنچنے والی ہے، اس کے شر سے پناہ اس میں آگئی، لیکن آگے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تین چیزوں کا خاص طور سے ذکر فرمایا ہے، پہلی چیز یہ ہے کہ: و من شر غاسق اذا وقب. میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اندھیرے کے شر سے جب وہ چھا جائے۔ چونکہ عام طور سے جو لوگ جادو کرنے والے ہوتے ہیں، یا سفلی عمل کرتے ہیں، وہ زیادہ تر رات کے وقت کا انتخاب کرتے ہیں، اندھیرے کے وقت کا انتخاب کرتے ہیں، اندھیرے میں وہ شیاطین سے بھی تعلق قائم کرتے ہیں، شیطانوں سے بھی مدد مانگتے ہیں، اور رات کے وقت میں اندھیرے کے وقت میں ٹونے ٹوٹکے کیا کرتے ہیں، اس لیے خاص طور سے فرمایا گیا کہ اندھیرا جب چھا جائے اس کے شر سے میں پناہ مانگتا ہوں، کیونکہ رات ہی کے وقت میں زیادہ تر جادو کے کام ہوتے ہیں۔

اندھیرے سے پناہ مانگو

لیکن ساتھ ہی اس میں تعلیم یہ دی گئی ہے کہ اندھیرا ایک ایسی چیز ہے، جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگنے کی ضرورت ہے، ہم تو اندھیرا اس کو سمجھتے ہیں کہ سورج کی روشنی چلی گئی رات آگئی اندھیرا چھا گیا، تو اس کو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اندھیرا ہو گیا، لیکن حقیقت میں ہر بری چیز، ہر برا کام، ہر گناہ، اللہ تعالیٰ کی ہر نافرمانی

حقیقت میں اندھیرا ہے، فسق و فجور، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکم عدولیاں، یہ سب اندھیرے ہیں، ظلمات ہیں، جو پھیلی ہوتی ہیں، تو ساتھ میں اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جب کبھی تم اندھیرے میں جاؤ، چاہے اس اندھیرے کا احساس ہوسکتا ہو، یعنی ظاہری اندھیرا ہو، یا اعمال کا اندھیرا ہو، عقائد کا اندھیرا ہو، یا نظریات کا اندھیرا ہو، ان سب اندھیروں میں اللہ جل جلالہ کی پناہ مانگو، ہوتا یہ ہے کہ جب ہم کسی برائی میں گھر جاتے ہیں، یا کوئی تکلیف ہمیں پہنچتی ہے، تو بیٹھ کر تبصرے کرتے رہتے ہیں کہ یہ ہو رہا ہے، وہ ہو رہا ہے، لوگ ایسی حرکتیں کر رہے ہیں، لوگوں میں یہ بات پھیل گئی ہے، لوگوں میں وہ بات پھیل گئی ہے، اس کے شکوے کرتے پھرتے ہیں، لیکن یہ احساس اور یہ دھیان بہت کم لوگوں کو آتا ہے کہ اس اندھیرے کا علاج اگر کوئی ہے، تو وہ اللہ جل جلالہ کی دامن رحمت میں پناہ لینا ہے، اللہ کی پناہ کی طرف رجوع کرنے کی بہت کم لوگوں کو توفیق ہوتی ہے، حالانکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ جب کبھی اندھیروں میں گھر و تو ہمیں پکارو۔

حضرت یونس علیہ السلام

دیکھئے! ایک اور جگہ قرآن کریم میں حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرمایا، حضرت یونس علیہ السلام کو ہر کوئی جانتا ہے کہ ان کو مچھلی نگل گئی تھی، اور مچھلی کے پیٹ میں رہے، آپ اندازہ کیجیے کہ ایک زندہ انسان اگر بڑی سی مچھلی کے پیٹ میں چلا جائے، تو کیا اس کی کیفیت ہوگی، وہ پیٹ ایسا کہ اس میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے، اس میں انسان کیلئے گھناؤنا ماحول اور اندھیرا ہی اندھیرا ہے، جب حضرت

یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اندھیرے میں پہنچے تو قرآن کریم فرماتا ہے:

فَنَادٰی فِی الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ

كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ ۔ (سورۃ الانبیاء:۸۷)

ان اندھیروں میں گھرنے کے بعد انہوں نے ہمیں پکارا، ہمیں پکار کر کہا کہ اے اللہ! آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، میں ہی ظلم کرنے والوں میں سے تھا، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا، اس کے نتیجے میں میں ان اندھیروں میں گھر گیا، باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے اندھیروں میں گھر کر ہمیں پکارا تو "فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ" ہم نے ان کی پکار کو سنا، اور ہم نے ان کو اس گھٹن سے نجات دیدی، آپ اندازہ کیجیے کہ کیسی زبردست گھٹن ہوگی، ہوا آنے کا راستہ مشکل، اگر ہوا آئے گی تو مچھلی کے سانس کے ذریعے آئے گی، جس میں بو بھی ہوگی، اور ایک انسان کے لیے نا قابل برداشت چیز ہوگی، اندھیرا ہوگا، اس گھٹن میں ہمیں پکارا تو ہم نے ان کو اس گھٹن سے نجات دیدی" وکذلك ننجی المؤمنین" ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں، کیا معنی؟ کہ جب بھی کوئی مومن کسی بھی اندھیرے میں گھرے گا، کسی بھی ظلمات میں گھرے گا، اور پھر ہمیں پکارے گا" لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین" تو ہم اس کو اس اندھیرے سے نجات عطا فرما دیں گے۔

اندھیرے سے پناہ کیوں؟

تو یہ جو خاص طور پر "قل اعوذ برب الفلق، من شر ما خلق" کے بعد

اندھیرے سے اس لئے پناہ مانگی جارہی ہے کہ آج اگر ہم اپنے ماحول کا جائزہ لے کر دیکھیں، تو اندھیرا ہی اندھیرا مسلط ہے، کفر کا اندھیرا، شرک کا اندھرا، فسق و فجور کا اندھیرا، گناہوں کا اندھیرا، بداعمالیوں کا اندھیرا، حرام خوروں کا اندھیرا چاروں طرف مسلط ہے، اس میں جو تعلیم دی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ اس اندھیرے میں ہماری پناہ مانگو "قل اعوذ برب الفلق، من شر ما خلق، ومن شر غاسق اذا وقب" ہر طرح کے اندھیرے سے جب وہ چھا جائے، تو اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے، ہم آج کے ماحول میں شکوے تو بہت کرتے رہتے ہیں، سیاست پر تبصرے ہورہے ہیں، حالات حاضرہ پر تبصرے ہورہے ہیں، ان کے ذریعے مجلسیں گرم ہو رہی ہیں، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کہ یا اللہ ہم گھر گئے ہیں اس اندھیرے میں، اپنی رحمت سے ہمیں پناہ دے دیجئے، ہمیں اپنی رحمت سے اپنے دامن رحمت میں لے لیجئے، اور یہ اندھیرا ہم سے دور فرما دیجئے، رو رو کر دعا کرنے والے شاذ و نادر ہیں، تعلیم یہ دی جارہی ہے کہ تبصرے کرنے کے بجائے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا راستہ اختیار کرو، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ پناہ دیں گے، اللہ تعالیٰ اس گھٹن سے نجات عطا فرمادیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

گرہ پر پھونکنے والوں کے شر سے

"من شر النفثت فی العقد" میں پناہ مانگتا ہوں ان لوگوں کے شر سے جو گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکتے ہیں، یہ جادو کرنے والے کیا کرتے ہیں کہ کوئی

دھاگہ لے لیا، کوئی رسی لے لی، اس پر گرہیں باندھیں، ایک گرہ باندھی اس پر پھونکا، پھر دوسری گرہ باندھی، پھر اس پر پھونکا، پھر تیسری گرہ باندھی، پھر پھونکا، یہ سب شیطانی قسم کے اعمال ہوتے ہیں جو جادوگروں کو شیطانوں نے سکھا رکھے ہیں، اور اس کے نتیجے میں کسی کے اوپر جادو کر دیا، کسی کو تکلیف پہنچادی، کسی کے درمیان نفرت پیدا کر دی وغیرہ وغیرہ، اس قسم کی حرکتیں وہ گرہوں پر پھونک کر کرتے ہیں تو فرمایا کہ کہو میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں ان لوگوں سے جو گرہوں میں پھونک پھونک کر گرہیں باندھتے ہیں، وہ جادوگر مرد ہوں یا عورت ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو اور گرہیں

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ جب رسول کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا، اور آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے بتادیا کہ یہ جادو فلاں جگہ ہے تو وہ ایک رسی تھی، یا دھاگہ تھا جس پر گیارہ گرہیں بندھی ہوئی تھی، نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورہ فلق اور سورہ الناس دونوں تلاوت کیں، ان دونوں میں گیارہ آیتیں ہیں، ہر آیت پر آپ ایک گرہ کھولتے گئے، یہاں تک کہ گیارہ کی گیارہ گرہیں کھل گئیں، اور اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایسا ہو گیا جیسا کہ کسی قید سے آزاد ہو گیا ہوں، اس لئے فرمایا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ان لوگوں کے شر سے جو گرہوں میں پڑھ پڑھ کر پھونکتے ہیں۔

حسد کرنے والوں سے پناہ

اور پھر آخر میں فرمایا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے، اشارہ اس طرف ہے کہ عام طور سے یہ جادو ٹونا جو لوگ کرتے ہیں، یہ حسد کی وجہ سے کرتے ہیں، ایک آمی کو اللہ تعالیٰ نے کچھ آگے بڑھا دیا، اس کے پاس پیسہ زیادہ آگیا، یا اس کو شہرت زیادہ مل گئی، یا لوگوں میں وہ مقبول زیادہ ہو گیا، یا اس کو صحت اور توانائی عام لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ حاصل ہوگئی، تو اب لوگ اس کے اوپر حسد کرنا شروع کر دیتے ہیں، اس سے بھی پناہ مانگی کہ اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں آپ کی حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے، اللہ تعالیٰ نے پہلے فرمایا کہ ساری مخلوق سے اللہ کی پناہ مانگو، لیکن بعد میں خاص طور پر ان تین چیزوں کا الگ ذکر کیا، اس واسطے کہ انسانوں کو تکلیف پہنچانے میں ان تین چیزوں کا خصوصی دخل ہوتا ہے، حسد بھی ایسی چیز ہے کہ اس کے ذریعے محسود کو تکلیف پہنچانے کے طریقے لوگ ایجاد کرتے رہتے ہیں کہ کسی طرح اس کو تکلیف پہنچاؤں۔

حسد کسے کہتے ہیں؟

یہاں یہ سمجھ لیجیے کہ حسد اس کو کہتے ہیں کہ کسی شخص کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو نعمت عطا فرمائی ہے، اس سے زائل کرنے کے لیے، اس کو اس سے دور کرنے کے لیے دل میں خواہش اور جذبہ پیدا ہو جائے، اس کو حسد کہتے ہیں، مثلاً اگر کسی کے پاس پیسہ زائد آگیا تو دل میں خواہش ہو رہی ہے کہ پیسہ کم ہو جائے، اس کی آمدنی کم ہو جائے، یا ایک آدمی مشہور زیادہ ہو گیا، دل میں خیال یہ ہو رہا ہے لوگوں میں

اس کی مقبولیت کم ہو جائے، چاہے مجھے حاصل ہو یا نہ ہو، لیکن اس سے وہ نعمت زائل ہو جائے، اس کو حسد کہتے ہیں۔

رشک کرنا جائز ہے

ایک ہوتا ہے رشک، رشک کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ایک شخص کو نعمت حاصل ہے، دل میں یہ خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ جیسی نعمت اس کو حاصل ہے ویسی مجھے بھی ہو جائے، یہ ناجائز نہیں ہے۔ خاص طور پر اگر یہ رشک دین کے معاملے میں ہو، ایک آدمی کو علم زیادہ حاصل ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی ویسا متقی بن جاؤں، یہ بڑی اچھی بات ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں، ایک آدمی کا حافظہ اچھا ہے تو آدمی یہ سوچے کہ میرا بھی حافظہ ایسا ہو جائے تو یہ کوئی بری بات نہیں، نہ یہ گناہ ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کا رشک کرنا

حافظ بن حجر رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے درجے کے محدثین اور علماء میں سے ہیں، وہ جب مکہ مکرمہ گئے حج کرنے کیلئے تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ زمزم پیتے وقت آدمی جو دعا کرے، وہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں:

مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ

زمزم جس نیت سے پیا جائے، اللہ تعالیٰ وہ نیت پوری فرما دیتے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ جب میں نے زمزم پیا تو زمزم پیتے وقت میں نے یہ دعا کی یا اللہ! مجھے حافظ ذہبی جیسا حافظہ عطا فرما دیجئے، تو یہ رشک ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں، یہ کوئی ناجائز بات نہیں، لیکن یہ جذبہ کہ دوسروں سے نعمت چھن جائے، مجھے ملے، یا نہ ملے،

یہ حسد ہوتا ہے، اللہ بچائے، یہ بہت بری بیماری ہے، بہت ہی بری بیماری ہے، اور بسا اوقات دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے، اور آخر کا حسد کا انجام یہ ہے کہ آدمی حسد کی آگ میں جل جل کر خود ہی بھن جاتا ہے، لیکن اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح اس کو تکلیف پہنچادوں، اس کی غیبت کرے گا، اس کی برائیاں کریگا، لوگوں میں اس کو بدنام کرنے کی کوشش کرے گا، اور جادو کرے گا، ٹونکا کرے گا، اس قسم کے سارے شر پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔

غیر اختیاری خیال پر گناہ نہیں

یہاں یہ بات بھی عرض کردوں، وہ یہ کہ ایک تو ہوتا ہے انسان کے دل میں غیر اختیاری طور پر خیال پیدا ہو جانا کہ فلاں آدمی آگے بڑھ گیا، اس کی وجہ سے دل میں ایک گھٹن سی محسوس ہوتی ہے، یہ غیر اختیاری ہوتی ہے، انسان کے اختیار کو اس میں دخل نہیں ہوتا، غیر اختیاری طور پر دل میں خیال آگیا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس غیر اختیاری خیال پر تو کوئی مواخذہ نہیں ہے انشاء اللہ تعالیٰ، کیونکہ انسان کے اختیار سے باہر ایک بات آگئی، اگرچہ غیر اختیاری طور پر آیا اور گناہ نہیں ہے، لیکن خطرناک معاملہ ہے، کیونکہ دل یہ بات اگر زیادہ دیر تک بیٹھ گئی تو پھر انسان کو اپنے اختیار سے ایسا کام کرنے پر مجبور کردے گی جو گناہ ہوگا۔ کسی کی برائی دل میں آگئی کہ فلاں شخص بہت بڑھ رہا ہے، بہت چڑھ رہا ہے تو اس کی وجہ سے دل میں گھٹن پیدا ہوگئی تو یہ گھٹن دل میں زیادہ دیر تک رہی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی وقت اس آدمی کو تکلیف بھی پہنچانے کی کوشش کرے گا، اس کی غیبت کرے

گا، اس کی برائی کرے گا، اس کو بدنام کرنے کی کوشش کرے گا۔

غیر اختیاری خیال کا علاج

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا علاج یہ ہے، ایک تو یہ خیال جو دل میں آیا ہے، اس کو دل سے برا سمجھے، یہ خیال جو میرے دل میں آیا ہے، اچھا خیال نہیں آیا، برا خیال آیا ہے، اور اس پر بھی اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں، یا اللہ! یہ میرے دل میں برا خیال آرہا ہے، میں اس پر استغفار کرتا ہوں، اور دوسرا علاج یہ ہے کہ جس کے بارے میں دل میں حسد پیدا ہو رہا ہے، اس کے حق میں دعا کرے کہ یا اللہ اس کو اس اچھائی میں زیادہ ترقی عطا فرما، اگر مال سے حسد ہو رہا ہے تو یا اللہ اس کو اور زیادہ مال عطا فرما، اگر شہرت سے حسد ہو رہا ہے تو یا اللہ اس کو اور زیادہ شہرت عطا فرما، اگر اس کی عبادت اور تقوے سے حسد ہو رہا ہے تو یا اللہ اس کو اور زیادہ عبادت اور تقوے کی توفیق عطا فرما، یہ دعا کرے یہ بڑا مشکل کام ہے، جس کے دل میں حسد کے خیالات آرہے ہوں، وہ جب یہ دعا کرے گا کہ یا اللہ! اس کو اور ترقی دے تو دل پر آرے چل جائیں گے، لیکن امام غزالی فرماتے ہیں کہ علاج یہی ہے، چاہے وہ کڑوا گھونٹ معلوم ہو، چاہے دل پر آرے چل جائیں، مگر اس کے حق میں دعا کرے کہ یا اللہ اس کو اور ترقی عطا فرما، اور تیسرے یہ کہ لوگوں سے اس کی تعریف کرے، یہ تین چیزیں ملیں گی کہ اس خیال کو برا سمجھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ سے اس پر استغفار بھی کر رہا ہے، اور ساتھ ساتھ دعا بھی کر رہا ہے کہ یا اللہ اس کے درجے اور بلند فرمادے، اور ترقی عطا فرمادے، اور لوگوں سے اس کی تعریف بھی کر رہا ہے تو انشاء اللہ یہ خیال خود اپنی موت مر جائے گا، اور انشاء اللہ حسد کا گناہ اور وبال اس کے سر پر نہیں رہے گا، یہ ہے اس شخص کا علاج جس کے دل

میں حسد کا خیال پیدا ہو رہا ہو اور یہ بیماری ایسی ہے کہ اکثر و بیشتر انسانوں میں غیر شعوری طور پر بعض اوقات پیدا ہو جاتی ہے، اس کا بڑا دھیان رکھنے کی ضرورت ہے، اس کا علاج کرنے کی ضرورت ہے اور جس شخص سے حسد کیا جارہا ہے اس کے لئے آیت کریمہ ہے کہ "وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ" اے اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں حاسد کے شر سے جبکہ وہ حسد کرے تو انشاء اللہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو حسد کے شر سے محفوظ رکھیں گے، چاہے وہ حسد کا شر جادو کی شکل میں ہو، عملیات کی شکل میں ہو، یا اور کسی طرح ہو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو محفوظ فرمائیں گے۔

حاسد سے بدلہ نہ لو، معاف کردو

اور یہ فرمایا کہ حاسد کے حسد کا جواب نہ دو، یہ نہیں کہ وہ حسد کی وجہ سے کوئی حسد کا کام کر رہا ہے، تم بھی دشمنی کا کام شروع کردو، بلکہ اللہ کی پناہ مانگو، اور صبر سے کام لو، اللہ تبارک وتعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے، جب بھی کوئی آدمی کسی کی پہنچائی ہوئی تکلیف پر صبر کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو اپنی معیت عطا فرما دیتے ہیں "اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ، اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ" صبر کرنے والوں کو صبر کرنے کا اجر بے حساب دیا جائے گا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے تعلیم یہ دی گئی ہے کہ بس یہ کہہ دو ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۞ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۞ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۞ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۞ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۞﴾ انشاء اللہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں اپنی پناہ میں لے لیں گے اور ہر طرح کے شر سے حفاظت فرمائیں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ان تمام معاملات میں اپنی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی پناہ عطا فرمائے آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

حسد کا علاج

سورۃ الفلق (۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حسد کا علاج

تفسیر سورۃ الفلق (۳)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ، وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَ اَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ لَہٗ، وَاَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ سَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا کَثِیۡرًا ۔ اَمَّا بَعۡدُ! فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ مَوۡلَانَا الۡعَظِیۡمُ، وَصَدَقَ رَسُوۡلُہُ النَّبِیُّ الۡکَرِیۡمُ، وَنَحۡنُ عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰھِدِیۡنَ وَالشّٰکِرِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ۔

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! پچھلے چھ سات ہفتے میرے سفروں میں

گزرے، اس لئے غیر حاضری رہی، اس سے پہلے قرآن شریف کی ان آیتوں کی تشریح کا سلسلہ شروع کیا تھا جو ہم کثرت سے نمازوں میں پڑھتے ہیں، اور سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ فلق کا بیان پچھلے چند جمعوں میں ہوا ہے، اس سورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ تاکید فرمائی ہے کہ اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے مخلوقات کے شر سے، اوران لوگوں کے شر سے جو دوسروں پر جادو کرنیکی فکر کرتے ہیں، اور آخر میں فرمایا،

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ

کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے، گویا اس سورت میں حسد کرنے والے کے شر سے بھی پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے، اس میں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حاسد کا شر کیا ہوتا ہے، حسد کیا ہوتا ہے، حسد کا شر کیا ہوتا ہے۔

حسد کے معنی اور اس کے درجات

حسد کے معنی یہ ہیں کہ کسی دوسرے شخص کی اچھائی پر انسان کو دل میں کڑھن ہو کہ اس کو یہ اچھائی کیسے مل گئی؟ کسی کو مال و دولت زیادہ حاصل ہو گیا، اس کی وجہ سے دل میں جلن ہو رہی ہے کہ اس کے مال میں اتنا اضافہ کیوں ہو گیا؟ کسی کی شہرت زیادہ ہو گئی، لوگوں میں مقبولیت زیادہ ہو گئی، اس پر جلن ہو رہی ہے کہ یہ شخص لوگوں میں مقبول کیوں ہو گیا، اس کو کہتے ہیں حسد، اور یہ بہت ہی بری بلا ہے، اور صورتحال یہ ہے کہ حسد کے کئی درجے ہوتے ہیں، ایک درجہ تو یہ ہے کہ کسی کو کوئی اچھائی ملی، کوئی نعمت حاصل ہوئی، پیسہ زیادہ آگیا، علم میں بڑھ گیا، شہرت اس کی

زیادہ ہوگئی وغیرہ وغیرہ تو اس کی اچھائی کی وجہ سے دل میں غیر اختیاری طور پر ایک کڑھن پیدا ہوتی ہے، یا تکلیف ہوتی ہے کہ یہ مجھ سے آگے بڑھ گیا، یہ غیر اختیاری طور پر بعض اوقات خیال آجاتا ہے، اگر یہ خیال غیر اختیاری طور پر آیا ہے تو اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں کوئی مواخذہ نہیں، کیونکہ غیر اختیاری ہے: لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ لیکن ہے خطرناک، اس لئے اس کو اچھا نہیں سمجھنا چاہیے، برا سمجھنا چاہیے، اس کی تفصیل آگے عرض کروں گا ان شاء اللہ۔

حسد کا دوسرا درجہ

دوسرا درجہ یہ ہے حسد کا کہ صرف اتنا ہی نہیں کہ تکلیف ہوئی اس کے آگے بڑھنے سے، بلکہ دل میں بڑی شدت کے ساتھ یہ تمنا پیدا ہوئی کہ اس سے یہ نعمت چھن جائے، جو پیسہ زیادہ ملا ہے، وہ چھن جائے، کوئی مال اس کو زیادہ حاصل ہوا ہے، وہ چھن جائے، شہرت زیادہ حاصل ہوئی ہے، وہ شہرت چھن جائے، ساتھ میں دل میں یہ خواہش اور یہ آرزو بھی پیدا ہو رہی ہے اور شدت کے ساتھ پیدا ہو رہی ہے، یہ حسد کا دوسرا درجہ ہے۔

حسد کا تیسرا درجہ

اور تیسرا درجہ یہ ہے حسد کا کہ چونکہ دل میں یہ خواہش ہے کہ اس کی یہ نعمت چھن جائے تو اس سے اس نعمت کو چھیننے کے لئے کوئی عملی کاروائی کرے، مثلاً حسد کی وجہ سے لوگوں سے اس کی برائی بیان کر رہا ہے، غیبت کر رہا ہے، یا اس پر بہتان باندھ رہا ہے، یا اس بات کی کوشش کر رہا ہے کہ اس کو جو منصب حاصل ہوا ہے وہ

منصب چھن جائے، اس کے بڑوں کے پاس جا کر شکایت کر رہا ہے، تاکہ یہ منصب اس سے چھن جائے، چغلی کھا رہا ہے، برائی بیان کر رہا ہے، تو یہ حسد کی وجہ سے کوئی عملی کاروائی گناہ کبیرہ ہے، اور اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی معافی اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک صاحب حق اس کو معاف نہ کرے، اور گناہوں کا حاصل تو یہ ہے کہ اگر انسان کو کسی وقت بھی تنبیہ ہو جائے، اور وہ توبہ کر لے، تو توبہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، لیکن چونکہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے، بندوں کے حقوق سے ہے، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ صرف توبہ واستغفار کرنے سے یہ معاف نہیں ہوگا، جب تک کہ وہ بندہ جس کے خلاف تم نے کاروائی کی ہے، وہ معاف نہ کر دے، اس کے بغیر معافی نہیں ہوگی، اس واسطے اس کا گناہ بہت شدید ہے، عام گناہوں سے زیادہ سنگین ہے۔

حسد کے پہلے دو درجوں کی حقیقت

اس میں سے جو پہلے دو درجے بتائے کہ دوسرے کی کسی اچھائی کے حاصل ہونے کی وجہ سے دل میں تکلیف ہوئی، اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ یہ تمنا بھی پیدا ہوئی کہ یہ چھن جائے، یہ دونوں باتیں غیر اختیاری طور پر ہو رہی ہیں، انسان اپنے اختیار سے اپنے دل میں نہیں لا رہا، بلکہ خود بخود بغیر اس کے یہ خیال آ گیا ہے، تو صرف اتنی بات پر اللہ تعالیٰ پکڑ نہیں کرتے، کیونکہ اس کا کوئی اثر عمل میں ظاہر نہیں ہوا، لہٰذا اس بات پر پکڑ تو نہیں کرتے، لیکن ہے یہ بڑی خطرناک، کیونکہ اگر یہ خیال جو غیر اختیاری طور پر آیا ہے، یہ زیادہ دیر دل میں بیٹھ گیا، اور پھر آدمی اپنے اختیار سے بھی

اس کو سوچنے لگا، تو اپنے اختیار سے اگر سوچے گا تو گناہ ہوگا، اور زیادہ دیر تک یہ خیال دل میں بیٹھا رہا تو کسی وقت اس کو اس بات پر آمادہ کردے گا کہ جس سے حسد کررہا ہے، اس کے خلاف کوئی کاروائی کرے، وہ کاروائی کسی بھی قسم کی ہو، اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرے، اس کے خلاف لوگوں سے غیبتیں کرے، یا اس کی برائی بیان کرے، اس کی چغلی کھائے، اس کو اس کے منصب سے ہٹانے کی کوشش کرے وغیرہ وغیرہ...... یہ ساری کاروائیاں ہوسکتی ہیں، اور لوگوں کے بس میں اور کوئی کاروائی نہیں ہوتی تو بعض اوقات جادو ٹونا شروع کردیتے ہیں کہ حسد کی وجہ سے کوئی جادو کا عمل ایسا کردیں جس سے اسے تکلیف پہنچے، اور یہ سورۃ فلق جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ یہ اسی قسم کے جادو کے بارے میں نازل ہوئی۔ تو یہ غیر اختیاری خیال اگر زیادہ دیر دل میں بیٹھ گیا، اور اس کی کھچڑی انسان اپنے دل ودماغ میں پکاتا رہا، تو کسی وقت اس کو وہ ناجائز اور حرام کاروائی پر بھی آمادہ کردے گا، اس واسطے یہ ہے خطرناک، اگر خیال بھی آرہا ہے اور غیر اختیاری طور پر بھی آرہا ہے تو یہ خطرناک ہے۔

دو طریقوں سے اس کا علاج

اس لئے امام غزالی رحمہ اللہ علیہ نے جو بڑے زبردست عالم گزرے ہیں، اور تصوف اور سلوک کے بھی ماہر ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اگر اس قسم کا غیر اختیاری خیال دل میں آرہا ہو، تو اگرچہ اس پر فوری طور سے مواخذہ اور گرفت نہیں ہے، لیکن اس کا علاج کرنے کی پھر بھی ضرورت ہے اور ہے یہ ایک بیماری، غیر اختیاری

بیماری ہے لیکن بیماری ہے اس بیماری کا علاج کرنے کی ضرورت ہے اور علاج انہوں نے فرمایا ہے کہ دو چیزوں سے علاج کرنا ہوگا، ایک علاج اس کا یہ ہے کہ یہ جو خیال اس کے دل میں آرہا ہے اور تکلیف ہو رہی ہے، تمنا ہو رہی ہے کہ اس سے یہ نعمت چھن جائے، اس خیال کو برا سمجھے کہ بھئی! دل میں یہ جو خیال آرہا ہے یہ اچھا خیال نہیں ہے، اور برا سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے کہ یا اللہ! میرے دل میں یہ خیال آرہا ہے، یہ اچھا خیال نہیں ہے، اے اللہ! مجھے اس سے محفوظ رکھ، اور مجھے اس سے بچالے، ایک تو یہ اہتمام کرے آدمی کہ اس خیال کو برا سمجھے اور اللہ تعالیٰ سے اس خیال کو دور ہونے کی دعا کرے۔

دوسرا علاج اس کے حق میں دعا کرے

اور دوسرا عمل جو کڑوی گولی ہے لیکن اس کے بغیر اس بیماری کا علاج نہیں ہوتا، وہ یہ کہ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص سے حسد ہو رہا ہے، اس کے حق میں خوب دعا کرے، مثلاً اس کے مال و دولت سے حسد ہو رہا ہے تو خوب دعا کرے کہ یا اللہ اس کے مال میں اور برکت عطا فرما، اس کے مال میں اور ترقی عطا فرما، اگر اس کو کوئی عہدہ مل گیا ہے، منصب مل گیا ہے تو یا اللہ اسکے عہدہ اور منصب میں اور ترقی دے، اگر اس کی شہرت اور مقبولیت ہو رہی ہے، اس کی وجہ سے حسد ہو رہا ہے تو دعا کرے کہ یا اللہ اس کی شہرت میں اور اضافہ فرما، اس کی مقبولیت میں اور اضافہ فرما، جب یہ دعا کرے گا تو دل پر آرے چل جائیں گے، کیونکہ دل تو اندر سے یہ کہہ رہا ہے کہ کسی طرح اس سے یہ نعمت چھن جائے، لیکن دعا

یہ کررہا ہے کہ یا اللہ اسکو یہ اور حاصل ہو، اور ترقی ہو، تو اسکے نتیجے میں جو دل پر آرے چلیں گے، یہ اس بیماری کا علاج ہوگا۔

لوگوں کے سامنے اس کی تعریف

اور اسی کے ساتھ یہ کام بھی کرے کہ دوسرے لوگوں کے سامنے اس کی تعریف بھی کرے، دوسرے لوگوں میں اس کی اچھائیاں بیان کرے، اس کے جو اچھے اوصاف ہیں وہ بیان کرے، یہاں پر بھی آرے چل جائیں گے، دل میں تو یہ آرہا ہے کہ یہ لوگوں میں بدنام ہو، اور اس کی لوگ تعریف کرنے کے بجائے لوگ برائی کریں، لیکن میں لوگوں کے سامنے اس کی تعریف کررہا ہوں، تو اس سے پھر دل پر آرے چلیں گے، لیکن آرے چلنا ہی علاج ہے اس بیماری کا، یہ عمل حضرت امام غزالی رحمہ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں تحریر فرمایا ہے اور گویا یوں سمجھو کہ یہ علاج اس بیماری کا تریاق ہے۔

ہر شخص کا یہ حال ہے

دیکھئے! آج کی دنیا میں ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے کہ کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی کے بارے میں اس قسم کے خیالات پیدا ہوجاتے ہیں، کسی کو کم اور کسی کو زیادہ، اور یہ بہت بڑی بیماری کی نشانی ہے، لیکن ہم پرواہ نہیں کرتے، اسکے نتیجے میں یہ بیماری بڑھ جاتی ہے، اور آگے چل کر لا علاج ہوجاتی ہے۔

حسد کرنا تقدیر پر شکوہ کرنا ہے

دیکھو! سوچنے کی بات یہ ہے کہ حسد درحقیقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی تقدیر کا شکوہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی تقدیر کے اوپر اعتراض ہے، اسے یہ نعمت کیوں مل گئی، اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ میاں! آپ نے اس کو یہ نعمت کیوں دیدی؟ اے اللہ! آپ نے کیوں اس کو منتخب کرلیا اس نعمت کے لئے؟ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہو رہا ہے، اس واسطے بڑی خطرناک چیز ہے اور حقیقت یہ ہے کہ حسد کرنے والا خود ہی اپنی آگ میں جلتا رہتا ہے، اس محسود کو جس سے وہ حسد کر رہا ہے، اس کو تو کوئی نقصان نہیں، لیکن حاسد دل میں کڑھ رہا ہے، اس کے دل میں جلن ہو رہی ہے، اپنی آگ میں جلتا رہتا ہے، جلن کڑھن میں ختم ہو جاتا ہے، نقصان اس کا صرف حسد کرنے والے کو ہوتا ہے، کسی اور کو نہیں پہنچتا، لہٰذا اس سے نجات حاصل کرنا بڑا ضروری ہے، اور نجات حاصل کرنے کا راستہ وہی ہے جو امام غزالی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسکے حق میں خوب دعا کیا کرے کہ یا اللہ! اسکے درجات اور بلند کر، اسکو اور نعمتوں سے سرفراز فرما، اس کو اور نعمتیں عطا فرما دے اور دوسرے لوگوں کے سامنے اس کی تعریف بھی کرے اس کی اچھائیاں بیان کرے، انشاء اللہ علاج ہو جائے گا۔

حسد کا تیسرا درجہ

تیسرا درجہ حسد کا جو ہے، اللہ بچائے، وہ تو بہت ہی خطرناک ہے، وہ یہ کہ اس حسد کی وجہ سے حاسد کسی شخص کے خلاف کوئی کاروائی کرے، اس کی برائی بیان

کررہا ہے مجمع کے اندر، اس کو بدنام کرنے کی کوششیں کررہا ہے، اس کے خلاف پرو پیگنڈہ کررہا ہے، اس کے خلاف ایسی کاروائی کررہا ہے جس سے وہ اپنی موجودہ نعمت سے محروم ہوجائے، اس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے کہ:

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ

میں حاسد کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جب وہ حسد کی کاروائی کرے، حاسد کا شر کیا ہے؟ حاسد کا شر یہ ہے کہ وہ حسد کی بناہ پر کوئی کاروائی کرے، اگر وہ عملی کاروائی نہیں کرتا، بلکہ دل ہی دل میں کڑھ رہا ہے تو اس کا نقصان تو ہمیں کچھ نہیں پہنچتا، اس کا نقصان تو اس کو پہنچے گا، لیکن اگر حسد کی بناہ پر وہ ہمارے خلاف کوئی کاروائی کررہا ہے تو یہ اس کا شر ہے، جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

حسد کیوجہ سے کون ہمارے خلاف کارروائی کررہا ہے

جب ہم اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں، ہمیں نہیں پتہ کہ ہم سے کون حسد کر رہا ہے اور حسد کی بناہ پر کیا کاروائی کررہا ہے، ہمیں تو کچھ پتہ نہیں، اگر پتہ ہو تو کچھ اس کا تدارک بھی کرے، لیکن حاسد کی کاروائیاں ایسی ہوتی ہیں جو بعض اوقات انسان کو پتہ نہیں لگتیں، اس واسطے اس سورۃ میں فرمایا گیا جہاں اور سب مخلوقات سے پناہ مانگو اللہ تبارک وتعالیٰ کی، وہاں حاسد کے شر سے بھی پناہ مانگو، کیونکہ تمہیں تو پتہ نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون کس کے خلاف کیا کاروائی کررہا ہے؟ اور کس سے حسد پیدا ہورہا ہے؟ اور کون ہے جو حسد کی وجہ سے اس کی مخالفت پر تلا

ہوا ہے؟ یا اسکے راستے میں روہڑے اٹکا رہا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو معلوم ہے، اس لئے اس سورۃ کے ذریعہ پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے، اس آیت میں یہ بھی واضح فرمایا گیا کہ حسد ایک بہت بری بیماری اور ایک بہت بری بلا ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ بھی پناہ مانگنی چاہیے کہ یا اللہ! میرے دل میں کسی بھی دوسرے کے خلاف حسد پیدا نہ ہو۔

رشک کرنا جائز ہے

یہاں یہ بات واضح کردوں کہ حسد اس کو کہتے ہیں کہ دوسرے کی کسی نعمت کو دیکھتے ہوئے یہ تمنا کرے کہ اس سے یہ نعمت چھن جائے، مجھے ملے یا نہ ملے اس سے چھن جائے، یہ ہے حسد، اور ایک یہ ہوتا ہے رشک، رشک اسے کہتے ہیں کہ کسی دوسرے کو کوئی نعمت حاصل ہوئی ہے تو آدمی کے دل میں یہ تمنا پیدا ہو کہ یہ نعمت جیسی اس کو ملی ہے، یا اللہ! مجھے بھی دیدے، یہ کوئی گناہ نہیں ہے، یا اللہ! جیسا علم اس کو دیا گیا ہے، ویسا علم مجھ کو بھی دیدے، جیسا تقویٰ اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمایا ہوا ہے، ویسا مجھ کو بھی مل جائے، جیسی دولت اس کو ملی ہے، مجھ کو بھی مل جائے، اس قسم کی باتیں محض ایک حد تک ہوں کہ اس کو جو نعمت ملی ہے، اس کے پاس بھی رہے، اور ساتھ ساتھ مجھے بھی مل جائے، اس کو حسد نہیں کہتے، یہ حسد نہیں ہوتا، یہ رشک ہوتا ہے، اس کو حدیث میں غبطہ کہا گیا ہے، یہ کوئی گناہ نہیں، البتہ رشک کرنا چاہیے اچھی چیزوں میں، جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان کے اندر رشک کرنا چاہیے، اور جو برائیاں ہیں، ان کے اندر رشک نہیں کرنا چاہیے، معاذ اللہ کسی شخص کو کسی فسق و

فجور کی وجہ سے دولت مل گئی، اب اس کو رشک آرہا ہے تو یہ رشک اچھی بات نہیں ہے، کیونکہ گناہ کے اندر رشک ہو رہا ہے، لیکن اگر کوئی جائز کام ہے تو اس میں رشک کوئی برا نہیں، اس میں کوئی حرج نہیں۔

حافظ ابن حجر کی دعا

حضرت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ جب حج کرنے کے لئے گئے تو حدیث میں ہے:

مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ

جب آدمی زم زم کا پانی پیتا ہے تو اس کو پیتے وقت جو دعا کرے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرماتے ہیں تو حضرت حافظ ابن حجر نے دعا یہ کی تھی کہ یا اللہ مجھے حضرت حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ علیہ جیسا حافظہ دے دیجئے، یعنی جیسا ان کا حافظہ تھا، ایسا ہی حافظہ ان کو بھی مل جائے تو یہ رشک ہے، اس میں کوئی مزائقہ نہیں، ہاں اگر یہ ہوتا کہ ان سے چھن جائے تو یہ حسد ہوتا، لیکن ان کو تو ملا ہی ہے، اے اللہ! مجھے بھی دیدیجئے، تو اس میں کوئی مزائقہ نہیں ہے، یہ جائز ہے، اور اس کی دعا کرنے میں بھی کوئی مزائقہ نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ہم سب کو حسد کی بیماری سے محفوظ رکھے، اور اس قسم کے اگر خیالات آتے ہیں، یا آئے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ انکو معاف فرمادے اور انکو دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین

۲۲۰
الولایة
شرح شرح الوقایة (مکمل ۴ جلدیں)
شرح اردو شرح الوقایۃ (آخرین)
وفاق المدارس کے نصاب میں شامل
''شرح وقایۃ (آخرین) کی بہترین اردو شرح
قیمت : =/1100 روپے

سورۃ الناس کی اہمیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الناس کی اہمیت

(۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ سَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ مَلِکِ النَّاسِ ﴿۲﴾ اِلٰہِ النَّاسِ ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ﴿۶﴾ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ، وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! یہ قرآن کریم کی آخری سورۃ ہے، جسے سورۃ

الناس کہا جاتا ہے، جو میں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھی، اور تقریباً ہر مسلمان کو یہ یاد ہوتی ہے، بکثرت نمازوں میں پڑھی جاتی ہے، اس سے پہلے سورۃ الفلق ہے، اور پچھلے کچھ بیانات میں سورۃ الفلق کی بقدر ضرورت تفسیر آپ حضرات کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں، اور اس وقت یہ عرض کیا تھا کہ یہ دونوں سورتیں: قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ہی ساتھ نازل ہوئیں، اور اس وقت نازل ہوئیں جب کچھ یہودیوں نے حضور نبی کریم سرور دو عالم ﷺ پر جادو کیا تھا، اور اس جادو کے نتیجے میں سرکار دو عالم ﷺ کو یہ تکلیف ہوگئی تھی کہ بعض اوقات آپ نے کوئی کام کرلیا ہوتا، مگر یہ خیال ہوتا کہ نہیں کیا، اس طرح کی صورتحال پیش آتی تھی، بعد میں اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کے ذریعے نبی کریم ﷺ کو اس بات سے باخبر فرمایا کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے، اور پھر اس جادو کے توڑ کیلئے یہ دو سورتیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازل فرمائیں، اور جس شخص نے جادو کیا تھا، اس نے کنویں میں بالوں کے اندر گرہیں باندھ کر جادو کیا تھا، نبی کریم سرور دو عالم ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتادیا گیا، تو آپ ان دونوں سورتوں میں سے ایک آیت پڑھتے اور ایک گرہ کھولتے، پھر دوسری آیت پڑھتے اور پھر دوسری گرہ کھولتے، یہاں تک کہ ساری کی ساری گرہیں کھل گئیں، اللہ تعالیٰ نے پھر اس جادو کے اثر سے آپ کو محفوظ رکھا، اس میں سے پہلی سورۃ سورۃ الفلق کی تفسیر پچھلے چند بیانات میں تفصیل کے ساتھ الحمد للہ بیان ہو چکی ہے۔

سورۃ الناس کا ترجمہ

اس دوسری سورت کا ترجمہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم سرور دو عالم ﷺ سے اللہ

تبارک وتعالیٰ فرمارہے ہیں: قل اعوذ برب الناس. کہو! میں پناہ مانگتا ہوں اس ذات کی جو سارے انسانوں کا پروردگار ہے: ملك الناس. جو سارے انسانوں پر بادشاہت رکھے ہوئے ہیں: اله الناس. جو سارے انسانوں کا معبود ہے، اس کی پناہ مانگتا ہوں، کس چیز سے پناہ مانگتا ہوں: من شر الوسواس الخناس. اس شیطان کے شر سے جو دل میں وسوسہ ڈالتا ہے، اور پیچھے ہٹ جاتا ہے: الذی یوسوس فی الصدور الناس. من الجنته والناس. چاہے وہ شیطانی عمل کرنے والا جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے ہو۔

دونوں سورتوں میں تقابل

آپ دونوں سورتوں میں تھوڑا سا مقابلہ کر کے دیکھیں، تو پہلی سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اللہ نے پیدا کی ہے، جتنی مخلوقات ہیں ان کے شر پناہ مانگتا ہوں، وہ چاہے انسان ہوں، وہ تکلیف پہنچانے والے دشمن ہوں، وہ جنات ہوں، چاہے وہ موذی جانور ہوں، چاہے وہ اور کوئی مخلوق ہو جو انسان کو تکلیف پہنچانے والی ہے، ان سب کے شر سے، اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں، اس سورت میں یہ فرمایا گیا ہے، اور یہ سورۃ الناس جو ہے، یہ خاص طور سے وسوسے ڈالنے والے شیطان کے شر سے پناہ مانگنے کے لئے ہے، تو پہلی سورت میں درحقیقت انسان کو پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے، ہر اس مصیبت سے، یا ہر اس تکلیف سے جو اسے کسی بھی مخلوق سے پہنچے، مثلاً کوئی دشمنی پر آمادہ ہے، تکلیف پہنچانا چاہتا ہے، حسد کرنے والا ہے، حسد کر رہا ہے، حسد کی وجہ

سے تکلیف پہنچا رہا ہے، یا اور کوئی دشمنی ہے جس کی وجہ سے وہ تکلیف پہنچانا چاہتا ہے، یا جانور ہے کوئی تکلیف پہنچانا چاہتا ہے، کوئی ڈاکو ہے، کوئی چور ہے، ان سب کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے، تو اس میں درحقیقت پناہ مانگی گئی ہے ان مصیبتوں سے اور ان تکلیفوں سے جو انسان کے جسم کو پہنچتی ہیں، یا پہنچ سکتی ہیں اور اس سورۃ الناس میں پناہ مانگی گئی ہے، ان لوگوں کے شر سے جو دنیا میں تو نقصان چاہے خاص نہ پہنچائیں، لیکن آخرت میں نقصان پہنچانے والے ہیں کہ دل میں وسوسہ ڈال کر انسان کو کفر میں مبتلا کر دیں، شرک میں مبتلا کر دیں، اللہ بچائے گناہوں میں مبتلا کر دیں، معصیتوں کا عادی بنا دیں، ان کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، تو اگر خلاصہ دیکھا جائے تو سورۃ الفلق میں پناہ طلب کی گئی ہے، ان نقصانات سے اور ان تکلیفوں سے جو انسان کے ظاہری جسم پر دنیا کے اندر پیش آئیں، ان سے پناہ مانگی گئی ہے، اور سورۃ الناس میں اس نقصان سے پناہ مانگی گئی ہے، جو انسان کو آخرت میں نقصان پہنچائے، اس کی آخرت تباہ کر دے، دنیا بھی خراب کرے اور آخرت بھی خراب کرے، تو اس سے پناہ مانگی گئی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ عجیب ترتیب اللہ تبارک وتعالیٰ نے رکھی ہے۔

سورۂ فلق میں ایک صفت اور تین صورتوں سے پناہ

وہاں: قل اعوذ برب الفلق ۔ میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بیان کی گئی ہے:

قل اعوذ برب الفلق ۔ میں پناہ مانگتا ہوں اس ذات کی جو پو پھٹنے کی مالک ہے، یعنی صبح کی مالک ہے، صبح کے وقت کی مالک ہے، صرف ایک صفت ذکر فرمائی جس

کی تفصیل میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ جیسے صبح ہوتی ہے تو ظلمت چھٹ جاتی ہے، تاریکی دور ہو جاتی ہے، اندھیرا ختم ہو جاتا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہر اندھیرے کو دور کرنے والا، ہر تاریکی کو دور کرنے والا، ہر شر کو دور کرنے والا، وہاں صرف ایک صفت بیان کی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی رب الفلق، اور جن سے پناہ مانگی گئی ہے، ان کی تین صورتیں ذکر کی ہیں: ومن شر غاسق اذا وقب. ومن شر النفثت في العقد. ومن شر حاسد اذا حسد. اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بیان کر کے تین چیزوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔

سورۃ الناس میں تین صفات اور ایک چیز سے پناہ

اور سورۃ الناس میں اللہ تعالیٰ کی تین صفتیں بیان کی گئیں: قل اعوذ برب الناس. ملك الناس. اله الناس. اور جس چیز سے پناہ مانگی گئی ہے، وہ ایک ہی ہے: من شر الوسواس الخناس. تو تین صفتوں کا حوالہ دے کر ایک چیز سے پناہ مانگی گئی ہے، اور وہاں ایک صفت کا حوالہ دے کر تین چیزوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔

عجیب وغریب اشارہ

اشارہ اس بات کی طرف معلوم ہوتا ہے، واللہ سبحانہ اعلم، کہ دنیاوی نقصان پہنچانے والے متعدد ہیں، بہت سے ہیں، کوئی دشمن ہے، کوئی ڈاکو ہے، کوئی چور ہے، کوئی تکلیف پہنچانے والا آدمی ہے وغیرہ وغیرہ...... بہت سارے ہو سکتے ہیں، اس میں جادوگر ہیں، چونکہ ان کا نقصان دنیا تک محدود رہے گا، اور دنیا ہی کی حد تک اس کا اثر ظاہر ہوگا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ایک ہی صفت کافی ہے، برخلاف سورۃ

الناس کے، وہاں ذکر ہے اس نقصان کا جو کوئی انسان کو آخرت میں پہنچائے، شیطان جو دل میں وسوسہ ڈالے، اور اس وسوسوں کے نتیجے میں انسان اللہ بچائے ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کفر اور ارتداد میں مبتلا ہوجائے تو ساری آخرت ہی تباہ ہوگئی اور اگر کفر نہیں تو گناہ کا وسوسہ ڈال دے، یہ گناہ کرلو، یہ گناہ کرلو، اور انسان اس وسوسہ کی تعمیل میں گناہ کر بیٹھے تو چاہے پوری آخرت تباہ نہ ہو، لیکن ایک مدت تک اس کو جہنم کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور جہنم کا عذاب دنیا کی تکلیفوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے، ساری زندگی انسان تکلیفوں میں مبتلا رہے، ایک ذرہ برابر اسکو خوشی نہ ملے تو وہ ہلکا ہے، بہ نسبت اس کے کہ تھوڑی دیر جہنم میں چلا جائے، جہنم کا عذاب اتنا سخت ہے، اس لئے آخرت کی تکلیف، آخرت کی مصیبت دنیا کی مصیبت کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے، لہٰذا اس میں اللہ تعالیٰ کی تین صفتیں بیان فرمائی گئیں، پناہ مانگو، اس ذات سے جو تمام انسانوں کا پروردگار ہے، جو تمام انسانوں کا بادشاہ ہے، جو تمام انسانوں کا معبود ہے، اسکی پناہ مانگو، اس کے حوالے سے پناہ مانگو کہ اے اللہ آپ تو ہمارے رب ہیں، پروردگار ہیں، آپ نے پیدا کیا، آپ ہی نے پالا پوسا، آپ ہی نے پروان چڑھایا، اور آپ ہی کی سلطنت ہے تمام کائنات پر اور آپ ہی ہمارے معبود ہیں، اور آپ ہی کی ہم عبادت کرتے ہیں، تو ہمیں اس شیطان سے اپنی پناہ میں رکھئے جو وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

حفاظت پر دلالت کرنے والی صفات

اور تین صفتیں وہ ذکر کی گئی ہیں، جو حفاظت کے اوپر دلالت کرتی ہیں، رب

کے کیا معنی، وہ ذات جو پرورش کرتی ہے، پالتی ہے، پروردگار ہے، تو جب کوئی کسی کو پالتا ہے، جیسے ماں بچہ کو پالتی ہے، باپ بچہ کو پالتا ہے، تو اس کی حفاظت کرتے ہیں، ہر دم اس کو اپنی آنکھ کے سائے میں رکھتا ہے کہ کہیں اس کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے، اسی طرح اگر کوئی بادشاہ ہو اور صحیح معنی میں بادشاہ ہو، صحیح معنی میں حکمران ہو تو وہ اپنی رعیت کی حفاظت کرتا ہے، اس کی نگہداشت کرتا ہے، کہ کوئی اسے نقصان نہ پہنچ جائے، اور جب وہ معبود ہے تو جو بندہ اس کی عبادت کرتا ہے، اس کی وہ حفاظت کرتا ہے، جو میری عبادت کرتا ہے میں اس کی حفاظت کرتا ہوں، تو یہ تینوں صفتیں اللہ تعالیٰ کی ایسی ذکر فرمائی گئی ہیں، کہ جو حفاظت کا مفہوم اپنے اندر رکھتی ہیں کہ ہم تو آپ کی عبادت کرنے والے ہیں، ہم آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

تین صفات میں عجیب نکتہ

اور بعض علماء کرام نے اس میں یہ نکتہ بھی ذکر کیا ہے کہ: برب الناس . ملك الناس . اله الناس . میں جو اللہ تعالیٰ کی تین صفتیں ذکر کی گئی ہیں تو رب سے اشارہ ہے، انسان کے بچپن کی طرف کہ بچپن میں اس کی نشو نما کا دور ہوتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ پالتے ہیں تو: برب الناس . یہ ہے بچوں کے لئے، بچپن کے لئے: ملك الناس . یہ ہے جوانوں کے لئے کہ جب جوان ہوتا ہے تو اس کو پتہ چلتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں آیا ہوں، اور جب بڑھاپا ہوتا ہے، تو بڑھاپے میں آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، عبادت میں زیادہ لگتا ہے: اله الناس . تو اس وقت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا گیا، تو خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تین صفتوں کا

حوالہ دے کر اللہ تبارک وتعالیٰ تلقین فرمارہے ہیں کہ تم یہ کہو کہ میں پناہ مانگتا ہوں، اس ذات سے جو سارے انسانوں کا پروردگار ہے، سارے انسانوں کا بادشاہ ہے، سارے انسانوں کا معبود ہے، پناہ کس سے مانگتا ہوں: من شر الوسواس الخناس ۔ اس شیطان کے شر سے جو وسوسے ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے، یہ صفت بیان کی ہے شیطان کی، اور حدیث میں اس کی تفصیل آئی ہے۔

شیطان کا وسوسہ ڈالنا

حدیث میں تفصیل یہ آئی ہے کہ شیطان ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے، اور اس طرح لگا ہوا کہ وقتاً فوقتاً جہاں اس کو موقع ملتا ہے انسان کو گناہ پر آمادہ کرتا رہتا ہے، یہ گناہ کرلو، وہ گناہ کرلو، کوئی نامحرم سامنے آیا، تو وہ دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ اس کو دیکھ کر لذت لے لو، کوئی بات کسی کی نکلی تو اس کے دل میں ڈالتا ہے کہ غیبت کرلو، کوئی موقع آیا تو دل میں ڈالتا ہے کہ جھوٹ بول جاؤ، کوئی موقع آیا تو کہتا ہے کہ چلو بھئی نماز چھوڑ دو، غرض مختلف قسم کے گناہوں کا وسوسہ دل میں ڈالتا ہے۔

پیچھے ہٹ جانے کا مطلب

اور پیچھے ہٹ جانے کے کیا معنی کہ وسوسے ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے؟ اس کے دو معنی ہیں، ایک معنی یہ ہیں کہ وسوسہ ڈالتا تو ہے، اور ترغیب دیتا ہے کہ فلاں گناہ کرلو، لیکن یہ دل میں ڈال کر اور آدمی کو غلط راستے میں لگا کر خود بھاگ جاتا ہے، یعنی اس کی ذمہ داری نہیں لیتا کہ میں نے تمہیں ورغلایا تھا، لہٰذا تمہارا عذاب میں بھگت لوں گا، نہیں بس غلط راستے پر ڈال کر خود الگ ہو جائے گا، اور انسان کو اس

میں مبتلا کردے گا، ایک تو اس کے معنی یہ ہیں، اور دوسرے معنی حدیث میں نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے، کہ شیطان کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کے دل میں برے برے خیالات، برے برے ارادے پیدا کرتا ہے۔

ذکر اللہ سے شیطان بھاگ جاتا ہے

لیکن ان ارادوں کے پیدا کرنے کے بعد جوں ہی اللہ کا بندہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرلیتا ہے تو شیطان فوراً پیچھے ہٹ جاتا ہے، بھاگ جاتا ہے، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اس لفظ کے ذریعے اس بات کی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ اس کے وسوسے سے زیادہ مت ڈرو، یہ ہے تو خطرناک، اگر وسوسہ کام کرگیا تو تمہاری آخرت تباہ کردے گا، لیکن زیادہ ڈرنے کی بات نہیں کیونکہ یہ وسوسہ ڈالتا ضرور ہے، لیکن جوں ہی تم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کروگے، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو گے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کروگے، یہ پیچھے ہٹ جائے گا، یہ معنی ہیں، الوسواس الخناس، اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا۔

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ، اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. (حم سجدہ: ۳۶)

ترجمہ: ”جب تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی کچوکہ لگے“ قرآن کریم نے کچوکہ لگنے کا لفظ استعمال کیا، یعنی تمہارے دل میں وسوسہ ڈالے، یا کوئی برا ارادہ ڈالے تو فوراً اللہ کی پناہ مانگ لو، یا اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں، یہ شیطان میرے دل میں یہ باتیں ڈال رہا ہے، اللہ تعالیٰ سے یہ پناہ مانگ لو، اللہ تعالیٰ کی

طرف رجوع کرلو، تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے نتیجے میں، اور اللہ کا ذکر کرنے کے نتیجے میں، یہ پیچھے ہٹ جائے گا، پھر یہ تمہیں آگے جا کر نقصان نہیں پہنچا سکتا، اگر بندہ نے اللہ کا ذکر نہیں کیا، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کیا، اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کیا، تو شیطان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا، اور تمہیں گناہ میں مبتلا کر دے گا، لیکن اگر اس موقع پر تم اللہ کو یاد کرلو، اللہ کی پناہ لے لو، اللہ سے پناہ مانگ لو تو یہ شیطان پیچھے ہٹ جائے گا، اور پھر جب موقع ملے گا دوبارہ آئے گا، پھر کسی موقع پر پھر وسوسہ ڈالے گا، پھر اللہ کی پناہ لے لو گے پھر ذکر کرلو گے پھر پیچھے ہٹ جائے گا۔

خَنَّاس کے معنی بہت پیچھے ہٹنے والا

اور دیکھو یہاں قرآن کریم نے فرمایا خَنَّاسْ. خَنَّاسْ کے معنی ہیں بہت پیچھے ہٹنے والا، ایک تو ہوتا ہے خَانِس یعنی ایک مرتبہ پیچھے ہٹنے والا، اور خَنَّاس کے معنی بہت پیچھے ہٹنے والا، یعنی بار بار پیچھے ہٹنے والا، کیا معنی بار بار حملے کرتا ہے، اور بار بار پیچھے ہٹتا ہے، ہر حملے کے موقع پر آسان علاج یہ ہے کہ تم اللہ کی طرف رجوع کرو، اللہ کی پناہ مانگو کہ یا اللہ! یہ دل میں خیال ڈال رہا ہے، مجھے اس کے شر سے محفوظ کر دیجئے، اور مجھے ہمت دے دیجئے، اور مجھے طاقت دے دیجئے، کہ میں اس گناہ سے بچ جاؤں، تو نتیجہ یہ ہوگا کہ پیچھے ہٹ جائے گا، اسی لئے فرمایا:

اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا (النساء: ۷۶)

ترجمہ: ''شیطان کی تدبیریں بڑی کمزور ہیں'' یہ انسان کے اوپر مسلط تو رہتا

ہے، لیکن جہاں ذرا آدمی جم گیا اس کے مقابلے پر تو یہ بھاگ جاتا ہے، پھر اسے نقصان نہیں پہنچاتا۔

شیطان کے زہر کا تریاق

دیکھو! اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت اور حکمت سے یہ بات بعید ہے، کہ وہ زہر پیدا کرے، اور تریاق نہ بتلائے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کوئی بیماری پیدا کی ہے، اس کا علاج بھی پیدا کیا ہے، جو زہر پیدا کیا ہے، تو اس کا تریاق بھی پیدا کیا ہے، تو جب شیطان کو پیدا کیا تو شیطان انسان کیلئے زہر ہے، تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے، اس کی رحمت سے، اس کی حکمت سے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ زہر تو پیدا کرے، اور تریاق نہ پیدا کرے، اللہ تعالیٰ نے تو ہر چیز کا تریاق پیدا کیا ہے۔

ایک زہریلا پودا اور اسکا تریاق

ایک مرتبہ میں ایک سفر پر جا رہا تھا، جنوبی افریقہ میں کیپ ٹاؤن کے قریب گاڑی میں سفر کر رہے تھے، تو راستے میں ایک جگہ ایسی آئی کہ بڑی خوبصورت معلوم ہو رہی تھی، منظر بہت اچھا تھا، تو ہم نے کہا کہ تھوڑی دیر یہاں پر رک جائیں، تو تھوڑی دیر رک کر چلیں گے، قریب میں سامنے ایک درخت نظر آیا، چھوٹا سا درخت تھا، اس کے پتے بڑے خوبصورت تھے، اور ایسے لگ رہے جیسے مخمل کے پتے ہوں، تو میں اس کی طرف بڑھا اور اس کو ہاتھ لگانے لگا، وہ جنگلی پودا تھا، میں نے اس کو ہاتھ لگانے کا ارادہ کیا، دیکھنے کے لئے کہ کیسا ہے، میرے جو ساتھی تھے انہوں نے مجھے ایک دم زور سے روکا کہ مولانا! اس کے قریب نہ جایئے، میں نے پوچھا کہ بھئی

کیوں؟ کہا کہ یہ ایسا پودا ہے کہ اس کے اوپر ہاتھ لگاؤ تو اس سے ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے بچھو کے کاٹنے سے، اگر اس کو ہاتھ لگا لے انسان تو جیسے بچھو کے کاٹنے سے تکلیف ہوتی ہے، درد ہوتا ہے، اس لئے اسے ہاتھ نہ لگایئے گا، میں بڑا حیران ہوا، اور ساتھ ہی میں کہا کہ یہ تو بڑی خطرناک چیز ہے، آپ نے مجھے بتا دیا تو میں اس سے رک گیا، نجانے کتنے لوگ اجنبی جو گزرتے ہوں گے تو وہ ہاتھ لگالیں گے اور انہیں تکلیف پہنچ جائے گی، مگر انہوں نے کہا کہ ایک عجیب بات یہ ہے کہ جہاں یہ پودا ہوتا ہے، اسی کی جڑ میں ایک اور پودا نکلتا ہے، اور اس کو ہاتھ لگاتے ہی ساری تکلیف دور ہو جائے گی، میں نے کہا کہ: فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ جو زہر پیدا فرمایا تو اس کا تریاق بھی ساتھ ساتھ موجود ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی رحمت اور حکمت کا معاملہ یہ ہے، تو اس وقت مجھے ایک یہ عبرت ہوئی کہ دیکھو کہ یہ دیکھنے میں کتنا خوبصورت پودا ہے، کتنا حسین ہے کہ بے ساختہ دل چاہتا ہے کہ اس کے پاس جاؤ، اس کو ہاتھ لگاؤ، دیکھنے میں بڑا حسین ہے، لیکن اتنا خطرناک اور اتنا زہریلا ہے کہ بچھو کے کاٹنے جیسی لہریں اس میں پیدا ہو جاتی ہیں۔

گناہ خوبصورت زہریلے پودے کی مانند ہیں

تو یہ دنیا میں جتنے گناہ ہیں، ان سب کی ایک مجسم مثال یہ پودا ہے کہ دیکھنے میں بڑے خوبصورت لگتے ہیں، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سے بڑا لطف آئے گا، بڑا مزا آئے گا، بڑی لذت حاصل ہوگی، لیکن انجام کے اعتبار سے وہ زہریلے ہیں، وہ بچھو کے کاٹنے جیسے ہیں، ایک تو یہ سبق ملا، دوسرا سبق یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ جہاں کہیں

کوئی زہر پیدا کرتے ہیں، اس کا تریاق بھی پیدا فرماتے ہیں، اس کے ازالے کی تدبیر بھی عطا فرمادیتے ہیں، تو جب شیطان کو پیدا کیا جو انسان کے لئے ایک زہر تھا، تو اس کا تریاق بھی اتنا آسان بنادیا، اس کا تریاق یہ ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کرلو اس کی پناہ میں آجاؤ، جب شیطان تمہارے دل میں کچوکہ لگانے لگے تو اللہ کی پناہ مانگو، یا اللہ! میرے دل میں یہ خیال آرہا ہے مجھے اس سے بچالے، شیطان کے شر سے بچالیجئے، اگر پہلے خیال آجائے تو پہلے پناہ مانگ لو اللہ تعالیٰ سے، اور اگر خدا نہ کرے اس شیطان کے شر سے متاثر ہوکر، مغلوب ہوکر گناہ کا ارتکاب کرلیا تو تریاق یہ ہے کہ توبہ کرو اور کہو:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

اے اللہ! میں آپ سے معافی مانگتا ہوں، میں توبہ کرتا ہوں، استغفار اور توبہ کرلو تو یہ تریاق ہے اس کا، ایک طرف شیطان کا شر ہے اور ہے بڑا خطرناک، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سے بچنے کا طریقہ دونوں طرف رکھا ہوا ہے، دائیں بھی اور بائیں بھی، آگے بھی اور پیچھے بھی، آگے یہ کہ پناہ مانگ لو اللہ تبارک وتعالیٰ کی، اور پیچھے یہ کہ اگر مبتلا ہو ہی گئے تو پھر توبہ واستغفار کرلو: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ۔ جو توبہ کرلے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور گناہوں سے وہ ایسا ہوجاتا ہے کہ جیسے کہ گناہ کیا ہی نہیں تھا، تو یہ مفہوم ہے: من شر الوسواس الخناس کا، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اور اپنی رحمت سے ہم سب کو اس کے شر سے محفوظ رکھے، آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین

اِصلاحی خُطبات
(مکمل ۱۸ر جلدیں)
شیخ الاسلام حضرت مولانا مُفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
کے ۲۳۹ خطبات پر مشتمل مقبول کتاب
خاص ایڈیشن : =/6300روپے
عام ایڈیشن : =/4000 روپے
میمن اسلامک پبلشرز

خیالات اور وہم کا علاج

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خیالات اور وہم کا علاج

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔ اَمَّا بعدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٭ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٭ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ٭ مَلِکِ النَّاسِ ٭ اِلٰہِ النَّاسِ ٭ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ٭ اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ٭ مِنَ الْجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ٭ آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم. وصدق رسولہ النبی الکریم. و نحن علی ذالک من الشاھدین و الشاکرین.

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! یہ قرآن کریم کی آخری سورت ہے، جو میں

نے ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی اور اکثر مسلمانوں کو یاد بھی ہوتی ہے، اس کی کچھ تشریح میں نے پچھلے جمعہ میں شروع کی تھی، اور اس کا پس منظر یہ بتایا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ یہودیوں نے جادو کرنے کی کوشش کی تھی، اس موقع پر یہ دو سورتیں نازل ہوئی تھیں "قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس "جن کو معوذتین کہا جاتا ہے، اور اس میں نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہ کی پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے، پہلی سورت کا بیان الحمد للہ مکمل ہو گیا تھا، اور دوسری سورت سورۃ الناس کی تشریح میں نے پچھلے جمعہ میں شروع کی تھی۔

سورۃ کا ترجمہ

ترجمہ سورۃ کا یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہے ہیں کہ "قل" تم یہ کہو کہ: کہ "اعوذ برب الناس" میں پناہ مانگتا ہوں اس ذات کی جو تمام انسانوں کا پروردگار ہے "ملک الناس" جو تمام انسانوں کا بادشاہ ہے "الٰہ الناس" جو تمام انسانوں کا معبود ہے، اس کی پناہ مانگتا ہوں، کس چیز سے "من شر الوسواس الخناس "اس مخلوق کے شر سے جو وسوسہ ڈالتی ہے اور پیچھے ہٹ جاتی ہے یعنی شیطان، شیطان کے بارے میں حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ مسلسل انسان کے دل میں وسوسہ ڈالنے کے پیچھے لگا رہتا ہے۔

وسوسے کی قسمیں

وسوسے بھی کئی طرح کے ہوتے ہیں، بعض اوقات وسوسے گناہوں کے

ہوتے ہیں کہ تم فلاں گناہ کرلو، فلاں چیز جو ناجائز ہے وہ دیکھ لو، فلاں بات جو ناجائز ہے وہ سن لو، فلاں بات جو ناجائز ہے وہ زبان سے کہہ دو، فلاں کام جو ناجائز ہے وہ کرلو، اس قسم کے وسوسے گناہ میں مبتلا کرنے کے ڈالتا رہتا ہے، اور بعض اوقات ایمان کے بارے میں وسوسے پیدا ہونے لگتے ہیں، پتہ نہیں کہ اللہ میاں موجود ہیں کہ نہیں، مثلاً یہ وسوسہ کہ پتہ نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں ہم نے جو باتیں سنی ہیں وہ درست ہیں کہ نہیں، اس قسم کی باتیں اور وسوسے ڈالتا رہتا ہے، تو شیطان تو لگا رہتا ہے اس کام میں کہ انسان کے دل میں مختلف وسوسے ڈالے، لیکن حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ ایسے وسوسوں کے موقع پر اللہ کا ذکر کرلیتا ہے تو یہ شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے "من شر الوسواس الخناس" اس لئے فرمایا گیا کہ ہے تو وسوسے ڈالنے والا لیکن کمزور بھی بہت ہے، ذرا انسان اس کے آگے ڈٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لے، اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرلے، تو یہ پیچھے ہٹ جاتا ہے، پھر آگے اس کی صفت بیان فرمائی کہ "الذی یوسوس فی صدور الناس" جو انسانوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے، پھر آخر میں فرمایا کہ "من الجنة والناس" یعنی یہ وسوسے ڈالنے والے جنات میں سے بھی ہیں، یعنی شیاطین اور انسانوں میں سے بھی ہیں، کہ بعض انسان وہی کام کرتے ہیں جو شیطان کا کام ہے، تو اے اللہ! میں ان دونوں کے شر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، اس پوری سورت میں درحقیقت انسان کو وسوسوں سے بچنے کی تلقین فرمائی گئی ہے، اور اس کے لئے اللہ کی پناہ مانگنے کی دعوت دی گئی ہے۔

دل و دماغ ہر وقت سوچتے ہیں

جیسا میں ابھی عرض کر رہا تھا کہ انسان کا دل و دماغ یہ ہر وقت کچھ نہ کچھ کام کرتا رہتا ہے، کچھ نہ کچھ خیالات آتے رہتے ہیں، کوئی لمحہ انسان کا ایسا نہیں ہے، جس میں کوئی نہ کوئی خیال نہ آ رہا ہو، ہر لمحہ کوئی نہ کوئی خیال آتا رہتا ہے، یہ خیالات اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی ہوتے ہیں، اور شیطان چاہے وہ جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے ہوں، اور انسانی شکل میں سب سے بڑا شیطان انسان کا اپنا نفس ہے، سارے گناہ شیطان کی وجہ سے نہیں ہوتے، ابلیس کی وجہ سے نہیں ہوتے، بہت سے گناہ انسان کی اپنی نفس کی خواہشات کی وجہ سے ہوتے ہیں، تو انسان کے دل میں یہ خیالات اور وسوسے آتے رہتے ہیں، ان کا علاج کیا ہے؟ اور ان کو کس طرح دور کیا جا سکتا ہے، اور کس طرح ان کے شر سے بچا جا سکتا ہے، وہ اس سورت کا موضوع ہے۔

دو قسم کے وسوسے

یہ وسوسے جو انسان کے دل میں آتے ہیں دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وسوسہ وہ ہوتا ہے جو اللہ بچائے ایمان وغیرہ سے متعلق آنے لگتا ہے، کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہے خواہ کتنا بھی بڑا مسلمان ہو، کتنا بڑا متقی پرہیزگار ہو، کبھی نہ کبھی اس کے دل میں کوئی خراب قسم کے وسوسے نہ آئے ہوں، دل میں شیطان وسوسے ڈالتا ہے کہ ہم ایمان تو لے آئے اللہ تعالیٰ کے اوپر، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر، مرنے کے بعد کی زندگی پر، آخرت پر، جنت پر، جہنم پر،

لیکن کبھی کبھی شیطان یہ وسوسے ڈالتا ہے کہ یہ باتیں صحیح بھی ہیں یا نہیں؟ اس قسم کے خیالات انسان کے دل میں ڈالتا ہے، یہ وسوسہ اگر زیادہ پیچھے پڑ جائے تو پھر انسان کو تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔

یہ وسوسہ ایمان کی علامت ہے

لیکن حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں تو بہت سخت پریشان ہوں، اور پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ میرے دل میں بعض اوقات ایسے وسوسے آتے ہیں، ایسے خیالات آتے ہیں کہ میں ان کو زبان سے نکالنا اپنے جل کر کوئلہ ہو جانے سے زیادہ بدتر سمجھتا ہوں، یعنی خیالات تو آرہے ہیں بار بار، لیکن وہ اتنے برے ہیں کہ مجھے جل کر کوئلہ ہو جانا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں وہ باتیں زبان سے ادا کروں، ایسے خیالات مجھ کو آتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجیب جواب دیا، فرمایا کہ اس سے بالکل پریشان مت ہو "ذاك صريح الايمان" "یہ تو عین ایمان کی علامت ہے، کیونکہ شیطان وسوسے ڈالتا ہی اس شخص کے دل میں ہے جو مؤمن ہو، اگر کوئی آدمی کافر ہے تو شیطان کو اس کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے، وہ تو پہلے ہی اس کا مطیع ہے، اس کا پیروکار ہے، اور وہ کفر میں مبتلا ہے، وہ تو پہلے ہی سے مبتلا ہے، وہ شیطان کا مقصد پورا ہو رہا ہے، اس کے پاس کیوں جائے گا، وہ تو آتا ہی صاحب ایمان کے پاس ہے، جس کے پاس ایمان ہے اس کے پاس وہ جاتا ہے، تاکہ اس کے ایمان کو خراب کرنے کی کوشش کرے، اور خوب سمجھ لو کہ جب تم کہہ رہے ہو کہ

ان کو زبان سے نکالنا جل کر کوئلہ ہو جانے سے زیادہ بدتر معلوم ہوتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان ہے تمہارے دل میں جب یہ ایمان موجود ہے، تو ان وسوسوں کے آنے سے تمہیں کوئی نقصان نہیں۔

چور مال والے گھر میں آتا ہے

ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، آمین...... ایسا قصہ ان کے ساتھ بھی پیش آیا کہ کسی نے آکر ان سے عرض کیا کہ حضرت میں کیا کروں مجھے تو سخت پریشانی ہوگئی ہے، دل میں ایسے ایسے وسوسے آتے ہیں، کفر کے شرک کے، ان سے میں سخت پریشان ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے، یہ تو تمہارے مؤمن ہونے کی علامت ہے، اور دیکھو! چور ڈاکو اسی گھر میں جاتا ہے جہاں کچھ مال ہو، چور ڈاکو وہیں جائے گا جہاں کچھ مال ہوگا، جہاں مال ہی نہیں، خالی ہے تو چور ڈاکو وہاں کیوں جائے گا؟ تو شیطان بھی اس جگہ جاتا ہے جہاں ایمان ہوتا ہے، ایمان کا مال ہوتا ہے، ایمان کی دولت اگر کسی کے پاس ہوتی ہے تو وہ چھیننے کے لئے جاتا ہے، اگر العیاذ باللہ کافر ہے تو اس کے پاس مال ہے ہی نہیں، ایمان کی دولت ہے ہی نہیں تو وہاں جا کر اس کو کیا ملے گا؟ یہ تو تمہارے ایمان کی علامت ہے، گھبراؤ نہیں پریشان مت ہو، اور اس کا علاج یہی ہے کہ آدمی اس سے بے پرواہی برتے، اس سے کچھ زیادہ پریشانی کا اظہار بھی نہ کرے، کیونکہ قرآن کریم نے فرمایا:

اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَلَیْسَ بِضَآرِّھِمْ

شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْن

(المجادلة: ١٠)

باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ شیطان ہے جو سرگوشی کرتا ہے "نجوا" کے معنی ہیں سرگوشی، یعنی تمہارے دل میں یہ وسوسے ڈالتا ہے، تاکہ ایمان والوں کو غم میں مبتلا کرے، صدمے میں مبتلا کرے، اس لئے اس قسم کے خیالات دل میں ڈالتا ہے، اس قسم کے وسوسے دل میں ڈالتا ہے، اور قرآن نے واضح کہہ دیا کہ "وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰه" یہ مؤمنوں کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، مگر اللہ کا حکم ہو جائے تو بات دوسری ہے، مگر اللہ میاں ظالم نہیں ہیں جو بلا وجہ بندہ کو شیطان کے ہاتھوں میں مغلوب کر دیں، اور شیطان کے ہاتھوں میں مقید کر دیں، اس لئے یہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، یہ اس لئے عرض کر دیا کہ بہت سے صاحب ایمان کو کبھی نہ کبھی اس قسم کے شک کے وسوسے آنے لگتے ہیں، اور اس سے وہ گھبرا جاتے ہیں، قرآن وحدیث نے واضح طور پر اس کی نفی کر دی، کہ گھبرانے کا موقع نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے وہ کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا تمہیں، اگر صرف وسوسے کی حد تک خیال آرہا ہے تو آنے دو، خود ختم ہو جائیں گے۔

ان وسوسوں کا علاج

ہاں البتہ اس صورت میں ان وسوسوں کا علاج وہی ہے جو اس سورت میں بتایا گیا کہ یہ کہو: قل اعوذ برب الناس ● ملك الناس ● اله الناس ● من شر الوسواس الخناس ● الذی یوسوس فی صدور الناس ● من الجنة والناس ●

یہ پڑھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگو یہ سورت ہر مسلمان کو یاد ہوتی ہے، پڑھ لے تو اچھا ہے، ورنہ اپنی زبان میں مانگ لو کہ یا اللہ! یہ شیطان مجھے پریشان کر رہا ہے، اپنے رحمت سے مجھے اپنی پناہ میں لے لیجئے، بس انشاء اللہ تعالیٰ بالکل محفوظ ہو جاؤ گے، اس کی پرواہ بھی مت کرو، اور یہی معنی ہیں "اَلْخَنَّاس" کے، جب اللہ کا ذکر کرلے گا بندہ تو شیطان پیچھے ہٹ جائے گا، اللہ کے ذکر میں یہ پناہ مانگ لینا بھی داخل ہے، جب پناہ مانگ لو گے تو انشاء اللہ شیطان دور ہو جائے گا، یہ وسوسے جو ایمان وغیرہ سے متعلق آتے ہیں، عقائد کے متعلق آتے ہیں، ان کا تو حل خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا، اور اس سورت کے اندر بھی بیان کر دیا گیا۔

وسوسہ کی ایک قسم ''اہم''

ایک اور وسوسہ ہے جو وہم کی بیماری ہو جاتی ہے، مثلاً وسوسے آرہے ہیں کہ میں ناپاک ہو گیا، پاکی ناپاکی کے مسئلے میں آدمی مبتلا ہو جاتا ہے، شریعت نے تین مرتبہ وضو کے اندر ہاتھ پاؤں دھونے کا حکم دیا ہے، ہاتھوں کو، منہ کو، پاؤں کو تین تین مرتبہ دھولیں اتنا حکم ہے، اب بعض اوقات شیطان یہ وسوسے ڈالتا ہے کہ نہیں تیرا تو وضو ہی نہیں ہوا، تین مرتبہ دھونا تیرے لئے کافی نہیں ہے، تیرا پاؤں خشک رہ گیا، تیری کہنی خشک رہ گئی، تیرا ہاتھ خشک رہ گیا، اس قسم کے وسوسے ڈالتا ہے، اور درحقیقت اس قسم کے وسوسے ڈالنے سے اس کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ جب اس کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ میں تو پاک ہوا ہی نہیں، اب وہ بار بار وضو کرائے گا، یہاں تک کہ ایک ایک نماز میں ایک گھنٹہ لگ جائے گا، جب ایک نماز میں ایک گھنٹہ

لگے گا تو ایک وقت ایسا آئے گا، کہ وہ یہ سوچے گا کہ یہ تو بڑا مشکل ہو گیا میرے لئے نماز پڑھنا، اس طرح وہ نماز چھڑوا دے گا، تو یہ وسوسہ بھی شیطان ڈالتا ہے، اور بہت سے لوگ اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں، وہم کی بیماری یہ بھی شیطانی تصرف ہے۔

اس وہم کا علاج

اس کا علاج بزرگوں نے یہ فرمایا، کہ جس چیز کا وہم پیدا ہو رہا ہے، آدمی اس کی زبردستی خلاف ورزی کرے، مثلاً تین مرتبہ ہاتھ اچھی طرح دھو لیے مناسب طریقے پر جیسے دھوئے جاتے ہیں، پھر بھی یہ خیال آرہا ہے کہ میرا ہاتھ خشک رہ گیا لاؤ، دوبارہ دھولوں تو اب اس کی مخالفت کرو، اور کہو نہیں نہیں، اب دوبارہ نہیں دھوں گا، زبردستی اس کی مخالفت کرے تو اس صورت میں رفتہ رفتہ وہ شیطان مایوس ہو جائے گا، یہ تو میرا کہنا مانتا نہیں ہے لہٰذا اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں اور وہ بھاگ جائے گا، اس کا یہی علاج ہے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

ہمارے بزرگوں میں سے شاید حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ خود اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ وضو کر رہا تھا، جب وضو کر کے فارغ ہو کر چلا تو ذہن میں خیال آیا کہ کہنی خشک رہ گئی ہے، میں نے سوچا کہ یہ شبہ دل میں پیدا ہوا ہے، تو اس کو دور کرنا چاہیے، چنانچہ دوبارہ واپس گیا اور جا کر کہنی کے اوپر پانی ڈال کر خشکی کا جو خیال تھا وہ دور کر لیا، پھر چلا، تھوڑی دور گیا تو خیال آیا کہ شاید بائیں کہنی خشک رہ گئی ہے، یہ دل میں خیال آیا تو میں نے کہا کہ یہ شبہ کیوں چھوڑیں،

دوبارہ گئے اور جا کر دوسری کہنی بھی دھو لی، پھر ذرا آگے چلے تو پھر خیال آیا کہ ٹخنہ خشک رہ گیا ہے، جب تیسری مرتبہ یہ خیال آیا تو میں نے دل میں کہا کہ اچھا یہ حضرت آپ ہیں، یہ کہہ کر میں نے کہا کہ آج ہم بغیر وضو ہی کے نماز پڑھیں گے، تم کہتے رہو کہ وضو نہیں ہوا، آج ہم بغیر وضو ہی کے نماز پڑھیں گے، اور پھر یہ فرمایا کہ اگر میں اس وقت یہ نہ کہتا تو یہ زندگی بھر کا وظیفہ ہو گیا تھا، وہ زندگی بھر اسی شک میں، اسی وسوسے میں اور اسی وہم میں مبتلا رکھتا، اور ہر تھوڑی دیر کے بعد اس قسم کے وسوسے ڈالتا، لہٰذا الحمد للہ اس کا علاج ہو گیا، اس کے بعد پھر وہ وسوسہ نہیں آیا، بہر حال! علاج اس کا یہی ہے کہ زبردستی اس وہم کی مخالفت کی جائے۔

نماز میں وہم کا واقعہ

بعض مرتبہ نماز کے اندر ہوتا ہے کہ پتہ نہیں نماز صحیح ہوئی کہ نہیں ہوئی، یہ اتنی کثرت سے وسوسے ڈالتا ہے کہ اس میں لوگ پریشان ہوتے رہتے ہیں، ایک ایسے ہی صاحب تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کو یہ وہم ہو جاتا تھا کہ نماز میں میرا وضو ٹوٹ گیا ہے، یہ وہم ہوتا تھا اور آکر انہوں نے یہ کیفیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جب نماز پڑھتا ہوں تو ایسا خیال ہوتا ہے کہ وضو ٹوٹ گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حکیم کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارا وضو نہیں ٹوٹے گا جب تک کہ تم کوئی بد بو محسوس نہ کرو، یا آواز نہ سن لو، حالانکہ وضو ٹوٹنے کے لئے ضروری نہیں کہ آدمی بد بو محسوس کرے، یا آواز سنے، مثلاً ریح خارج ہو گئی ہے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، لیکن

اس سے یہ فرمایا کہ تمہارا وضو اس وقت تک نہیں ٹوٹے گا جب تک کہ تمہیں بدبو نہ آجائے، یا آواز نہ آجائے، اس وقت تک تمہارا وضو نہیں ٹوٹے گا۔

بعض لوگوں کی غلطی

بعض لوگ اس حدیث کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ بھئی حدیث میں نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بدبو جب تک نہ آئے، یا آواز جب تک نہ ہو، اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹتا، مجھے خود ایک صاحب ملے جو کہتے تھے کہ بھئی ہم مولوی ملاؤں کے پیچھے نہیں جاتے، ہم تو قرآن وسنت کو براہ راست دیکھتے ہیں، براہ راست قرآن شریف کے اور حدیث کی کتابوں کے ترجمے پڑھیں گے اور جو مطلب سمجھ میں آئے گا اس پر عمل کریں گے، یہ ان کا ذہن تھا جیسا کہ آج کل بہت سے لوگوں کا ہوتا ہے، تو ایک مرتبہ یہ حدیث پڑھ لی انہوں نے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ جب تک بو نہ ہو، آواز نہ ہو، جب تک وضو نہیں ٹوٹتا تو وہ فرمانے لگے کہ حضور نے یہ فرمایا ہے، لہٰذا ہمارے لئے تو حضور کا قول حجت ہے، امام ابو حنیفہ کچھ کہہ رہے ہیں، امام شافعی کچھ کہہ رہے ہیں، اور ائمہ کچھ کہہ رہے ہیں، لیکن حضور کا قول حجت ہے، لہٰذا وہ ساری عمر خود عمل اس پر کرتے رہے کہ جب تک بو نہ آئی اور آواز نہ آئی، سمجھا کہ وضو نہیں ٹوٹا، چاہے یقین ہو گیا ہو وضو ٹوٹنے کا۔

خود رائی سے گمراہی پیدا ہوتی ہے

تو یہ گمراہیاں درحقیقت خود رائی سے پیدا ہوتی ہیں کہ آدمی یہ سوچتا ہے کہ

بھئی مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، میں تو براہ راست قرآن وحدیث پڑھوں گا، ترجمے چھپے ہوئے ہیں، اور اس کا مطلب نکال لوں گا، حقیقت اس کی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ وعلیہ وسلم نے یہ بات ایک ایسے وہمی شخص سے فرمائی تھی جس کو بار بار وہم ہوتا تھا وضو ٹوٹنے کا، اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ایسے وہم اور وسوسے کا علاج یہی ہے کہ آدمی اس وسوسے اور وہم کے خلاف زبردستی عمل کرے، اس کے بغیر اس بیماری سے نجات نہیں مل سکتی، تو ایک تو اس کا علاج یہ ہے کہ وہم کے خلاف زبردستی عمل کرے۔

وہم کا دوسرا علاج

اور دوسری بات یہ ہے کہ اس سورت سورۃ الناس کو کثرت سے پڑھے، اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے کہ یا اللہ! مجھے یہ وسوسے کی اور وہم کی بیماری ہو رہی ہے، آپ اپنی رحمت سے میرے اس وہم کو دور فرما دیجئے تو انشاء اللہ پھر اس کو نقصان نہیں ہوگا۔

وہم سے زندگی اجیرن

اللہ بچائے یہ وہم کی بیماری ہو جائے تو آدمی کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے، کسی کو اپنی بیوی کے بارے میں وہم پیدا ہو جاتا ہے کہ پتہ نہیں یہ میرے ساتھ وفادار ہے کہ نہیں، اور اس کی وجہ سے بڑی مصیبت میں خود بھی رہتا ہے اور بیوی کو بھی رکھتا ہے، کسی کو وہم پیدا ہو گیا کہ میرے منہ سے تو طلاق نکل جاتی ہے ہر وقت بیوی کے لئے، اب ہر وقت یہ محسوس کرتا ہوں جیسے کہ میں طلاق دے رہا ہوں، اور بیوی میرے اوپر حرام ہو گئی، یہ ساری وہم کی بیماریاں وسوسے کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، اسی کی وجہ سے کہ

آدمی اس وہم کے اوپر بھروسہ کرلیتا ہے، اور بھروسہ کر کے اس کے اوپر عمل کرنا شروع کردیتا ہے، اگر اس کی خلاف ورزی کرلے تو یہ بیماری رفتہ رفتہ دور ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ ہر مؤمن کی اور ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے، اور بھائی یہ سورت پڑھتے رہنے سے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے سے امید ہے انشاء اللہ اس سے بھی نجات ملے گی۔

خلاصہ

وسوسے کی دو قسمیں میں نے عرض کیں، ایک جو ایمان وعقائد سے متعلق وسوسے ڈالتا ہے شیطان، اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ کی پناہ مانگے اور اس کی پرواہ ہی نہ کرے، ایسے موقع پر میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعائیں مانگیں ہیں، ادعیہ ماثورہ جو مختلف کتابوں میں مثلاً مناجات مقبول میں لکھی ہوئی ہیں، ان دعاؤں کو پڑھنے سے بھی اس قسم کے وسوسوں کا سد باب ہوتا ہے، ایسے حالات میں آدمی یہ دعائیں کثرت سے پڑھے تو اس سے اللہ تعالیٰ حفاظت میں رکھتے ہیں، اور دوسری قسم وسوسے کی جو وہم کی شکل میں آتی ہے، اور آدمی کو پریشان کرتی ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ کی پناہ مانگے، اور اس وسوسے کے خلاف عمل کرے، اور تیسری قسم وہ ہے اللہ بچائے جس میں تقریباً سب ہی انسان مبتلا ہوتے ہیں، وہ ہے گناہ کا وسوسہ، یہ گناہ کرلو، یہ گناہ کرلو، اس سے بھی اللہ تعالیٰ نے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، اس کی تفصیل اگر زندگی رہی تو انشاء اللہ اگلے جمعہ میں عرض کروں گا۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

جادو اور آسیب کا علاج

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جادو اور آسیب کا علاج

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُاَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُاَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً.

اما بعد: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ● بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ● قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ● مَلِكِ النَّاسِ ● اِلٰهِ النَّاسِ ● مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ● اَلَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ● مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ● آمنت باللّٰه صدق اللّٰه مولانا العظيم. وصدق رسوله النبي الكريم. و نحن على ذالك من الشاهدين و الشاكرين.

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! کوئی ایسی صورت پیش آئے جو بظاہر تکلیف

وہ ہوتو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو وسوسہ ڈالنے والے کی ذات سے، میں نے عرض کیا تھا کہ وسوسوں کی کئی قسمیں ہوتی ہیں، اوران وسوسوں کا کیا علاج ہے وہ میں پچھلے جمعہ عرض کر چکا ہوں۔

وسوسہ ڈالنے والے شیطان اور انسان

آج جو بات عرض کرنی ہے وہ یہ کہ قرآن کریم نے آخر میں یہ فرمایا کہ یہ وسوسے ڈالنے والے ہمیشہ شیطان ہی نہیں ہوتے، جنات ہی نہیں ہوتے بلکہ انسان بھی ہوتے ہیں، من الجنة والناس، لوگوں کے دلوں میں جو وسوسے ڈالتے ہیں، وہ بعض اوقات جنات ہوتے ہیں، اور بعض اوقات انسان بھی ہوتے ہیں، جنات ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان ابلیس تو ایک ہے، جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا، لیکن اس کے چیلے چانٹے، اس کے شاگرد بہت سے ہیں، ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، وہ جنات میں سے ہیں، شیطان انہیں دنیا بھر میں بھیجتا رہتا ہے، اور وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں۔

شیطانوں کا اجتماع اور کارکردگی

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کبھی کبھی ایسا کرتا ہے، شیطان سے مراد ابلیس، جوان سب کا سرغنہ ہے، وہ کبھی کبھی سمندر کے اوپر، اپنے سارے لوگوں کا اجتماع کرتا ہے، اور اپنے چیلے چانٹوں سے رپورٹ لیتا ہے، کہ بتاؤ تم میں سے کس نے کیا کام کیا، کس نے کیا کام کیا، کس نے کیا کارنامہ انجام دیا، حدیث میں آتا ہے کہ وہ سمندر میں ایک بڑا سا

تخت بچھا کر بیٹھتا ہے، اور جتنے اس کے چیلے چانٹے ہوتے ہیں، اس کے لشکر کے افراد ہیں، وہ جمع ہوتے ہیں، ہر ایک سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا کام کیا بتاؤ، تو ایک کہتا ہے کہ میں نے ایک مسلمان کے دل میں ایسا خیال پیدا کیا کہ اس نے نماز چھوڑ دی اور نماز کو نہیں جا سکا، وہ کہتا ہے کہ ٹھیک ہے اچھا کام کیا تم نے، لیکن کوئی خاص بات نہ ہوئی، دوسرا کھڑا ہوتا ہے کہ ایک شخص تھا جس کے دل میں زکوۃ اور صدقات دینے کا خیال آیا تھا تو میں نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ تو اگر پیسے خرچ کرے گا تو تیرے پاس کمی پڑ جائے گی، لہٰذا وہ اس سے رک گیا، اس نے کہا کہ تو نے بھی ٹھیک کیا، لیکن کوئی خاص بات نہ ہوئی، کوئی بڑا کارنامہ نہ ہوا، تیسرا کھڑا ہوگا اور کہے گا کہ فلاں شخص روزہ رکھنا چاہ رہا تھا میں نے اس کے دل میں بات ڈالی وہ روزے سے رک گیا، بہر حال مختلف لوگ اپنی اپنی کارگزاریاں بیان کریں گے کہ ہم نے فلاں کو نماز سے روک دیا، فلاں کو ذکر سے روک دیا، فلاں کو تلاوت قرآن سے روک دیا، فلاں کو روزے سے روک دیا، فلاں کو عبادت سے روک دیا، وہ کہے گا ٹھیک ہے لیکن تم نے کوئی بڑا کارنامہ نہیں دکھایا۔

میں نے میاں بیوی میں لڑائی کروادی

ایک بڑا شیطان کھڑا ہوگا، اور کہے گا کہ جی میں نے یہ کام کیا کہ دو میاں بیوی بڑی ہنسی خوشی زندگی گزار رہے تھے، اور دونوں میں بڑا اتحاد تھا، بڑا اتفاق تھا، بڑی محبت تھی، اور ان کی زندگی بڑی خوش گوار گزر رہی تھی، میں نے ایک ایسا حربہ استعمال کیا کہ دونوں کے درمیان چپقلش ہوگئی، اور چپقلش کے نتیجے میں دونوں کے

درمیان لگائی بجھائی کرتا رہا، شوہر کو بیوی کے خلاف بھڑکاتا رہا، بیوی کو شوہر کے خلاف بھڑکاتا رہا، نوبت یہاں تک آئی کہ وہ محبت کرنے والے میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بن گئے، اور طلاق ہوگئی، اور دونوں کا خاندان اجڑ گیا، تو ابلیس کھڑا ہو جائے گا اور کہے گا ہاں تو ہے جس نے صحیح کارنامہ انجام دیا، اس کو گلے سے لگائے گا، یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکوۃ شریف میں موجود ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حدیث میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ ان میں سب سے خطرناک شیطان وہ ہے، جو دو محبت کرنے والے مسلمانوں کے درمیان عداوت کا بیج ڈال دے، ایک دوسرے کے خلاف دشمن بنادے۔

شیطان کے چیلے بہت ہیں

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ شیطان ابلیس ایک اکیلا نہیں وہ تو ایک ہی ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا، لیکن اس کے متبعین اور پیروکار اور اس کے شاگرد اور چیلے بہت سارے ہیں، جو دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، تو قرآن کریم میں ہے کہ شیطان ابلیس یہ کہہ رہا تھا کہ میں انسانوں کو بہکاؤں گا تو قرآن نے بھی کہا تھا جو تیرا دل چاہے کرلے، تو اپنے سارے لشکر کو لے آ، اور میرے بندوں کو بہکانے کی کوشش کرلے، جو بندے مجھ سے تعلق رکھنے والے ہوں گے، ان پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا، یہ قرآن کریم میں ہے، یہاں پر سورۃ الناس میں کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں، اس سے مراد شیطان کے چیلے چانٹے ہیں، وہ ڈالتے ہیں، اس کے بارے میں قرآن کریم نے خود فرمادیا کہ

گھبرانے کی بات نہیں کیونکہ ہیں تو یہ شیطان کے چیلے چانٹے۔

شیطان انسان کے جسم میں سرایت کرجاتا ہے

حدیث میں آتا ہے کہ شیطان انسان کے جسم میں اس طرح سرایت کرتا ہے، جس طرح رگوں میں خون سرایت کرجاتا ہے، ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے تو وہاں ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اعتکاف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کیلئے آئیں، کچھ دیر رہیں پھر واپس جانے لگیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پہنچانے کیلئے مسجد کے دروازے تک آئے، جب وہاں پہنچے تو رات کا اندھیرا تھا، حضور کے ساتھ ایک خاتون تھیں اور وہ ظاہر ہے پردے میں ہوں گی، وہ پردے میں تھیں تو اس واسطے دو صحابی قریب سے گزرے تو آپ نے ان صحابہ سے خطاب کرکے فرمایا کہ دیکھو! یہ میرے ساتھ جو خاتون ہیں، یہ میری اہلیہ صفیہ ہیں، تو وہ صحابہ بڑے حیران ہوئے کہ یارسول اللہ! آپ کو یہ کہنے کی ضرورت کیا کہ یہ صفیہ ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس لئے کہا کہ شیطان انسان کے جسم میں اس طرح سرایت کرتا ہے جس طرح رگوں میں خون سرایت کرتا ہے، تو مبادا کہیں ایسا نہ ہو کہ دل میں خیال آجائے کہ حضور کے ساتھ رات کے وقت یہ خاتون کون تھیں؟ تو اس واسطے تمہیں وسوسہ آجاتا اور تمہارے دل میں شیطان وسوسہ ڈال دیتا، اس لئے میں نے اس وسوسے کو دور کرنے کیلئے تمہیں یہ بتادیا کہ میری بیوی ہیں، کوئی اور عورت نہیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو اپنے آپ کو تہمت کے مواقع سے بچانا چاہیے، اور

اگر کہیں تہمت کے لگنے کا اندیشہ ہو تو اس کی صفائی کر دینی چاہیے، تو حضور نے واضح کر دیا، لیکن ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ شیطان انسان کے جسم میں اس طرح دوڑتا ہے جس طرح خون دوڑتا ہے۔

شیطان کے حربے کمزور ہیں

لیکن ساتھ میں قرآن کریم نے یہ بھی فرمادیا کہ باوجود اس کے شیطان کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ انسان کے جسم کی رگوں میں خون کی طرح سرایت کرے، لیکن:

اِنَّ کَیۡدَ الشَّیۡطٰنِ کَانَ ضَعِیۡفًا (النساء:۷۶)

قرآن کہتا ہے کہ شیطان کے جتنے حربے ہیں وہ سب بہت کمزور ہیں، اور آپ نے ابلیس سے کہہ دیا تھا:

اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ (الحجر:۴۱)

ابلیس سے کہہ دیا تھا کہ جو صحیح معنی میں میرے بندے ہوں گے ان پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا، تو تسلی دینے کیلئے فرمادیا کہ یہ ہم نے تمہاری آزمائش کے لئے پیدا تو کیا ہے لیکن اس کو بہت کمزور بنایا ہے، ذرا سا آدمی ڈٹ جائے اس کے مقابلے پر تو وہ فوراً نرم پڑ جاتا ہے، فوراً کافور ہو جاتا ہے، اور ذرا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ لے تو شیطان کا مکر زائل ہو جاتا ہے، لہٰذا بہت ڈرنے کی بات نہیں کہ آدمی سوچے کہ میں تو بری طرح پھنس گیا، میرے اوپر تو شیطان اس طرح مسلط ہے کہ میری رگوں میں خون کی طرح دوڑ رہا ہے، لہٰذا اب اس سے بچنا تو ممکن نہیں! ایسا نہیں، قرآن نے صاف صاف کہہ دیا کہ اس کا مکر بہت

کمزور ہے، ہاں طاقت اس کو اس شخص پر حاصل ہوتی ہے جو اس شیطان کے مکر سے بچنا ہی نہیں چاہتا ہو، وہ خود شیطان کے آگے آگے ہو گیا اور اس سے بچنے کی کوئی کوشش ہی نہیں کر رہا تو پھر بے شک اس کے اوپر وہ قابو پالیتا ہے، دیکھو مخلوق میں بہت ساری مخلوقات ایسی ہوتی ہیں، جو ویسے تو بڑا شور شرابا دکھاتی ہیں، بڑی فوں فاں کرتی ہیں، بڑا جوش وخروش دکھاتی ہیں، لیکن ذرا آدمی کوئی ڈٹ جائے تو فوراً بیٹھ جاتی ہیں، یہ عام طور پے جو رزیل قسم کی مخلوقات ہوتی ہیں وہ ایسی ہی ہوتی ہیں، تو شیطان بھی اسی میں سے ہے، اگر آپ اس سے ڈر گئے اور آپ نے اس شیطان کے آگے ہتھیار ڈال دیے، اور یہ کہا کہ بھئی جیسا تو کہے گا میں ویسا ہی کرونگا تو وہ حاوی ہو جائے گا، اور ساری زندگی خراب کرے گا، لیکن اگر کوئی آدمی اس کے سامنے ڈٹ جائے کہ میں تیرا کہنا نہیں مانوں گا اور ساتھ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ میں آجائے، اور سورۃ الناس پڑھ کر اللہ کی پناہ لے لے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو بچا لیتے ہیں۔

نفس بھی وسوسے ڈالنے والا ہے

اسی طریقے سے فرمایا کہ کچھ وسوسے ڈالنے والے انسانوں میں سے ہیں، من الجنة و الناس، اب انسانوں میں وسوسے ڈالنے والا سب سے پہلے تو ہمارا نفس ہے، نفسانی خواہشات دل میں پیدا ہوتی ہیں اور ان نفسانی خواہشات کے نتیجے میں آدمی بہک جاتا ہے، دل چاہ رہا ہے فلاں گناہ کرلو، دل چاہ رہا ہے فلاں گناہ کرلو تو اس دل کے چاہنے کے پیچھے جب چل پڑتا ہے آدمی کہ دل کی ہر خواہش کو پورا

کروں گا، جو دل میں آئے گا کروں گا، جو جی چاہ رہا ہے کروں گا، تو پھر نفس اس کے اوپر قابو پالیتا ہے، اور قابو پانے کے ساتھ پھر وہ آدمی اللہ بچائے غلط راستے پر پڑ جاتا ہے۔

نفس کے بہکانے کا علاج

لیکن اس کا علاج بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بتایا کہ جب کبھی تمہارے دل کی خواہش تمہیں گناہ کی طرف لے جا رہی ہو تو اس وقت ایک دم سے اس دل کی خواہش کے پیچھے نہ چل پڑو، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگو کہ یا اللہ! میرا نفس مجھے بہکا رہا ہے، مجھے غلط راستے پر ڈال رہا ہے آپ مجھے اس سے بچا لیجئے، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ کر اپنے آپ کو سنبھالو، ذرا سوچو کہ یہ کام جس کی طرف میرا نفس مجھے لے جا رہا ہے یہ آیا کرنے کا بھی ہے یا نہیں، اس کا انجام دنیا و آخرت میں کیا ہوگا، قرآن کریم میں اللہ کے نیک بندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

وَإِذَا مَسَّهُمْ طَٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ (اعراف: ۲۰۱)

وہ لوگ غور کرتے ہیں کہ یہ راستہ صحیح ہے یا غلط ہے تو غور کے نتیجے میں اچانک ان کو صحیح راستہ نظر آجاتا ہے، جس وقت گناہ کا خیال آئے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ وسوسہ ہے جو نفس دل میں ڈال رہا ہے، اس سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرے، اس گناہ سے بچنے کی کوشش کرے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کس طرح بچے

دیکھو! نفس وشیطان نے ذلیخا کو بہکایا اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام

پر ڈورے ڈالے، اور اس نے چاروں طرف سے دروازے بند کر دیے، اور تالے ڈال دیے کہ کہیں بھاگ نہ سکیں، اور حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دی، قرآن کریم فرماتا ہے: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۔ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ. بہر حال! حضرت یوسف علیہ السلام انسان تھے اور بشر تھے، نبی ہونے کے علاوہ بشر تھے، اور ساتھ ساتھ سارے بشری تقاضے اور بشری خواہشات ان کے دل میں بھی موجود تھیں، اور اور بھر پور جوانی ہے اور غیر شادی شدہ ہیں، اور اس حالت میں ایک عورت اس طرح دروازے بند کر کے دعوت گناہ دے رہی ہے، تو قرآن کریم کہتا ہے کہ کچھ کچھ خیال ان کے دل میں بھی آچلا تھا، لیکن خیال آنے کے باوجود فوراً اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کیا، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی کہ یا اللہ! اس مصیبت میں گرفتار ہوگیا ہوں، اور یہ خواہش بھی دل میں پیدا ہو رہی ہے تو انہوں نے اپنے کرنے کا جو کام تھا کہ جتنا بھاگ سکیں بھاگ جائیں، باہر نکلنے کا راستہ نہیں ہے، لیکن اللہ کی پناہ مانگ کر دروازے تک بھاگے، اور اپنے کرنے کا کام اتنا ہی تھا کہ دروازے تک بھاگ جائیں، لیکن بچانا آپ کا کام ہے، اور آپ اپنے فضل وکرم سے مجھے بچا لیجیے، دوڑے تو تالے ٹوٹتے گئے، اور زلیخا کا شوہر وہیں دروازے کے باہر مل گیا تو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا، دعا کیا مانگی:

وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَکُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ (یوسف:۳۳)

یا اللہ! اگر آپ نے ان عورتوں کا مکر مجھ سے دور نہ کیا تو میں بھی مائل ہو جاؤں گا ان کی طرف، میرے دل میں بھی میلان پیدا ہو جائے گا، اور جاہلوں کی

فہرست میں، میں بھی شامل ہوجاؤنگا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور انہیں بچالیا، تو یہ ہے طریقہ جو قرآن کریم نے تلقین فرمایا ہے، کہ جب کبھی نفس بھکائے یا کوئی انسان بھکائے، بظاہر تو وہ انسان ہے لیکن گناہ کی دعوت دے رہا ہے تو وہ کام شیطان کا کررہا ہے کہ دل میں وسوسے ڈال رہا ہے گناہ کرنے کے، اس وقت میں بھی اللہ کی پناہ مانگو، اے اللہ! اپنے فضل وکرم سے مجھے اس کام سے بچالیجئے۔

دو کام کرنے چاہئیں

دو کام کرنے ہیں ایک اللہ کی پناہ مانگنی ہے، اللہ سے دعا کرنی ہے، اور دوسرا جتنی کوشش انسان کے بس میں ہے اس گناہ سے بچنے کی وہ کرلے، کوشش تو کرنی پڑے گی، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام دروازے کی طرف بھاگے، کوئی آدمی کوشش تو الٹی کرے، گناہ کی طرف چلے اور کہے کہ یا اللہ مجھے بچالیجئے، یہ تو مزاق ہے، یہ دعا نہیں، یعنی اپنی سی کوشش کرے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرے اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے بچالیتے ہیں، اس سورت کریمہ کا یہ خلاصہ ہے۔

سوتے وقت پڑھ کر دم کریں

اور حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سونے سے پہلے یہ دو سورتیں پڑھتے تھے: قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کرتے، اور ان ہاتھوں کو پورے جسم پر پھیر لیتے، تین مرتبہ ایسا کرتے تھے، یہ حفاظت کے لئے ہے شیطان سے، اور نقصان پہنچانے والی تمام مخلوقات سے، جادو سے، سحر سے، شیطانوں کے تصرفات سے، انسانوں کے

تصرفات سے، حفاظت کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ سونے سے پہلے دونوں ہاتھوں پر یہ سورتیں پڑھ کر دم کرتے، اور پورے جسم پر پھیر لیتے تھے، یہ عمل تین مرتبہ کرتے تھے۔

مرض الوفات میں بھی دم کرتے

یہاں تک کہ جب مرض وفات ہوا، جس مرض میں وفات ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اس وقت آپ اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ بیماری کی وجہ سے خود یہ عمل کرنے کی طاقت نہیں تھی، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ چونکہ میں نے ساری زندگی آپ کو یہ عمل کرتے دیکھا تھا، تو میں چاہتی تھی کہ یہ بیماری ہے اس میں بھی یہ عمل جاری رہے، میں چاہتی تھی کہ: قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔ پڑھ کر آپ کے سارے جسم پر دم کردوں، لیکن میں نے سوچا کہ اگر میں اپنے ہاتھوں پر پڑھ کر دم کروں گی تو اس سے وہ برکت نہیں ہوگی تو میں نے یہ دونوں سورتیں پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اٹھایا اپنے ہاتھوں سے، اور پھر دست مبارک پر ہی دم کیا اور آپ ہی کے دست مبارک لے کر آپ کے جسم مبارک پر پھیر لیے، تو یہ ایسا عمل ہے، جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے محفوظ رکھتا ہے، لوگ آج کل بڑے جادو ٹونے کے چکر میں پڑے رہتے ہیں، اور عملیات تعویذ گنڈے اور نہ جانے کیا کچھ کرتے ہیں، لیکن جو عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ یہ ہے، جو آدمی یہ عمل کرے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ انشاء اللہ وہ شیطان کے شر سے بھی محفوظ رہے گا، اور جادوگروں کے شر سے

بھی محفوظ رہے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آجکل بدامنی کا دور دورہ ہے

آخر میں یہ بات آپ سے عرض کرنی ہے کہ ہمارے ملک میں ہر شخص پریشان بھی ہے اور بے چین بھی ہے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ دشمنوں کے نرغے کی وجہ سے ملک کی بقا خطرے میں پڑی ہوئی ہے، اور روز بدامنی کا کوئی نہ کوئی واقعہ کہیں نہ کہیں پیدا ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ مسجدیں بھی اس بدامنی اور دہشت گردی سے محفوظ نہیں رہیں، آپ نے پڑھا ہوگا کہ خیبر میں مسجد میں عین جمعہ کے وقت ایسی کاروائی ہوئی جس میں ستر سے زیادہ افراد شہید ہوئے، اور اس طرح کی کاروائیاں مختلف جگہوں پر ہوتی رہیں ہیں، لاہور میں بھی یہ واقعہ پیش آیا اور اسلام آباد میں بھی، اور ہمارا غالب گمان یہ ہے کہ کوئی مسلمان یہ حرکت نہیں کرسکتا کہ مسجد کے اوپر حملہ آور ہو، نمازیوں کے اوپر حملہ آور ہو، نماز پڑھتے ہوئے لوگوں پر حملے کرے، یہ بیرونی سازشوں کا سلسلہ ہے جس سے ہم دوچار ہیں، اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہماری بداعمالیوں کو معاف فرمائے، اور ہمیں اس بدامنی کی صورتحال سے محفوظ رکھے، دوسرا یہ ہے کہ حتی الامکان اللہ تعالیٰ ہی نے حکم دیا ہے کہ اصل حفاظت تو اللہ تعالیٰ کی ہے، کوئی مخلوق اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر نہ کوئی نفع پہنچا سکتی ہے نہ کوئی نقصان، لیکن ساتھ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاکید فرمائی ہے کہ انسان کو اپنی

حفاظت کے لئے جتنے مناسب ذرائع کرسکتا ہو وہ کرنا بھی سنت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی، بعض اوقات دشمن کی طرف سے حملہ کا اندیشہ ہوتا تھا تو صحابہ کرام آپ کے گرد پہرا دیا کرتے تھے آپ کی حفاظت کے لئے، اور جب مدینہ منورہ پر حملے کا اندیشہ تھا تو صحابہ کرام مدینہ منورہ کا پہرا دیا کرتے تھے، اور اس پہرے کی بھی عظیم فضیلت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے، لہٰذا جو مناسب حد تک جو تدبیر انسان اختیار کرسکتا ہو وہ اختیار کرنی چاہئے، اس لئے چونکہ مسجدوں کو بھی نشانہ بنایا جارہا ہے اور یہاں کچھ مشتبہ قسم کے واقعات پیش آچکے ہیں۔

مسجد میں آنے والوں کی چیکنگ کی جائے گی

اس لئے یہاں اس مسجد میں انتظام کیا گیا ہے کہ یہاں داخلے کے وقت جو بھی حضرات تشریف لاتے ہیں مسجد میں ان کی اسکینگ کے ذریعے چیکنگ کی جائے گی، اس میں سب ہی کا فائدہ ہے، سب ہی کی حفاظت کا ایک انتظام ہے اگر چہ سچی بات یہ ہے کہ مسجدوں میں اس قسم کے انتظامات اچھے نہیں لگتے، یہ اللہ کا گھر ہے، اس میں جو بھی آئے جس وقت بھی آئے اس کو منع نہیں کیا جاسکتا، لیکن ان حالات کے تناظر میں جن سے ہم گزر رہے ہیں اس کی وجہ مسجد کی انتظامیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے، جو حضرات یہاں آئیں گے ان کی اسکینگ کی جائے گی، اور اسکینگ کر کے پھر ان کو اندر آنے کی اجازت دی جائے گی تاکہ جتنا انتظام جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ہمارے بس میں ہے حفاظت کا، یہ سارے نمازی جو آتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی عبادت انجام دینے کے لئے آتے ہیں، اور یہ مسجد

کی انتظامیہ کی امانت ہے ہمارے پاس یہ سارے نمازی اس کے لحاظ سے اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے، امید ہے آپ حضرات اس سے تعاون کریں گے، اور اسی کو اس تناظر میں دیکھتے ہوئے اس تعاون پر عمل کریں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہم سب کو اپنے حفظ وایمان میں رکھے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین

جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنْ لَّااِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَـہٗ، وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَـا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔ اَمَّا بعدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ● بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ● قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ● مَلِکِ النَّاسِ ● اِلٰہِ النَّاسِ ● مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ● اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ● مِنَ الْجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ● آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم. وصدق رسولہ النبی الکریم. و نحن علی ذالک من الشاھدین و الشاکرین۔

تمہید

بزرگان محترم اور برادران عزیز! یہ قرآن کریم کی آخری سورت ہے جس کی

کچھ تشریح کا بیان پچھلے چند جمعوں سے چل رہا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے، یہ قرآن کریم کی آخری دو سورتیں "قل اعوذ برب الفلق اورقل اعوذ برب الناس" یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پراس وقت نازل ہوئی تھیں جب کچھ یہودیوں نے آپ پر جادو کرنے کی کوشش کی تھی، تو اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تلقین فرمائی گئی کہ آپ ان دو سورتوں کے الفاظ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگئے، پہلی سورة "سورة الفلق" تھی، جس کا بیان بقدر ضرورت ہو چکا ہے، دوسری سورة یہ "قل اعوذ برب الناس" ہے جس کو "سورة الناس" کہا جاتا ہے، اوراس کا ترجمہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حق تعالیٰ فرمارہے ہیں "قل" آپ کہیے، کیا کہیے؟ "اعوذ برب الناس" میں پناہ مانگتا ہوں تمام انسانوں کے پروردگار کی "ملك الناس" تمام انسانوں کے بادشاہ کی "اله الناس" تمام انسانوں کے معبود کی، اس سے مراد تو حق تعالیٰ ہیں لیکن یہاں تین صفتیں ذکر فرمائیں کہ جو سارے انسانوں کا پروردگار ہے اس کی، جو سارے انسانوں کا بادشاہ ہے اس کی، جو سارے انسانوں کا معبود ہے اس کی "من شر الوسواس الخناس" اس کی پناہ مانگتا ہوں اس شیطان کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے اور پیچھے ہٹ جاتا ہے "من الجنة والناس" چاہے وہ جنات میں سے ہو، یا انسانوں میں سے ہو، یہ اس سورت کا ترجمہ ہے۔

میری پناہ مانگو

پچھلے دو جمعوں میں اس کی تشریح میں عرض کر چکا ہوں، جس کا خلاصہ یہ تھا

کہ جب کبھی کوئی وسوسہ، کوئی برا خیال، گناہ کا ارادہ، گناہ کی خواہش، یا اللہ تبارک و تعالیٰ کے بارے میں کوئی بدگمانی - العیاذ باللہ - کا کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ تلقین فرمائی ہے کہ بندہ کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے، یا اللہ! میں اس وسوسے کے شر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، اس میں ہر قسم کا وسوسہ داخل ہے، اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ خود فرمایا ہے کہ میری پناہ مانگو تو یقیناً جو اس پر عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی پناہ عطا فرمائیں گے، یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک کریم ذات کسی سے کہے کہ تم میری پناہ مانگو اور جب وہ پناہ مانگے تو کہے کہ بھاگ جاؤ، میں تمہیں پناہ نہیں دیتا، ایک معمولی شریف آدمی بھی یہ کام نہیں کرسکتا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات جو رحمٰن رحیم ہے اس سے یہ ممکن نہیں ہے۔

قرآن کریم کی دعا رد نہیں ہوسکتی

اسی لئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن کریم نے جو دعائیں بتائی گئی ہیں کہ یہ دعا مانگو، یہ دعا مانگو، ان دعاؤں کا رد ہونے کا امکان ہی نہیں، کیونکہ جب خود اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں: قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ. یہ کہو اے میرے پروردگار مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما تو بہترین رحم کرنے والا ہے، تو جب اللہ تعالیٰ خود کہہ رہے ہیں کہ یہ کہو یعنی درخواست کا مضمون بتارہے ہیں، جب کسی کے سامنے درخواست پیش کی جاتی ہے، اس میں ایک شکل تو یہ ہے کہ آدمی اپنے الفاظ میں پیش کرے، دوسری شکل یہ ہے کہ جس کے سامنے پیش کررہے ہیں وہ خود بتا رہا ہے کہ ان الفاظ سے

مجھے درخواست دو تو وہ کیسے رد ہوگی؟ اس واسطے جب اللہ کی پناہ مانگے گا انسان اس قسم کے تمام وساوس کے شر سے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو ضرور پناہ عطا فرمائیں گے، بشرطیکہ سچے دل سے مانگے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ کی پناہ لی

دیکھئے! حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم نے ذکر کیا ہے، زولیخا نے ان پر ڈورے ڈالے اور چاروں طرف سے دروازے بند کر دیئے، اور گناہ کی دعوت دی، جس کو دعوت دی جارہی تھی وہ بھی انسان تھا، بشر تھا، اس کے دل میں بھی بشری تقاضے اور بشری خواہشات موجود تھیں، وہ فرشتہ نہیں تھا، چنانچہ قرآن کریم کہتا ہے: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا. یعنی عورت نے تو ارادہ کر ہی لیا تھا گناہ کرنے کا، ان کے دل میں بھی کچھ کچھ خیال آچلا تھا اگر اللہ کی دلیل نہیں دیکھ لی ہوتی، وہ بشر تھے اگر خیال نہ آتا اور خواہش نہ پیدا ہوتی اور بچ جاتے تو کوئی کمال کی بات نہیں تھی، لیکن بھرپور جوانی ہے، بشری تقاضے پوری طرح موجود ہیں، قوت اور طاقت موجود ہے، اور دل میں خواہش بھی پیدا ہو رہی ہے، لیکن اس کے بعد بچے، یہ ہے کمال جو پیغمبروں کا کمال ہے، قرآن کریم کہتا ہے دو کام کیے، ایک کام یہ کیا جو دل میں خیال آچلا تھا اللہ سے اس کی پناہ مانگی، اے اللہ! میرے دل میں یہ خیال آنے لگا ہے، حالات ایسے ہو گئے ہیں، اگر آپ نے نہ بچایا تو میں بچ نہیں سکوں گا، تو پناہ مانگی اللہ تبارک وتعالیٰ کی، اور دوسرا کام یہ کیا کہ میرے بس میں اتنا ہے کہ دروازے تک بھاگ جاؤں، اپنے بس میں جتنی بچنے کی کوشش تھی وہ پوری کر لی،

اور اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا کہ یا اللہ! میرے بس میں اتنا ہی ہے کہ میں بھاگ کر دروازے تک چلا جاؤں، معلوم بھی ہے کہ دروازے پر تالے پڑے ہوئے ہیں میں بھاگ کر باہر نہیں نکل سکتا، لیکن میرے بس میں اتنا ہے کہ میں دروازے تک پہنچ جاؤں تو کسی طرح بھاگ کر دروازے تک پہنچ گئے، جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیکھا کہ بندہ نے اپنا کام پورا کرلیا، جتنا بھاگ سکتا تھا بھاگ گیا اور پھر میری پناہ مانگ لی تو اب میرا کام ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دروازے کے تالے توڑ دیئے، تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید

خیرہ یوسف وار می باید دوید

اگر تمہیں گناہوں سے نکلنے کا راستہ نظر نہ آرہا ہو تو جہاں تک بھاگ سکتے ہو بھاگ جاؤ، اور پھر اللہ سے مانگو کہ یا اللہ! میرا کام اتنا تھا آگے تیرا کام ہے۔

جنگ آزادی کا ایک واقعہ

میں نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ سن ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جب انگریزوں کے خلاف لڑائی ہو رہی تھی تو جگہ جگہ پھانسیاں لگائی ہوئی تھیں، لوگوں کو پھانسیاں دی جارہی تھیں، اور ظلم وتشدد کا بازار گرم تھا، آج ہمیں یہ تشدد پسند کہتے ہیں، لیکن ان کی تاریخ ظلم وبربریت سے بھری ہوئی ہے، بربریت کا بازار گرم تھا، اسی میں ایک اللہ والے ایک گھر میں ان لوگوں کے شر سے اپنے آپ کو بچا کر ٹھہرے ہوئے تھے، کئی دن اسی حالت میں گزر گئے نہ کھانے کو کچھ تھا نہ پینے کو

کچھ تھا، باہر نکل نہیں سکتے تھے، باہر نکلتے تو انگریزوں کے ظلم وستم کا نشانہ بنتے، جب کئی دن گزر گئے اور بالکل جان لبوں تک آ گئی تو سوچا کہ کیا کروں پانی ہے نہیں، پیاس شدید لگی ہوئی ہے، جان پر بنی ہوئی ہے، تو دل میں یہ سوچا جتنا میرے بس میں کام ہے وہ تو کرلوں اور پھر اللہ سے مانگوں، تو ایک پیالہ پڑا ہوا تھا پاس اور بھوک پیاس کی کمزوری سے چلنا ممکن نہیں تھا، پیالے کو ہاتھ میں لیکر سرک سرک کر سرک سرک کر صحن تک پہنچ گئے اور صحن میں لے جا کر پیالہ رکھ دیا، اور دعا کی کہ یا اللہ! میرے بس میں اتنا ہی تھا کہ میں سرک کر پیالہ یہاں رکھ دوں، اب بارش نازل کرنا یہ آپ کا کام ہے، اپنے فضل سے آسمان سے مجھے اس میں پانی عطا فرما دیجئے، یہ دعا کی، جب بندہ نے اپنا کام پورا کرلیا اور اللہ تعالیٰ سے رجوع کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہاں اب میرا کام ہے، بادل آئے، بارش برسی اور پیالہ پانی سے بھر گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگنے کے ساتھ ساتھ آدمی اپنے کرنے کا کام ہے وہ کرلے اور پھر اللہ تعالیٰ سے مانگے، جتنی گناہ سے بچنے کی کوشش ہوسکتی ہے وہ کرلے پھر اللہ تعالیٰ سے مانگے تو ممکن نہیں ہے کہ وہ رد کردیں۔

اس سورۃ میں یہی سکھایا گیا ہے

تو یہ سکھایا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورت میں کہ اپنا کام کرو اور پھر میری پناہ مانگو، اور شیطان سے پناہ مانگو، نفس کے شر سے پناہ مانگو، کوئی برا ساتھی مل گیا ہے وہ غلط راستے پر چلا رہا ہے وہ بھی اس میں شامل ہے، وہ دلوں میں غلط باتیں ڈال رہا ہے، اس سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے میری پناہ مانگو، حدیث

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی یا اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں " من صاحب السوء " برے ساتھی سے، جس کی صحبت مجھے خراب کردے میں اس سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، پناہ مانگنے کی عادت ڈالو اللہ تبارک وتعالیٰ سے، ہر برے کام سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگو۔

نماز حاجت پڑھ کر

یہاں یہ بات بھی عرض کردوں کہ پناہ مانگنے کا اور اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے مدد مانگنے کا سب سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ مؤثر طریقہ یہ ہے، کہ آدمی براہ راست اللہ سے مانگے، نماز حاجت پڑھے، حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہیں کوئی بھی حاجت پیش آئے، کوئی بھی ضرورت پیش آئے، کوئی مشکل پیش آجائے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور اسے پیش کرنا ہو تو دو رکعتیں نماز حاجت کی نیت سے پڑھو اور نماز پڑھ کر پھر اللہ تعالیٰ سے مانگو، اس کے کچھ الفاظ بھی حدیث میں آئے ہیں، وہ یاد کرلئے جائیں تو اچھا ہے، یہ دعا مناجات مقبول میں بھی لکھی ہوئی ہے، اور مسنون دعاؤں کی کتابوں میں بھی لکھی ہوئی ہے، یہ یاد کرلو تو اچھا ہے، لیکن بالفرض یاد نہ بھی ہو تو " لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم " کہہ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور وہ حاجت پیش کرو، یا اللہ مجھے یہ حاجت پیش آرہی ہے اپنے فضل وکرم سے مجھے یہ عطا فرمادیجئے، یہ نماز حاجت پڑھ کر دعا مانگنے کا طریقہ تمام حاجات، تمام مشکلات کو حل کرنے کے لئے سب سے زیادہ افضل، موجب ثواب اور سب سے زیادہ مؤثر ہے، یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، آپ نے یہ تلقین فرمائی۔

ہر چیز کا ایک تعویذ ہوتا ہے

میں یہ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ آج کل ہمارے ماحول میں جب کوئی حاجت پیش آتی ہے، یا جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو لوگ تعویذ گنڈے کی فکر میں لگ جاتے ہیں، کہ کوئی تعویذ بتادو، یا دیدو تو تعویذ کی فکر زیادہ ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے نماز حاجت پڑھ کر دعا کرنے کو کچھ سمجھتے ہی نہیں، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو طریقہ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ دو رکعت پڑھو اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرو، یہ سب سے زیادہ مؤثر طریقہ ہے، اس میں ثواب بھی ہے، اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا فائدہ بھی ہے اور ساتھ ساتھ مؤثر بھی سب سے زیادہ ہے، تعویذ گنڈے سے زیادہ مؤثر ہے، لیکن ہمارے معاشرے میں تعویذ گنڈے کو سب سے زیادہ مؤثر سمجھ کیا گیا ہے، اور لوگوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ بھائی ہر چیز کے لئے کوئی نہ کوئی تعویذ ہونا چاہیے، فلاں چیز کا تعویذ دیدو، فلاں چیز کا تعویذ دیدو، یہاں تک کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت آئی اور آکے سر ہوگئی کہ جی میری مانگ صحیح نہیں نکلتی، جب میں بال بناتی ہوں تو ٹیڑھی نکلتی ہے، کنگی کرتی ہو تو مانگ سیدہی نہیں نکلتی، تو کوئی ایسا تعویذ ایسا دیدو کہ مانگ سیدھی نکلا کرے، انہوں نے کہا کہ اس کا کوئی تعویذ ہے ہی نہیں، اس نے کہا نہیں، اس کا کوئی تعویذ دیدو، آپ عالم آدمی ہو، اور کوئی تعویذ دیدو، جوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عالم جو ہوتا ہے وہ سارا علم دین پڑھتا ہے وہ سارا علم تعویذ گنڈے کے لئے پڑھتا ہے، جس کو تعویذ گنڈے نہیں آتے تو وہ عالم ہی نہیں ہے، تو آج کل لوگوں کے ذہن میں علم منحصر ہوگیا

ہے، خاص طور سے خواتین کے ذہن میں کہ اگر یہ عالم ہے تو کوئی نہ کوئی تعویذ نکالے گا اور ایسا دے گا کہ جس سے میرا مقصد حاصل ہو جائے۔

حضور نے کبھی تعویذ نہیں دیا

خوب سمجھ لیجئے کہ ساری زندگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تعویذ نہیں دیا، ہاں کبھی کبھی جھاڑ پھونک کی ہے کیونکہ قرآن نے یہ کہا کہ "قل" کہو، زبان سے کہو، تو بعض اوقات بیماروں کے اوپر جھاڑ پھونک کی ہے: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّاشِفَائُكَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا. پڑھ کر دم کر دیا اور فرمایا: اَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَكَ. یہ کہہ کر دم کر دیا، اور اس طرح کے کچھ ذکر ہیں ان کو پڑھ کر دم کرنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، ان دعاؤں کا ترجمہ یہ ہے کہ: اللہ جو سارے انسانوں کا پروردگار ہے یہ بیماری دور فرما: اَنْتَ الشَّافِیْ. آپ ہی شفا دینے والے ہیں: لَا شِفَاءَ اِلَّاشِفَائُكَ. آپ کے سوا کوئی شفاء نہیں دے سکتا: شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا. ایسی شفاء دیدیجئے جس کے بعد کو بیماری باقی نہ رہے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے: اَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَكَ. میں اس عظمت والے اللہ سے سوال کرتا ہوں جو سارے عرش کا مالک ہے کہ وہ آپ کو شفاء دیدے، یہ حضور سے ثابت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی چیزوں کے لئے جھاڑ تو کی ہے، دم تو کیا ہے، لیکن تعویذ لکھ کر کسی کو نہیں دیا، نہ کسی صحابی سے کہا کہ تم اس کو لکھ کر دیدو۔

صحابہ کرام کا تعویذ لکھنا

البتہ جو لوگ زبان سے خود نہیں پڑھ سکتے ان کے لیے بعض صحابہ کرام نے یہ کیا

کہ ان کو تو زبان سے یاد نہیں رہے گا کہ یہ پڑھے اور اپنے اوپر دم کرے، لاؤ اس کو لکھ کر دے دیں تو یہ باندھ لے، اپنے بازو پر باندھ لے، یا گلے میں ڈال لے، یہ بعض صحابہ سے منقول ہے لہٰذا وہ ناجائز نہیں ہے، کوئی قرآنی آیات کا تعویذ گلے میں ڈال لے تو ناجائز نہیں ہے، لیکن یہ بھی سمجھ لیں کہ وہی تعویذ جائز ہے جس میں یا تو قرآن کریم کی آیات ہوں یا اس میں کوئی دعا ہو، ذکر ہو، اس کے معنی سمجھ میں آتے ہوں۔

ایسے تعویذ حرام ہیں

ایسے تعویذ جس میں ایسی بات لکھی ہوئی ہو جس کا مطلب ہی سمجھ میں نہیں آتا، ایسا تعویذ حرام ہے، اگر اس میں کوئی ایسی عبارت لکھی ہوئی ہے، ایسی بات لکھی ہوئی ہے، جس کا مطلب ہی سمجھ میں نہیں آرہا تو ایسا تعویذ استعمال کرنا ناجائز ہے، بعض تعویذ ایسے ہوتے ہیں جس میں غیر اللہ سے مدد مانگی جاتی ہے، وہ چاہے نبی ہو، چاہے ولی ہو، اور چاہے کتنا بڑا بزرگ ہو، اللہ کے سوا کسی سے مراد نہیں مانگی جاتی اور وہ شرک کے قریب انسان کو پہنچا دیتی ہے، ایسے تعویذ بالکل حرام ہیں، اور انسان کو شرک کے قریب پہنچا دیتے ہیں، اسی لئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ تعویذ میں اگر کوئی ایسی بات لکھی ہوئی ہے جو ہم اور آپ سمجھتے نہیں ہیں تو کیا پتہ اس میں کوئی غیر اللہ سے مدد مانگ لی گئی ہو، کوئی شرک کا کلمہ اس کے اندر موجود ہو، اس واسطے ایسا تعویذ استعمال کرنا بالکل جائز نہیں ہے، لیکن اگر قرآن کریم کی آیات ہیں، ان کو بھی ادب کے ساتھ استعمال کیا جائے، یا کوئی ذکر ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا، یا کوئی

دعا ہے جو تعویذ میں لکھ دی گئی تھی تو وہ جائز ہے، لیکن اس میں کوئی ثواب نہیں۔

تعویذ دینا روحانی علاج نہیں

لوگ سمجھتے ہیں کہ جو لوگ یہ تعویذ گنڈے کرتے ہیں گویا یہ روحانی علاج ہے، اس کا نام روحانی علاج رکھا ہوا ہے، کوئی روحانی علاج نہیں ہے، وہ ایسا ہی علاج ہے جیسا کہ آپ حکیم کے پاس گئے، ڈاکٹر کے پاس گئے، ہومیو پیتھک ڈاکٹر کے پاس گئے، ایسے ہی کسی عامل کے پاس چلے گئے، اس کو روحانی علاج کہنا ہی غلط ہے، وہ بھی جسمانی علاج ہے، اور نہ اس میں کوئی فضیلت ہے، نہ کوئی ثواب ہے، نہ کوئی تقدس اس سے وابستہ ہے، بس ایک جائز کام ہے۔

تلاوت کا ثواب نہیں ملے گا

اور یہ بھی سمجھ لیں، کہ اگر کسی خاص مقصد کیلئے آدمی قرآن کی آیت پڑھتا ہے تا کہ میری بیماری دور ہو جائے، میرا قرضہ ادا ہو جائے، مجھے روزگار مل جائے، میری اولاد ہو جائے تو اس میں تلاوت کا ثواب نہیں ملتا، وہ ٹھیک ہے جائز ہے، لیکن تلاوت کا ثواب اس وقت ملتا ہے جب خالص اللہ کے لئے پڑھے، اللہ کے لئے پڑھے گا تلاوت کرے گا تو ثواب ملے گا لیکن اگر وہ کسی ذاتی مقصد کے لئے پڑھ رہا ہے تو جائز ہے، کوئی گناہ بھی نہیں ہے، تو بھائی یہ غلط فہمیاں ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی ہیں۔

علاج کا صحیح طریقہ

وطریقہ اللہ نے بتایا کہ "قل اعوذ برب الناس" پڑھو اور جو طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ دعا کرو اللہ تبارک وتعالیٰ سے اور دعا ایسی چیز ہے کہ

اگر دنیاوی مقصد کے لئے بھی کر رہے ہو تو اس پر بھی ثواب ہے، اگر کوئی دعا کر رہا ہے کہ یا اللہ میرا قرضہ ادا فرما دیجئے، یا اللہ مجھے روزگار دلوا دیجئے، یا اللہ مجھے اولاد دیدیجئے، یا اللہ مجھے بیماری سے شفاء دیدیجئے، مانگ رہے ہو اپنے لئے لیکن ہر دعا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب لکھا جا رہا ہے، عبادت ہے، لیکن تعویذ گنڈے تو کوئی عبادت نہیں ہے، ہاں جائز ہے جیسے اور علاج کرتے ہو یہ بھی علاج ہے، ہمارے معاشرے میں کہ ہر چیز کا حل تعویذ گنڈے سے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور جو تعویذ گنڈا دے وہ بہت بڑا عالم ہے، اور وہ بہت بڑا پیر ہے، اور اگر نہ دیں تو سمجھیں گے کہ اس نے تو زندگی برباد کر دی، کچھ پڑھا لکھا ہی نہیں۔

عجیب وغریب تعویذ

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور آکر کہنے لگا کہ کوئی تعویذ دیدو فلاں چیز کا، حضرت نے فرمایا کہ مجھے نہیں آتا اس کا کوئی تعویذ، میں دعا کروں گا، کہنے لگا کہ نہیں تعویذ دو تو حضرت نے فرمایا کہ دعا آتی ہے مجھے، تعویذ نہیں آتا مجھے، وہ پیچھے ہی پڑ گیا، دیہاتی آدمی تھا، حضرت نے سوچا کہ دیہاتی آدمی ہے اس کو میں رد کروں گا، تو اس کا دل ٹوٹے گا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے ایک تعویذ لکھ دیا، اور اردو میں لکھ دیا کہ ''یا اللہ میں جانتا نہیں، یہ مانتا نہیں، آپ اپنے فضل وکرم سے اس کی مراد پوری فرما دیجئے'' یہ دعا لکھ کر دیدی، اللہ تعالیٰ نے اسی سے فائدہ کر دیا۔

تعویذ کی ابتداء

یہ تعویذ نہ قرآن میں آئے اور نہ حدیث میں آئے لیکن پیدا اسی لئے ہوئے کہ کسی بزرگ نے کوبات کوئی کلمہ لکھ کر دیدیا، اللہ تعالیٰ نے اس میں تاثیر پیدا کردی فائدہ ہوگیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ فلاں چیز کا تعویذ ہوگیا، یہ بخار کا تعویذ ہے یہ سر کے درد کا تعویذ ہے، اس طرح تعویذ پیدا ہوگئے لیکن اصل بات یہ ہے کہ جب کبھی انسان کو کوئی حاجت کوئی مشکل کوئی پریشانی آئے تو جو طریقہ قرآن نے بتایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، اس کی طرف زیادہ توجہ دو اور اس کو زیادہ اہم سمجھو، اس کو زیادہ مؤثر سمجھو، اور دوسری چیزوں کو اس کے مقابلے میں کمتر سمجھو، اب الٹا سمجھ لینا کہ تعویذ کو دعا سے افضل سمجھ لینا کہ ہر چیز کا ایک تعویذ ہوتا ہے تو یہ خیال ایک غلط خیال ہے اور یہ قرآن وسنت کو صحیح مرتبہ نہ دینے کے مترادف ہے، میں کہتا ہوں اس سے زیادہ مؤثر نہ تعویذ ہے، یہ گنڈا ہے، نہ کوئی اور جھاڑ پھونک ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا ہے اس کو یاد کرلو، نماز حاجت اور اس کے بعد کی جو دعا ہے، اس دعا کو یاد کرکے ہر مقصد اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں اس پر عمل کرنے توفیق عطا فرمائے۔

آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

اسلامی بینکاری اور متفقہ فتوے کا تجزیہ

سادہ زندگی اپنایئے

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط وترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سادہ زندگی اپنایئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنْ لَّااِلٰـہَ اِلَّااللّٰـہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً اما بعد :

عن ابی هريره رضى الله عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تقوم الساعة حتى يبنى الناس بيوتًا يوشوها وشي المرحل. آمنت بالله صدق الله مولانا العظيم، وصدق رسوله النبي الكريم، ونحن على ذالك من الشاهدين و الشاكرين، والحمد لله رب العلمين.

قیامت کی ایک نشانی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگ ایسے گھر نہ بنائیں جن کو وہ ایسے نقش ونگار سے آراستہ کریں گے جیسے نقش ونگار والے کپڑے یعنی گھروں میں کپڑوں کی طرح نقش ونگار بنے ہوں گے، اس حدیث کا مقصد قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت کو بیان کرنا ہے، یعنی قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ لوگ اپنے گھروں کو خوبصورت، مزین منقش بنانے میں پیسے خرچ کریں گے، اور محنت صرف کریں گے، اس مزین کرنے کو قیامت کی علامت قرار دیکر ایک ہلکا سا اشارہ اس طرف ہے کہ یہ کوئی پسندیدہ بات نہیں کہ آدمی گھروں کے نقش ونگار پر اتنی محنت اور اتنے پیسے صرف کرے۔ اس کو حرام اور ناجائز تو نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً اسکی ممانعت نہیں فرمائی۔ لیکن اس کو علامت قیامت میں شمار کر کے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر دیا ہے، کیونکہ یہ اچھی بات نہیں۔

یہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے

اصل بات یہ ہے کہ یہ دنیا جس میں انسان زندگی گزار رہا ہے، یہ کوئی ہمیشہ رہنے کی جگہ تو ہے نہیں، یہ تو ایک عارضی مسافر خانہ ہے، جس میں کچھ دن کے لئے انسان آیا ہے، لہٰذا اس میں آدمی کو زیادہ توجہ اس بات کی طرف دینی چاہیے کہ وہ اس دنیا کو آخرت کی کھیتی بنائے، اور یہاں رہتے ہوئے وہ آخرت کی بہبودی اور بہتری کا سامان کرے، اسی لئے حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ

فرمایا کہ تم دنیا میں اس طرح رہو، جیسے تم اجنبی ہو، یا مسافر ہو، مسافر جب سفر میں جاتا ہے تو وہ مسافر اپنے مقصد کی طرف متوجہ رہتا ہے، یہ نہیں کہ سفر کی منزل میں جی لگا کر بیٹھ جائے، اور اپنا سب کچھ سفر کی منزل پر خرچ کر دے۔

دنیا میں کتنے دن رہنا ہے

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِعْمَلْ لِدُنْيَاكَ بِقَدْرِ بَقَائِكَ فِيْهَا.

وَاعْمَلْ لِآخِرَتِكَ بِقَدْرِ بَقَائِكَ فِيْهَا.

فرمایا کہ دنیا کے لئے اتنا کام کرو جتنا دنیا میں رہنا ہے، اور آخرت کے لئے اتنا کام کرو جتنا آخرت میں رہنا ہے، لیکن تم نے صبح سے لیکر شام تک کی اپنی زندگی اسی دنیا کے درست کرنے پر لٹا رکھی ہے، ایک مؤمن کا یہ کام نہیں، مؤمن کا کام یہ ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ مجھے کتنے دن دنیا میں رہنا ہے، اور کتنے دن آخرت میں رہنا ہے، کیونکہ آخرت کی زندگی ابدی ہے، جاودانی ہے، ختم ہونے والی نہیں ہے، لہٰذا یہاں رہتے ہوئے انسان کو زیادہ عمل آخرت کے لئے کرنا چاہیے، اور دنیا کے لئے اتنا کرے جتنا دنیا میں رہنا ہے، اس لئے مکان کی بہت زیادہ آرائش اور زیبائش کی لگن پسندیدہ نہیں ہے۔

معاملہ تو اس سے بھی زیادہ جلدی کا ہے

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک

راستے سے گزر رہے تھے، آپ نے دیکھا کہ ایک صحابی اپنے مکان کی مرمت کر رہے ہیں، مکان بھی کوئی پختہ اور عالیشان نہیں تھا، بلکہ ایک جھونپڑی تھی، جس کو وہ درست کر رہے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا، آپ نے اسکو دیکھ کر فرمایا:

اَلْاَمْرُ اَعْجَلُ مِنْ ذٰلِكَ .

فرمایا کہ معاملہ تو اس سے بھی زیادہ جلدی کا ہے، یعنی تم اس جھونپڑی کی مرمت میں لگے ہوئے ہو، جبکہ کچھ پتہ نہیں کہ کب موت آجائے، اس زندگی کا تو کوئی بھروسہ نہیں، یعنی اس جھونپڑی کی تیاری کے مقابلے میں موت کا معاملہ اور جلدی کا ہے، آپ نے ان صحابی کو مرمت کرنے سے منع نہیں فرمایا، اور یہ نہیں فرمایا کہ تم کیوں اس کی مرمت کر رہے ہو، ؟ حرام اور ناجائز بھی نہیں کہا، لیکن توجہ اس طرف دلا دی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ گھر کی مرمت میں لگ کر یہ بھول جاؤ کہ ایک دن یہاں سے جانا ہے، اور آخرت سے غافل ہو جاؤ۔

دل و دماغ پر آخرت کی فکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ صحابہ کرام کے دل میں ہر وقت آخرت کی فکر اور آخرت کا تصور اس طرح جاگزیں کرتے تھے کہ ہر وقت انسان کی آنکھوں کے سامنے یہ منظر رہے کہ مجھے اس دنیا سے جانا ہے، اور آخرت میرے سامنے ہے، اگر یہ بات حاصل ہو جائے تو ساری زندگی سنور جائے، صحابہ کرام فرماتے تھے کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور آپ کی

باتیں سنتے تھے تو ہمیں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہم اپنی آنکھوں سے جنت اور دوزخ دیکھ رہے ہیں، دل و دماغ پر آخرت کی فکر اس طرح جاگزیں فرمادیتے تھے کہ ہر وقت آخرت کا تصور ایک مؤمن کے سامنے رہتا تھا۔

حضور ﷺ کا مکان

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا تھا، اور اس کے اوپر بالوں کی ٹاٹ کا ایک پردہ پڑا رہتا تھا، سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مکان تھا، ایک صحابی سے کسی نے پوچھا کہ اس حجرے کے دروازے دو تھے یا ایک دروازہ تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ دروازہ تو ایک ہی تھا۔ اتنا سادہ مکان تھا جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماتے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے سادگی اختیار کر کے دکھادی۔

میرا دنیا سے کیا کام

آپ نے فرمایا:

مَالِيَ وَلِلدُّنْيَا مَا اَنَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا

فرمایا کہ میرا دنیا سے کیا کام! میری مثال تو ایک ایسے سوار کیسی ہے، جو سوار ہو کر کہیں جارہا ہے، اور اس نے سفر کے دوران تھوڑی دیر کے لئے کسی درخت کے نیچے سایہ لیا، اور پھر اس درخت کو چھوڑ کر آگے روانہ ہوگیا، اس طرح سادگی کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بسر فرمائی۔

گھر کا نقش و نگار علامت قیامت

جس ذات نے اس سادگی کے ساتھ زندگی بسر فرمائی ہو، جسکے سامنے ہر وقت آخرت کا منظر ہو، وہ فرماتے ہیں کہ لوگ ایسے گھر بنائینگے جن پر دیدہ زیب اور خوشنما قسم کے نقش ونگار ہوں گے جیسے نقش ونگار کپڑوں پر بنائے جاتے ہیں، آپ نے اس چیز کو حرام تو نہیں فرمایا، لیکن ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایسے نقش ونگار بنانے میں لگا ہوا ہے، وہ اپنی آخرت کو بھولا ہوا ہے، اگر آخرت سامنے ہوتی تو جتنا وقت، جتنا پیسہ، جتنی محنت وہ اس نقش ونگار میں صرف کر رہا ہے، اسکے بجائے وہ اتنی محنت، اتنا پیسہ، اتنا وقت اپنے آخرت کے گھر کو بنانے میں صرف کرتا، اسلئے آپ نے فرمایا کہ یہ عمل علامات قیامت میں سے ہے۔

یہ تقوی کے خلاف ہے

آج ہم اپنے گرد وپیش میں نظر اٹھا کر دیکھ لیں کہ یہ علامت کس طرح پوری ہو رہی ہے، آنکھوں سے نظر آرہا ہے کہ کس کس طرح گھروں کو مزین اور منقش کیا جارہا ہے، یہ تو ہے تقوی کہ آدمی آخرت کو پیش نظر رکھے، اور دنیا سے اتنا جی نہ لگائے، جہاں تک فتوی کا تعلق ہے اور مفتی صاحب سے پوچھا جائے کہ کتنا نقش ونگار جائز ہے؟ تو وہ مفتی یہی جواب دیگا کہ اگر خلاف شرع نقش ونگار نہ ہو، مثلاً تصویر وغیرہ نہ ہو تو اس کو حرام اور ناجائز نہیں کہیں گے۔

مکان کا پہلا درجہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ

درجات بیان فرمائے ہیں، فرمایا کہ ایک درجہ مکان کا یہ ہے کہ وہ مکان قابل رہائش ہو، وہ مکان ایسا ہے کہ آدمی اس کے اندر زندگی بسر کرلے، اور دھوپ سے بچاؤ ہو جائے، بارش سے بچاؤ ہو جائے، موسم کے برے اثرات سے بچاؤ ہو جائے، مثلاً ایک مکان بنایا، اس میں نہ پلستر کرایا، اور نہ رنگ وروغن کرایا، تو ایسا مکان رہائش کے قابل ہے۔

مکان کا دوسرا درجہ

دوسرا درجہ مکان کا یہ ہے کہ رہائش کے ساتھ اس مکان میں آسائش اور آرام کا بھی خیال رکھا گیا ہے، مثلاً اگر کسی مکان پر ٹین کی چادروں کی چھت ہو تو ایسا مکان رہائش کے قابل تو ہے، لیکن اس مکان میں آسائش اور آرام نہیں، اس لئے کہ اگر بارش ہو جائے تو وہ چھت ٹپکنے لگتی ہے، پانی اندر آجاتا ہے، گرمی میں ٹین کی چادریں گرم ہو جاتی ہیں، جس کے نتیجے میں گرمی بڑھ جاتی ہے، اور تکلیف ہوتی ہے، لہٰذا اس مکان میں رہائش تو ہے، لیکن آسائش نہیں، اب اگر آسائش اور آرام حاصل کرنے کے لئے چھت پکی ڈلوا دو تاکہ بارش میں ٹپکے نہیں، اور گرمی میں زیادہ تپے نہیں تو یہ آسائش ہے، یہ بھی شرعاً جائز ہے، اور شریعت نے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔

مکان کا تیسرا درجہ

تیسرا درجہ یہ ہے کہ رہائش بھی ہے، آسائش بھی ہے، آرام بھی ہے، لیکن آرائش نہیں، یعنی اس مکان میں کوئی سجاوٹ نہیں ہے، مثلاً گھر بنالیا، لیکن اس میں

پلستر نہیں کیا، یا پلستر کر لیا، لیکن رنگ و روغن نہیں کیا، تو ایسا مکان قابل رہائش بھی ہے، اور فی الجملہ اس میں آسائش بھی حاصل ہے، لیکن آرائش نہیں ہے، اس لئے کہ دیکھنے میں اچھا نہیں لگتا، اب اگر کوئی شخص اپنا دل خوش کرنے کے لئے اس مکان پر رنگ و روغن بھی کروالے، اور اس کو مناسب درجے میں خوبصورت بنالے تو یہ آرائش حاصل کرنا بھی شرعاً جائز ہے، بشرطیکہ اس آرائش سے مقصد اپنا دل خوش کرنا ہو، کہ یہ میرا گھر ہے، جب میں اس گھر میں داخل ہوں تو مجھے آرام بھی ملے، اور اس مکان کو اچھا اور خوبصورت دیکھ کر میرا دل بھی خوش ہو، تو اس نیت سے آرائش کرنے پر شریعت نے پابندی نہیں لگائی، ناجائز قرار نہیں دیا، حرام نہیں کیا۔

دو بھائیوں کا واقعہ

البتہ اتنی بات ضروری ہے کہ جب گھر کے اندر رہائش بھی ہے اور آسائش بھی حاصل ہے، آرائش بھی حاصل ہے، اور وہ مکان اچھا بھی لگ رہا ہے تو جب اس گھر میں داخل ہو تو اللہ کو یاد کرو کہ یہ مکان میرے اللہ کی عطا ہے، یہ طریقہ بھی قرآن نے بتادیا: سورۃ الکھف میں اللہ تعالیٰ نے دو بھائیوں کی مثال بیان فرمائی کہ دو بھائی تھے، ایک بھائی مؤمن تھا، اور ایک بھائی کافر تھا، جو کافر بھائی تھا، اس کے بڑے عمدہ قسم کے بڑے شاندار باغ تھے، اس باغ میں ہر طرح کے پھل تھے، اور ہر طرح کے منافع اس کو حاصل تھے، جو مؤمن بھائی تھا، وہ کم مال والا تھا، اس کے پاس مال و دولت زیادہ نہیں تھی، وہ کافر بھائی اپنے مال و دولت پر فخر کیا کرتا تھا، اور اپنے بھائی سے کہتا کہ میرا مال بھی تجھ سے زیادہ ہے، اور میری جماعت بھی تجھ

سے زیادہ ہے، میرے ملنے والے، میرے دوست احباب، اور میرے معاونین بھی تجھ سے زیادہ ہیں، تیرا مال بھی کم ہے، اور تیرے پاس مددگار بھی کم ہیں، اور جب اپنے باغ میں داخل ہوتا تو اپنے بھائی سے کہتا کہ تو جو یہ کہتا رہتا ہے کہ ایک دن یہ سب چیزیں فنا ہو جائیں گی۔

مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۔ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا۔ (الکہف: ۳۶،۳۵)

میرا خیال تو نہیں کہ یہ اتنا شاندار باغ اور اتنا عالیشان باغ یہ سب کبھی ختم ہو جائیں گے اور میرا یہ خیال نہیں کہ ہم دوبارہ زندہ ہوں گے، اور اگر بالفرض اس کا مؤمن بھائی اس کو سمجھاتا کہ ارے بھائی: یہ سب کچھ باغ اور اس کے پھل وغیرہ یہ سب اللہ جل شانہ کی عطا ہے، اس لئے اس باغ پر مت اترا، اس پر تکبر اور فخر مت کر بلکہ اس کے بجائے جب تو اس باغ میں داخل ہوا کرے تو یوں کہا کر:

مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (الکہف: ۳۹)

گھر میں داخل ہوتے وقت یہ کہو

اس کے ذریعے قرآن کریم نے ہم سب کو یہ سبق سکھا دیا کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو، یا اپنی کسی جائداد میں داخل ہو، اور وہ اچھی لگے تو زبان سے یہ الفاظ کہے کہ، ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اس کائنات میں ہو رہا ہے اور جو کچھ مجھے ملا ہے، وہ اللہ جل شانہ کی مشیت سے ملا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کائنات میں کسی کو قوت حاصل نہیں، کسی کے بس میں نہیں تھا

کہ وہ اپنے زور بازو سے یہ مکان بنالیتا، یہ باغ کھڑا کردیتا، یہ جائداد بنالیتا، یہ جو کچھ ہے، سب اللہ جل شانہ کی عطا ہے۔ ماشاء اللّٰہ لا قوۃ الا باللّٰہ،

کافر کے باغ کا انجام

وہ مؤمن بھائی اس سے یہ کہتا کہ اگر چہ تم یہ دیکھ رہے ہو کہ میرے پاس مال کم ہے، میری اولاد کم ہے، یہ تو دنیا کے اندر ہوتا رہتا ہے، اور کچھ پتہ نہیں کہ آئندہ اللہ تعالیٰ مجھے تیرے باغ سے زیادہ بہتر باغ دیدیں، اور تیرے باغ کو تباہ کردیں، اس لئے تجھے اس باغ کے ہونے پر اکڑنا اور اترانا نہیں چاہیے، قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ بعد میں اس کافر کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دن اس باغ کو جس کے بارے میں وہ کہتا تھا کہ یہ کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے، اس کو اس طرح تباہ کیا کہ بعد میں پتہ بھی نہ چلتا تھا کہ یہاں کوئی باغ ہوا کرتا تھا۔

گھر کی نعمت پر اللہ کا شکر

اس واقعہ کو نقل کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ سبق دیدیا کہ جب آدمی اپنی کسی نعمت میں داخل ہو، جو اس کی آنکھ کو اچھی لگ رہی ہو تو اس کو یہ الفاظ کہنا چاہیے، ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ: لہٰذا جب کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے گھر کی نعمت حاصل ہو، وہ گھر رہائش کے قابل بھی ہے، اس میں آسائش بھی ہے، آرائش بھی ہے، تو پھر ایک مؤمن کا کام یہ ہے کہ جب اس میں داخل ہو تو وہ یہ کہے کہ: ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ: اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اے اللہ! میں اس قابل نہیں تھا، آپ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے یہ نعمت عطا فرمادی: اللھم لک الحمد و

لك الشكر: اے اللہ، آپ کا شکر ہے، آپ کا کرم ہے، اس کا بنانا میرے بس میں نہیں تھا، یہ آپ کی عطا ہے، جب وہ یہ عمل کریگا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس گھر کے فتنے سے محفوظ رکھیں گے۔

حضور ساری تکلیفیں جھیل گئے

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ شکر بہت سی بیماریوں کا علاج ہے، آج کل ہم لوگ ایسے دور میں ہیں کہ الحمدللہ. دنیا میں ہر ایک کو ایسی نعمتیں میسر ہیں کہ عہد رسالت میں اور صحابہ کرام کے زمانے میں ان نعمتوں کا تصور بھی نہیں تھا، آج کے دور کا غریب سے غریب تر آدمی بھی کھجور کی ٹہنیوں سے گھر بنانے کا تصور نہیں کرے گا کہ میں کھجور کی ٹہنیوں سے گھر بنا کر اس میں زندگی گزاروں، اور اس پر ٹاٹ کے پردے لٹکا دوں، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ٹہنیوں سے بنے ہوئے گھر میں زندگی گزار دی، آج کوئی اس بات کا تصور کرے گا کہ تین مہینے تک گھر میں چولھا نہ جلے، اور صرف کھجور اور پانی سے گزارہ ہو، کوئی غریب سے غریب تر ان باتوں کا تصور نہیں کرے گا، ساری سختیاں آپ نے جھیل لیں کہ دو وقت بھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، یہ ساری سختیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جھیلیں ہیں، آج ہم میں سے کسی کا حوصلہ نہیں ہے کہ وہ ان سختیوں کا تصور بھی کر سکے۔

امت کیلئے آسانی کے دروازے بند نہیں کئے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود تو اتنی سختیاں گزار گئے، اور خود تو اتنی

مشکلات والی زندگی بسر کر کے تشریف لے گئے، لیکن اپنی امت کے لئے دروازے بند نہیں کئے، اور یہ نہیں فرمایا کہ اگر جنت چاہتے ہو تو ایسی زندگی گزارو، اس کے بغیر تمہیں جنت نہیں ملے گی، بلکہ امت کے لئے آسانی اور وسعت والا راستہ اختیار فرمایا، اگر آج ہم سے یہ مطالبہ ہوتا کہ تم اس وقت تک نجات نہیں پاؤ گے، اور تم اس وقت تک اللہ کے محبوب نہیں بن سکو گے، اور اللہ تعالیٰ سے تعلق استوار نہیں کر سکو گے، جب تک تم اس طرح کی زندگی نہ گزارو جس طرح کی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے گزاری تو اس مطالبہ پر بڑے بڑے علماء، بڑے بڑے صوفیاء، اور اولیاء اس میں فیل ہو جاتے، کس میں یہ طاقت ہے کہ اس طرح کی زندگی گزارنے کا حوصلہ کرلے۔

میرے سرکار نے بھی تو ایسی زندگی گزاری

رحمۃ للعالمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان جایئے کہ خود یہ سختیاں برداشت کر کے امت کے ادنی ترین غریب ترین فرد کے لئے مثال قائم کر گئے، ورنہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عیش و عشرت کی زندگی گزاری ہوتی، اور شاندار مکانات میں رہے ہوتے، اور اچھا کھانا کھایا ہوتا، اور زندگی کے لطف اور مزے حاصل کئے ہوتے تو اس امت کے غریب افراد یہ سوچتے کہ ہم تو بہت محروم رہ گئے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے غریب ترین فرد کی سطح پر آکر زندگی گزاری، تاکہ امت کے غریب سے غریب آدمی کو یہ بھی تسلی رہے کہ میرے سرکار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسی زندگی گزاری ہے۔

ان نعمتوں پر شکرادا کرو

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ مجاہدہ تم کہاں سے کرو گے، جو مجاہدہ صحابہ کرام کر گئے، البتہ اتنا کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ نعمت دی ہے، اور تمہیں یہ فراخی اور خوش عیشی دی ہے تو کم از کم ان پر شکرادا کرنے کی تو عادت ڈال لو، اور جب کبھی کوئی نعمت حاصل ہو اس وقت یہ تصور کرو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی سختی کی زندگی گزاری، یہ تصور کرو کہ صحابہ کرام نے کیسی سختی کی زندگی گزاری، آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ فراخی اور یہ خوش عیشی عطا فرمائی ہے، پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی فاقہ نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے کبھی فاقہ کرنے کا تصور تک نہیں دیا، اور جن گھروں میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی گزاری، ایسے گھروں میں کبھی زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں آیا، یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دے رکھی ہیں: اللھم لک الحمد ولک الشکر ۔ لہٰذا جب گھر میں داخل ہو، اور یہ نعمتیں سامنے آئیں تو اس پر اللہ کا شکرادا کرو، اور کہو: ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ ۔ اور یہ کہو: اللھم لک الحمد ولک الشکر

یہ دنیا عیش وعشرت کی جگہ نہیں

جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استعمال کرو تو یہ سوچو کہ ہم یہ جو عیش وعشرت کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں، یہ رخصت کا مقام ہے، یہ عزت کا مقام نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں اجازت دیدی ہے کہ چونکہ تم کمزور ہو، لہٰذا اس طرح زندگی گزار لو،

ورنہ یہ دنیا اس لائق نہیں تھی کہ اس میں ایسے مکان بنائے جاتے، ایسے عیش وعشرت کے اندر رہا جاتا، یہ دنیا تو ایک گزرگاہ تھی، یہ دنیا تو ایک مسافر خانہ تھی، لہٰذا ہمیں مسافروں کی طرح زندگی بسر کرنی چاہیے تھی، اور دوسرے یہ سوچو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے کس طرح کی زندگی گزاری ہے، اور ہم ان کے مقابلے میں کیسی زندگی گزار رہے ہیں۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تابکجا

چہ نسبت خاك را بعالم پاك

ہماری اور ان کی زندگی میں زمین وآسمان کا فرق ہے، اس کا تصور کرو، اور پھر اس بات پر اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے یہ نعمتیں عطا فرمائیں، اور ان نعمتوں کے استعمال کو حلال بھی کر دیا، جائز بھی کر دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا شکر ادا کرنا

اور شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی تصور کرو کہ اس نعمت کو حاصل کرنا میرے قوت بازو کا کرشمہ نہیں، بلکہ اللہ جل شانہ کی عطا ہے: ماشاء اللّٰہ لاقوۃ الا باللہ۔ اور اس کے بعد جب اس نعمت سے لذت اٹھاؤ تو اس وقت بھی اللہ کا شکر ادا کرو، اور یہ شکر بھی اللہ سے مانگو، اس لئے شکر کرنا بھی ہر ایک کے بس کی بات نہیں، شکر کا حق کون ادا کر سکتا ہے؟ دیکھئے! حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کیا نہیں دیا تھا، حکومت دی، سلطنت دی، محلات دیے، حشم وخدم دیے، غلام دیے، انسانوں پر حکومت دی، جنات پر حکومت دی، چرندوں اور پرندوں پر

حکومت دی، جب یہ نعمتیں حاصل ہوئیں تو آپ نے فرمایا:

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ ۔ (النمل: ۱۹)

اے میرے پروردگار، مجھے اس بات کی توفیق دیجئے کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکر ادا کرسکوں، یعنی صرف شکر ادا نہیں کیا، شکر کی دعا کی، اور اللہ تعالیٰ سے شکر مانگا کہ یا اللہ، جب تک آپ کی طرف سے شکر کی توفیق عطا نہیں ہوگی میں شکر کا حق ادا نہیں کرسکتا، لہٰذا شکر کرنا بھی آپ ہی سے مانگتا ہوں، اور یا اللہ! نعمتیں تو آپ نے ساری دی ہیں، لیکن میں آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ آپ کا شکر ادا کروں، اور یہ مانگتا ہوں کہ ایسا نیک عمل کروں جو آپ کو پسند آجائے، یعنی کوئی نیک عمل اپنی ذات میں نیک عمل نہیں، جب تک کہ وہ عمل آپ کو پسند نہ ہو، اور آپ کی رضا کے مطابق نہ ہو، اور اے اللہ، اپنی رحمت سے نیک بندوں میں داخل کرلیجئے، ایک مؤمن اور ایک کافر میں یہی فرق ہے۔

ناشکری کی وجہ سے قارون کا انجام

دیکھئے! قارون کو صرف خزانہ ملا اسکو حکومت نہیں ملی، نہ انسانوں پر ہے، نہ جنات پر، نہ چرندوں اور پرندوں پر، صرف دولت مل گئی تو وہ اس پر کہتا:

اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ (القصص: ۷۸)

یہ دولت تو مجھے اپنے علم کی بدولت ملی ہے، میرا ہنر ایسا تھا، میرا علم ایسا تھا کہ

اس کی وجہ سے یہ دولت حاصل ہوگئی، اس دولت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کر رہا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ساری دولت اس کے لئے زمین میں دھنسنے کا ذریعہ بن گئی۔

حضرت سلیمان کی کیفیت

دوسری طرف حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں کہ ان کے پاس اتنی بڑی حکومت تھی کہ دنیا میں آج تک کسی کو اتنی بڑی حکومت نہیں ملی، لیکن اس کے باوجود ان کا سینہ تنا ہوا نہیں، گردن اکڑی ہوئی نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکا ہوا ہے کہ اے اللہ! میں تو اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے بھی قابل نہیں، اپنی رحمت سے مجھے شکر ادا کرنے کی توفیق بھی دیدیجئے، اور اس بات کی توفیق دیدیجئے کہ ان نعمتوں کو صحیح استعمال کرلوں، اور آپ کو راضی کرنے والے عمل کرلوں،

اس کی قدر کرو

آج اگر ہم سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ ہم سب اپنے پختہ مکانات کو چھوڑ کر جھونپڑوں میں رہنے لگیں تو سب یہ سن کر بھاگ جائیں گے، کسی کے بس کا یہ کام نہیں، لہٰذا یہ مطالبہ نہیں، البتہ مطالبہ تم سے یہ ہے کہ جو نعمت تمہیں ملی ہوئی ہے، اسکی قدر کرو کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کبھی ایسی عیش و عشرت کی زندگی بسر نہیں کی، اور نہ صحابہ کرام نے ایسی زندگی بسر کی، لیکن آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ عیش و عشرت کی زندگی دیدی ہے، اس کی قدر کرو، اور اس کا شکر ادا کرو، اللہ تعالیٰ کی عطا کا دھیان کرو، اور اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگو کہ یا اللہ! جب آپ نے ہمیں یہ نعمت دیدی ہے تو اس نعمت کو آپ اپنی مرضیات میں استعمال بھی کرائیے۔

اپنی رضا کے کاموں میں استعمال کرائیے، اور اس کو میرے لئے آخرت کا ذریعہ بنائیے، اور اس کو جہنم کا ذریعہ نہ بنائیے۔

ایک ایک نعمت پر شکر

گھر اچھا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، گھر کا ساز و سامان اچھا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، کھانا سامنے آیا، اور برتن اچھے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، پانی پیا اور گلاس اچھا لگا، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، بستر اچھا ہے، کمرہ اچھا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، جو بھی نعمت ہو، اس کو دیکھو، اور غور کرو، اور کہو، ماشاء الله لاقوة الا بالله، اور دعا کرو کہ یا اللہ! ہم شکر تو ادا کر سکتے ہی نہیں، آپ کی نعمتوں کا شکر ہم سے ادا ہو ہی نہیں سکتا، لیکن ہمیں کچھ نہ کچھ شکر ادا کرنے کی توفیق دیدیجئے۔

رات کو سوتے وقت شکر کے الفاظ

رات کو سوتے وقت ذرا اہتمام کے ساتھ نعمتوں کا جائزہ لے لیا کرو، کہ کیا کیا نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہیں، جائزہ لے کر ایک ایک نعمت پر شکر ادا کرو، اور یہ کہو:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَدَدَ خَلْقِكَ، اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ رِضَا نَفْسِكَ، وَعَدَدَ نِعَمِكَ، اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ زِنَةَ عَرْشِكَ، اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ مِدَادَ كَلِمٰتِكَ، اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ، اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ.

اے اللہ! آپ کا اتنا شکر جتنا آپ کے عرش کا وزن ہے، آپ کا اتنا شکر جتنی آپ کے کلمات لکھنے کے لئے سیاہی درکار ہے، اے اللہ! آپ کا اتنا شکر جتنی آپ کی مخلوقات کی گنتی ہے، اے اللہ! آپ کا اتنا شکر جتنی آپ کی نعمتیں ہیں، اے اللہ! آپ کا اتنا شکر جس سے آپ راضی ہو جائیں، اے اللہ! میں تو آپ کی ثناء کا حق ادا نہیں کر سکتا، میں تو آپ کے شکر کا حق ادا نہیں کر سکتا، آپ ویسے ہیں جیسے کہ آپ نے اپنی خود ثنا کی ہے۔

شکر کے اور الفاظ

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا دَائِمًا مَّعَ دَوَامِكَ، وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا مَعَ خُلُوْدِكَ، وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا لَا مُنْتَهٰى لَهٗ دُوْنَ مَشِيَّتِكَ، وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا لَا يُرِيْدُ قَائِلُهٗ اِلَّا رِضَاكَ، وَ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا عِنْدَ طَرْفَةِ كُلِّ عَيْنٍ وَتَنَفُّسِ كُلِّ نَفْسٍ.

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ایسے الفاظ سکھائے کہ ہم کہاں سے ایسے الفاظ لاتے، ایسے الفاظ سے حمد کرنا ہمارے بس میں نہیں تھا، لیکن آپ نے ہمیں سکھا دیے، فرمایا کہ یہ کہو کہ اے اللہ! آپ کے لئے ہمیشگی والا شکر جب تک کہ آپ ہمیشہ باقی ہیں، اے اللہ! آپ کے لئے ایسا شکر کہ اس شکر کی انتہاء آپ کی مشیت کے بغیر نہ ہو، یعنی جب تک آپ کی مشیت اس شکر کے ساتھ ہو، وہ شکر جاری رہے، اے اللہ! آپ کے لئے ایسا شکر کہ اس شکر ادا کرنے والے کا مقصد صرف آپ کی رضامندی ہو، اے اللہ! ہر پلک جھپکنے پر آپ کا شکر، اور اے اللہ! ہر

سانس کے آنے جانے پر آپ کا شکر، بتایئے، یہ کس کے بس میں تھا کہ شکر کے لئے ایسے الفاظ لاتا، اور شکر کا یہ انداز اختیار کرتا، یہ تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی شکر کا یہ انداز اور یہ الفاظ سکھا گئے۔

شکر کے نتیجے میں فتنہ سے حفاظت

رات کو سونے سے پہلے کم از کم ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا استحضار کر کے اس طرح شکر ادا کرو، اور یہ کہو کہ اے اللہ! میرے بس میں تو نہیں کہ ہر نعمت کا علیحدہ علیحدہ شکر ادا کرسکتا، لیکن اس وقت اتنا شکر ادا کر رہا ہوں، اے اللہ! جتنا آپ کے عرش کا وزن ہے، اتنا شکر جتنی آپ کی مخلوقات کی گنتی ہے، اے اللہ! اتنا شکر جتنی آپ کے کلمات کے لکھنے کے لئے سیاہی درکار ہے، جب رات کو سونے سے پہلے اس طرح شکر ادا کرو گے تو کچھ نہ کچھ تو حق ادا ہو جائے گا، انشاء اللہ، اس شکر کی بدولت اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو تمہارے حق میں فتنہ بننے سے محفوظ رکھیں گے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا اَموَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ (حوالہ)

یعنی یہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے، اور آزمائش ہے، پتہ نہیں کب یہ تمہارے قدموں کو ڈگمگا دے، کب تمہیں غلط راستے پر ڈال دے، کب تمہارے دل میں دنیا کی محبت اس طرح پیوست کر دے کہ تم اللہ سے غافل ہو جاؤ، جب اللہ کی نعمتوں کا اس طرح سے شکر ادا کرو گے جس طرح اوپر بتایا تو انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید یہ ہے کہ وہ ان نعمتوں کو تمہارے حق میں فتنہ بننے سے محفوظ

کر دیں گے، پھر یہ نعمت تمہارے حق میں زاد آخرت بن جائے گی۔

مکان کا چوتھا درجہ حرام ہے

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مکان کے چار درجے بیان فرمائے، ایک رہائش، ایک ایک آسائش، ایک آرائش، یہ تین درجے تو جائز ہیں، بشرطیکہ وہ کام کرو جو اوپر عرض کئے کہ جب اس مکان میں داخل ہو تو کہو: ماشاء اللہ لا قوۃ الا با اللہ، اللھم لک الحمد و لک الشکر۔ البتہ چوتھا درجہ ہے، نمائش، یہ حرام ہے، زہر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صرف یہ بات نہیں کہ مکان بنایا جو قابل رہائش تھا، اس میں آرام کا انتظام بھی کر لیا، آرائش کا بھی انتظام کر لیا، لیکن اس پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ یہ سوچا کہ آج کل فلاں کام کا فیشن چلا ہوا ہے، جب تک وہ کام نہیں کرائیں گے، تو لوگ میری وقعت نہیں کریں گے، لہٰذا مکان میں یہ کام بھی ہونا چاہیے، اب وہ کام صرف نمائش کے لئے کرایا جا رہا ہے، لہٰذا وہ کام حرام اور ناجائز ہے۔

لباس میں چار درجے

اور جو حکم مکان کا ہے، وہ لباس کا بھی ہے، اور لباس کے اندر بھی چاروں درجات ہیں، اگر ٹاٹ کا لباس بنا کر پہن لیا، اس سے ستر پوشی ہو گئی، مقصد حاصل ہو گیا، اگر ایسا لباس بنا لیا جو ذرا آرام دہ ہے، باریک لباس ہے اس میں گرمی زیادہ نہیں لگتی، یہ دوسرا درجہ یعنی آسائش ہے، اور اگر اس لباس میں تھوڑی سی زینت حاصل کر لی، تا کہ ذرا دل خوش ہو جائے، یہ آرائش ہے، جو جائز ہے، لیکن اس خیال

سے خاص لباس سلوایا کہ آج کل فیشن یہ چلا ہوا ہے اگر اس طرح کا لباس نہیں سلوایا
تو ناک کٹ جائے گی، اور لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ دقیانوس ہے، یہ بیک ورڈ ہے،
اب لباس میں جو تصرف کیا جارہا ہے، وہ یہ بتانے کے لئے کیا جارہا ہے کہ ہم بھی
اسی دور کے باشندے ہیں۔ ہم بھی اسی فیشن ایبل زمانے کے لوگ ہیں، لہٰذا فیشن
کے مطابق ہم لباس پہنیں گے، فیشن کے مطابق مکان بنائیں گے، اب یہ سب کام
نمائش اور دکھاوے کیلئے اپنے کو بڑا قرار دینے کے لئے ہورہے ہیں، اور لوگوں پر
اپنی بڑائی جتانے کے لئے ہورہے ہیں، اپنی دولت کی نمائش کے لئے ہورہے ہیں،
لہٰذا یہ کام حرام اور ناجائز ہیں، اس کی اجازت نہیں، لہٰذا تین درجے تو جائز ہوئے،
یعنی رہائش، آسائش، آرائش، اور چوتھا درجہ ہے نمائش جو حرام ہے، اس سے ہر
مؤمن کو پرہیز کرنا چاہیے۔

کھاؤ بھی من بھاتا، پہنو بھی من بھاتا

اسی لئے ہمارے بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے دل کو خوش کرنے کے لئے
چاہے لباس اچھا پہن لو، چاہے مکان اچھا بنالو، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اللہ تعالیٰ کی
نعمت کی قدر کرو، لیکن لوگوں کے دکھانے کی خاطر کوئی کام نہ کرو، ہمارے یہاں
ہندی کی ایک مثال مشہور ہے کہ:

کھاؤ من بھاتا، پہنو جگ بھاتا۔

جگ ہندی زبان میں دنیا کو کہا جاتا ہے، من کے معنی ہیں، دل، بھاتا، کے
معنی ہیں، پسند آنا، مطلب یہ ہے کہ وہ چیز کھاؤ جو اپنے دل کو پسند ہو، یہ نہ ہو کہ خود کو

وہ چیز پسند نہیں، لیکن لوگوں کو پسند ہے، اس لئے کھا رہے ہیں، اور لباس ایسا پہنو جو ساری دنیا کو پسند آئے، تمہیں پسند آئے یا نہ آئے، یہ ہندی کی مثل ہے، لیکن یہ مثل اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے، اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ:

کھاؤ بھی من بھاتا، پہنو بھی من بھاتا

یعنی اپنی پسند کا کھاؤ، اور اپنی پسند کا پہنو، یہ نہیں کہ جو جگ پسند کرے آدمی وہ پہنے، چاہے اپنے کو پسند ہو یا نہ ہو، لہٰذا کھاؤ بھی من بھاتا اور پہنو بھی من بھاتا، اور پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

خلاصہ

بہرحال، حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامات میں سے یہ بات بیان فرمائی کہ مکان کو اس طرح نقش و نگار سے آراستہ کرنا جس طرح کپڑوں کو کیا جاتا ہے، اور مکان کے نقش و نگار میں غلو کرنا اور اسراف کرنا ٹھیک نہیں، جتنی سادگی اختیار کر سکو، اتنا بہتر ہے، یہ کام حرام اور ناجائز نہ سہی، لیکن مزاج شریعت اور مزاج دین کے زیادہ مطابق یہ ہے کہ جتنی سادگی کی زندگی بسر کر سکو اتنا بہتر ہے، اس حدیث کی یہی تعلیم ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

افضل صدقہ کونسا؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل نماز جمعہ

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۱۸

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

افضل صدقہ کونسا؟

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ، وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ سَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا کَثِیۡرًا۔ اَمَّا بَعۡدُ!

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا رسول اللہ: اَیُّ الصَّدَقَۃِ اَعۡظَمُ اَجۡرًا قَالَ اَنۡ تَصَدَّقَ وَاَنۡتَ صَحِیۡحٌ شَحِیۡحٌ. تَخۡشَی الۡفَقۡرَ وَتَأۡمَلُ الۡغِنٰی وَلَا تُمۡھِلُ حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الۡحُلۡقُوۡمَ قُلۡتَ: لِفُلَانٍ کَذَا وَلِفُلَانٍ کَذَا .وَقَدۡ کَانَ لِفُلَانٍ۔ (صحیح البخاری. کتاب الوصایا. باب الصدقۃ عند الموت)

اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ مَوۡلَانَا الۡعَظِیۡمُ، وَصَدَقَ رَسُوۡلُہُ النَّبِیُّ الۡکَرِیۡمُ، وَنَحۡنُ عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰھِدِیۡنَ وَالشّٰکِرِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔

سب سے افضل صدقہ

یہ بھی عجیب حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے

ہیں کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے آ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! ای صدقۃ اعظم اجرا۔ یارسول اللہ! کون سے صدقہ سب سے زیادہ اجر والا ہے؟ جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو تم صحت کی حالت میں کرو، اور اس حالت میں جس وقت تمہارے دل میں مال کی محبت ہے، صحیح، کے معنی تندرست، اور شحیح کے معنی، دل میں مال کی محبت ہونا، اور تمہیں اس بات کا اندیشہ بھی ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں فقیر ہو جاؤں، تنگدست ہو جاؤں، اور اس بات کی امید بھی ہو کہ شاید تمہارے پاس مال زیادہ آ جائے تو تم غنی اور مال دار ہو جاؤ، ایسے وقت میں جب تم اللہ کے راستے میں صدقہ کرو گے تو اس کا اجر و ثواب سب سے زیادہ ہوگا۔

صدقہ میں تاخیر مت کرو

پھر آگے ارشاد فرمایا: ولا تمھل، یعنی صدقہ کرنے میں دیر مت کرو، اس کو ٹلاؤ نہیں، یہاں تک کہ جان تمہاری حلق تک پہنچ جائے، اور نزع کا عالم طاری ہو جائے، تو اس وقت تم یہ کہو کہ فلاں کو اتنا مال دیدو، فلاں کو اتنا دیدو، اس سے کچھ نہیں ہوگا، اس لئے کہ اب تو وہ مال تمہارا رہا ہی نہیں، اب تو یہ مال تمہارے وارثوں کا ہو گیا، اب تمہارے پاس اس مال کو دوسرے کو دینے کی گنجائش ہی نہیں، بہر حال! صدقہ میں سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو اس حالت میں کرو جب تم صحت مند ہو۔

مرض الموت میں مال کی ملکیت میں کمی

اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام بنایا ہے کہ جب آدمی بیمار ہو جائے، اور اسی بیماری

میں اس کا انتقال ہوجائے، تو ایسی بیماری کو مرض الموت کہا جاتا ہے، اور مرض الموت میں پہنچنے کے بعد انسان کی ملکیت اپنے مال پر محدود ہوجاتی ہے، پوری زندگی میں جس مال کو وہ اپنا مال کہتا رہا کہ یہ میرا مال ہے، یہ میرا پیسہ ہے، یہ میرا مکان ہے، یہ میری گاڑی ہے، ادھر اس کا مرض الموت شروع ہوا، ادھر اس کی ملکیت میں کمی آگئی، اب اس کے مال پر اس کی ملکیت نہیں رہی، اب اگر اس وقت میں کسی کو اپنا مال دینا چاہے تو ایک تہائی سے زیادہ نہیں دے سکتا، اگر کسی کے لئے وصیت کرنا چاہے کہ فلاں کو اتنا مال دیدو، یا میرا اتنا مال فلاں مسجد میں لگادینا تو اب ایک تہائی سے زیادہ پر یہ وصیت جاری نہیں ہوگی، اس لئے کہ اب اس کے مال کے ساتھ اس کے ورثاء کا حق متعلق ہوگیا، لہٰذا اب تمہیں جائز نہیں کہ تم اس مال کو صدقہ کرو، یا ہبہ کرو، یا مسجد میں لگاؤ، ان میں سے کوئی کام نہیں کرسکتے، یہاں تک کہ اس مال سے اپنے نماز روزے کا فدیہ بھی نہیں دے سکتے، بس اب ایک تہائی کی حد تک دے سکتے ہو اس سے زیادہ نہیں۔

انسان کے مال کی حقیقت

یہ ہے انسان کے مال کی حقیقت جس کو وہ اپنا مال کہہ رہا ہے، جس کی خاطر دوڑ دھوپ میں لگا ہوا ہے، جس کے اوپر دنیا آخرت ایک کر رکھی ہے، لیکن وہ مال مرض الموت شروع ہوتے ہی انسان کے تصرف سے اس طرح نکل جاتا ہے کہ اب یہ مال اس کا نہیں رہا، اب یہ مال وارثوں کا ہے، لہٰذا ایک تہائی کی حد تک تصرف کر سکتا ہے، اس سے زیادہ نہیں کرسکتا، اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

صدقہ کرنا اس وقت فائدہ مند ہے جب انسان صحت مند ہو۔

صحت میں انسان کی کیفیت

انسان کی طبیعت بھی عجیب ہے کہ جب تک وہ صحت مند ہے تو اس وقت خوب سینہ تان کے چلتا ہے، اور کبھی اس کو یہ دھیان نہیں آتا کہ ہوسکتا ہے کہ بیمار ہو جاؤں، اور نہ دنیا سے جانے کا دھیان آتا ہے، اور صحت کے عالم میں مزے اڑانے کا تصور آرہا ہے، عیش وعشرت کا تصور آرہا ہے، مرنے کا تصور نہیں آتا، بیمار ہو جانے کا تصور نہیں آتا، اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کا تصور نہیں آتا، صحت کے عالم میں یہ امنگ ہوتی ہے کہ ان پیسوں کو عیش وعشرت میں استعمال کروں، ان سے مزے اڑاؤں، اور اس کے ذریعے دنیا کی مزید دولت جمع کروں، اس وقت اگر صدقہ کرو گے تو امنگوں کو کچل کر صدقہ کرو گے، اس صدقہ میں اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر وثواب زیادہ ہے۔

مال سے محبت کے وقت صدقہ کرو

آگے فرمایا کہ: شحیح یعنی اس حال میں صدقہ کرو جب تمہارے دل میں مال کی محبت ہو، اس وقت صدقہ کرنے کا ثواب زیادہ ہے، یہ نہیں کہ جب آدمی دنیا سے جارہا ہے، اس کو پتہ ہے کہ میرے جانے کا وقت آچکا ہے، اور ساری دولت چھوڑ کر خالی ہاتھ جانا ہے، اور اپنے ساتھ قبر میں لے جانہیں سکتا، اس لئے اس وقت دل میں مال کی محبت اس درجے میں نہیں رہی، اس لئے اس وقت وہ یہ سوچتا ہے کہ چلو صدقہ ہی کردو، جیسے کہتے ہیں ''مری بکری اللہ میاں کے نام'' اس وقت

میں صدقہ کرنے پر اتنا اجر وثواب نہیں، اس لئے فرمایا کہ جس وقت مال کی محبت دل میں ہے، اور نفس یہ کہہ رہا ہے کہ اس مال کو جمع کر کے اپنے پاس رکھ لے، اور اس کے ذریعے عیش وعشرت کا سامان جمع کر لے، اس وقت اگر نفس کے اس تقاضے کو دبا کر اس مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرے تو اس میں بڑا اجر وثواب ہے۔

قرآن کریم نے بھی جگہ جگہ اس کو بیان فرمایا ہے کہ

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنَ (حوالہ)

یعنی جو شخص اپنا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں عزیز واقارب کو، رشتہ داروں کو، یتیموں اور مسکینوں کو دیتا ہے، باوجودیکہ اس کے دل میں مال کی محبت ہے، اور دل یہ کہہ رہا ہے کہ مال کو اپنے پاس روک کے رکھو، لیکن وہ شخص اس کے برعکس محبت کے تقاضے کو دبا کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں دے رہا ہے، یہ صدقہ باعث اجر وثواب ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا. (حوالہ)

یعنی وہ لوگ یتیم کو مسکین کو، اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اس وقت جبکہ مال کی محبت دل میں موجود ہو، اللہ تعالیٰ نے اس جگہ پر تنبیہ فرمائی کہ ہم جو تمہیں صدقہ کرنے پر اجر دیتے ہیں تو تمہارے دل میں مال کی محبت جتنی زیادہ ہوگی، اتنا ہی صدقہ کرنے پر اجر زیادہ ملے گا، ایک اور جگہ فرمایا۔

لَنْ تَنَالُو الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْ مِمَّا تُحِبُّوْنَ (حوالہ)

یعنی تم اس وقت تک نیکی اور تقوی کا مقام حاصل نہیں کر سکو گے جب تک تم اس مال سے خرچ نہ کرو جس سے تم محبت کرتے ہو۔

قدر و قیمت گنتی کی نہیں

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے یہاں قدر و قیمت گنتی کی نہیں ہے، بلکہ اس جذبہ کی قدر و قیمت ہے جس جذبے کے ساتھ صدقہ کیا جا رہا ہے، کہ اس آدمی کو مال کی محبت صدقہ کرنے سے روک رہی تھی، اس کے راستے میں مال کی محبت رکاوٹ بن رہی تھی، اسکو صدقہ کرنے کی طرف جانے نہیں دے رہی تھی، اس کے باوجود اس نے اللہ تعالیٰ کا تصور کر کے، اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا دھیان کر کے اپنی اس محبت کو کچل دیا، جب اس محبت کا کچلا، اور اللہ کے راستے میں اپنا مال صدقہ کر دیا، تو یہ کچلی ہوئی محبت کشتہ بن گئی، اور اس کے اندر قوت پیدا ہو گئی، اس پر اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا فرمائیں گے۔

اس لئے اس حدیث میں فرمایا کہ وہ صدقہ افضل ہے جو صحت کی حالت میں ہو، اور دل میں مال کی محبت ہونے کی حالت میں ہو، اور اس وقت یہ بھی اندیشہ ہو کہ کہیں صدقہ کرنے کے نتیجے میں میں تنگدست نہ ہو جاؤں، اور صدقہ نہ کرنے کے نتیجے میں مالداری کی امید بھی ہوتی ہے، اس وقت میں صدقہ کرنا افضل ہے۔

صدقہ کرنے کی جلدی کرو

پھر آگے فرمایا کہ جب دل میں صدقہ کرنے کا تقاضہ پیدا ہو تو اب دیر نہ کرو، جب دل میں داعیہ پیدا ہوا تو اس داعیے پر عمل کر لو، یہ بات صرف صدقہ کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ تمام نیکیوں کا یہی حال ہے، مؤمن کے دل میں جب کسی نیکی کا داعیہ پیدا ہوتا ہے کہ میں یہ نیک کام کر لوں تو اس وقت شیطان ڈنڈی مارنے کی کوشش

کرتا ہے، وہ شیطان اس مؤمن سے یہ نہیں کہتا کہ جو تو نیک کام کرنے جارہا ہے یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے، کیونکہ وہ مؤمن اس کی بات نہیں مانے گا، بلکہ شیطان اس سے یہ کہتا ہے کہ بہت اچھی بات ہے، تمہارے دل میں بڑا اچھا داعیہ پیدا ہوا ہے، یہ نیک کام ضرور کرنا چاہیے، مگر اس کام کو کرنے کی جلدی کیا ہے؟ کل کرلینا۔ پرسوں کرلینا، شیطان کا یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی مؤمن کے دل میں کسی نیکی کا داعیہ پیدا ہوگا، وہ اس میں دیر کرائے گا، اس کو مؤخر کرائے گا، اس کو ٹلائے گا، اب جو شخص شیطان کے اس جال میں آجاتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب کل آتی ہے تو پھر اس سے کہتا ہے کہ جلدی کیا ہے؟ کل کرلینا، ابھی تو بہت عمر پڑی ہے، اس طرح شیطان اس نیک کام کو ٹلاتا رہے گا، یہاں تک کہ وہ داعیہ کمزور ہوکر ختم ہو جائے گا، اور اس کو نیک کام کرنے نہیں دے گا۔

اب یہ مال فلاں کا ہوچکا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ وہ شخص نیک کام کرنے کو اور صدقہ کرنے کو ٹلاتا چلا گیا، اور یہ سوچتا رہا کہ یہ رقم صدقہ جاریہ میں لگاؤں گا، اس کے ذریعے مسجد بناؤں گا، فلاں جگہ لگاؤں گا، لیکن لگایا نہیں، یہاں تک کہ موت کے دروازے پر پہنچ گیا، اور جان حلق میں آکر اٹک گئی، اس وقت یہ سوچتا ہے کہ چلو اب اس داعیے کو پورا کرلوں، اور کہتا ہے کہ فلاں کو اتنا دیدو، فلاں کو اتنا دیدو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ اب کیا کہہ رہے ہو فلاں کو اتنا، فلاں کو اتنا، ارے یہ مال اب تو کسی اور کا ہوچکا، وہ مال تو وارث کا ہوچکا، بہرحال! ابھی

شیطان کے اس داؤ میں نہ آؤ، جب کبھی اللہ تعالیٰ دل میں نیکی کا داعیہ پیدا فرمائیں، چاہے وہ صدقہ کا داعیہ ہو، عبادت کا ہو، نیکی کا ہو، خیرات کا ہو، نماز کا ہو، ذکر کا ہو تلاوت کا ہو، اس داعیے کو ٹلاؤ نہیں، بلکہ فوراً اس پر عمل کرو، اس لئے کہ ٹلانے کے نتیجے میں اس پر عمل کرنے کی پھر نوبت نہیں آئے گی، لہٰذا اس کو جلدی کرنے کی کوشش کرو۔

تردد کی صورت میں مشورہ کرلو

زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہو کہ اگر اس نیک عمل کے کرنے میں کچھ تردد ہو تو اپنے بڑے سے، اپنے شیخ سے، اپنے رہنما سے مشورہ کرلو، کہ دل میں اس نیک کام کا داعیہ، اس صدقہ کا داعیہ، پیدا ہو رہا ہے، کروں یا نہ کروں؟ یہ چیز صحابہ کرام سے ثابت ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دل میں جب کسی نیکی کا داعیہ پیدا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر فرماتے کہ یا رسول اللہ، دل میں یہ خیال آرہا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول فرمائی تو آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، میرے دل میں یہ خیال آرہا ہے کہ میں اپنا سارا مال اس توبہ کے شکر کے طور پر اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ کردوں، لیکن فوراً خود اس خیال پر عمل نہیں کیا، اس لئے کہ یہ عمل کہ سارا مال صدقہ کردوں، یہ عمل مناسب ہے یا نہیں؟ لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس داعیے پر عمل کرنے کے بارے میں پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ ۔

فرمایا کہ سارا مال صدقہ مت کرو، بلکہ کچھ مال اپنے پاس رکھو، اسی میں بہتری ہے، گویا کہ آپ نے حد بتادی کہ اس حد تک کرو، اس حد سے آگے مت کرو۔

نیکی کے داعیہ کو ٹلاؤ نہیں

بہر حال! جب فرض و واجب عبادات کا دل میں داعیہ پیدا ہو تو اس میں کسی مشورے اور کسی استخارے کی ضرورت نہیں، وہ تو فرض ہے، واجب ہے، اس کو تو کرنا ہی ہے، لیکن جب نفلی عبادات کا نفلی نیکیوں کا دل میں داعیہ پیدا ہو تو مناسب یہ ہے کہ اپنے شیخ سے، اپنے رہنما سے، اس کے بارے میں پوچھ لیا جائے، تاکہ کوئی کام اپنی خودرائی سے نہ ہو، اس لئے کہ خودرائی کے کام میں برکت نہیں ہوتی، جب آدمی کسی بڑے کے کہنے سے کوئی کام کرتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہوتی ہے، لیکن اس داعیے کو اس طرح مت ٹلاؤ کہ وہ ٹلتے ٹلتے بالآخر وہ داعیہ ختم ہی ہو جائے، اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کے بارے میں یہ سبق دیدیا، بلکہ ساری نیکیوں کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اس کے اندر ٹلانے کا معاملہ انسان کو نہیں کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

دوسرے سے کوئی حاجت طلب کرنے کا طریقہ

ایک اور حدیث پڑھ لیتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: إِذَا طَلَبَ اَحَدُكُمْ

الْـحَاجَةَ فَـلْيَـطْلُبْهَا طَلَبًا يَسِيرًا. فَإِنَّمَا لَهُ مَا قُدِّرَ لَهُ. وَلَا يَاتِيْ اَحَدُكُمْ صَاحِبَهُ فيمدحه فيقطع اللّٰه.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو افقہ صحابہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص ہیں، بڑے درجے کے صحابہ کرام میں سے ہیں، ان کا یہ مقولہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے، ظاہر میں تو یہ ان کا اپنا مقولہ ہے، لیکن صحابہ کرام اس قسم کی جو باتیں بیان فرماتے ہیں، وہ درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہی سے ماخوذ ہوتی ہیں، فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی دوسرے سے کوئی حاجت طلب کرے تو آرام سے طلب کرے، زیادہ اصرار نہ کرے، مثلاً ایک شخص کسی دوسرے سے بطور قرض کوئی رقم مانگ رہا ہے، یا کوئی اور اپنی حاجت دوسرے سے پوری کرانا چاہتا ہے تو اس کے سامنے اپنی حاجت تو بیان کردے کہ مجھے فلاں حاجت ہے، آپ پوری کردیں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی کوئی حاجت پوری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتے ہیں۔

اللہ سے مانگنے میں اصرار کرو

بہرحال! دوسرے مسلمان بھائی کے سامنے اپنی حاجت ذکر کردینے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اس طرح مانگو کہ اس پر کوئی بوجھ نہ بنے، ایسا اصرار کرنا کہ بس سر پر سوار ہوگئے کہ میں ہر قیمت پر یہ ضرورت پوری کرا کر جاؤں گا، لے کر جاؤں گا، ایسا اصرار کسی مخلوق سے کرنا جائز نہیں، ہاں! ایسا اصرار کرنا ہو تو اللہ میاں

سے دعا کے اندر اصرار کرو کہ یا اللہ! میں تو یہ چیز لے کر ہی جاؤں گا، اس کے بغیر نہیں ٹلوں گا، وہاں یہ اصرار کرلو، لیکن مخلوق سے مانگنے میں اصرار نہ ہو، بس اپنی بات نرمی سے اور آہستگی سے کہہ دو، جس سے اس کے دل پر بوجھ نہ پڑے۔

حاجت طلب کرتے وقت تعریف مت کرو

ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ تمہارا کام اتنا ہے کہ اپنی کوشش کرلو، ملے گا وہی جو تقدیر میں لکھا ہے، تمہارا کام یہ ہے کہ طلب یسیر کرو، یعنی اجمالی طلب کرو، پھر آگے فرمایا: وَلَا یَاْتِیَ اَحَدُکُمْ صَاحِبَهٗ فَیَمْدَحُهٗ. یعنی ایسا نہ ہو کہ جب کسی سے کوئی ضرورت پیش آگئی، اور اس سے کچھ مانگنا پڑ گیا تو اب جا کر اس کی تعریفیں شروع کردیں، اور اس کی چاپلوسی کرنی شروع کردی، مثلاً یہ کہ آپ تو بڑے سخی ہیں آپ تو ایسے ہیں، ویسے ہیں، ساری دنیا آپ کی تعریف کرتی ہے، وغیرہ...... تا کہ یہ شخص اپنی تعریف سن کے لٹو ہو جائے، اور پھر میرا کام کردے، اس لئے آپ نے فرمایا کہ جب کسی سے کوئی چیز طلب کر رہے ہو تو اس کی تعریف مت کرو، کیوں؟ اس لئے کہ جب دوسرے آدمی کی زیادہ تعریف کی جاتی ہے تو اس تعریف کے نتیجے میں وہ بعض اوقات فتنہ کا شکار ہو جاتا ہے، عجب اور خود پسندی میں مبتلا ہو جاتا ہے، کبر میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس لئے خواہ مخواہ آپ نے تعریف کر کے ان فتنوں میں مبتلا کردیا، اس لئے کسی کے منہ پر زیادہ تعریف کرنا غلط ہے، بس جو بات اور جو ضرورت اس سے کہنی ہے وہ کہہ دو کہ مجھے یہ ضرورت ہے، یہ کام ہے، آپ کر سکتے ہیں تو کردیں، آپ کی مہربانی ہوگی، اس سے زیادہ نہ اصرار کرو، اور نہ تعریف کرو،

اور نہ تملق اور چاپلوسی سے کام لو۔

اصرار سے لیا جانے والا مال حلال نہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں یہ تعلیم دی، ظاہر ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعلیم ہے، لہذا اس سے وہی سبق ملا جو بار بار آپ حضرات کے سامنے عرض کرتا رہتا ہوں، کہ اپنے کسی عمل سے دوسرے کو تکلیف میں مبتلا نہ کرو، کیونکہ جب زیادہ اصرار سے طلب کرو گے تو وہ بیچارہ مجبور ہو جائے گا، اس کے ذہن پر بوجھ پڑے گا، اس بوجھ کے نتیجے میں وہ آپ کو کچھ دیدے گا، لیکن طیب نفس سے نہیں دے گا، اور طیب نفس سے نہ دینے کی صورت میں اس کا حلال ہونا بھی آپ کے لئے مشکل ہے، اس وجہ سے اپنی کسی حاجت کو دوسرے سے مانگنے میں اصرار کرنا جائز نہیں، اور اس حدیث میں اس کی ممانعت فرمائی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے اس حدیث کے مقتضی پر عمل کرنے کی توفیق فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا الحمد للہ رب العٰلمین

اجمالی فہرست

اصلاحی خطبات مکمل

عنوان — صفحہ نمبر

جلد (۱)

جلد (۲)

جلد (۳)

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر

جلد (۸)

جلد (۹)

جلد (۱۰)

عنوان — صفحہ نمبر

جلد (۱۱)

جلد (۱۲)

جلد (۱۳)

جلد (۱۴)

جلد (۱۵)

میمن اسلامک پبلشرز

E-mail : memonip@hotmail.com